

”جگت استاد“ حافظ عبد الرحمن خان احسان

استاد شاہ عالم ثانی

# ”کلیا احسان“

مؤلفہ و مرتبہ

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ ام۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ریڈر شعبہ اردو

جامعہ عثمانیہ

روشن ضمیر ہوں میں روشن خیال ہوں  
مجھ کو تراشومیں پیرے کی مثال ہوں

مسکین مظہر علی خان



*PDF By Misken Mazhar Ali Khan*

انسان کی زندگی کا فلسفہ

مؤلف و مرتب ..... ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ

ناشر ..... ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ

مطبع ..... اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد

تعداد ..... ۵۰۰

تاریخ طباعت ..... ستمبر ۱۹۶۸ء

قیمت ..... ۸ روپے

ملنے کے پتے

(۱) پھول بن ۲-۲-۱۲ اندرانگریونیورسٹی روڈ حیدرآباد

(۲) اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد-۲

(۳) ادبی ٹرسٹ بک ڈپو عابد روڈ حیدرآباد



انتساب

رفیقِ زندگی کے نام.....

رفیعہ سلطانہ



# فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۱	پیش نامہ
۹	مقدمہ
۹	تہنید
۲۱	احوال و آثار
۲۱	خاندان
۲۳	احسان کی ولادت
۲۴	استاد شاہ
۲۹	احسان کا علم و فضل
۳۵	سفر لکھنؤ
۳۵	ذوق و نصیر سے مطارحات
۳۷	بہادر شاہ ظفر کا عہد
۴۱	احسان کی شاعری
۴۲	غزل سلسل
۴۲	رعایت لفظی
۴۴	احسان کا نظریہ شعر

صفحہ	عنوان
۴۴	اپنے عہد کی عکاسی
۴۶	اولاد
۴۷	سیف الرحمن خان
۴۸	عبدالحکیم خان
۴۹	عنایت الرحمن خان
۵۰	احباب و تلامذہ
۵۲	ذاتی وجاہت
۵۳	احسان کی وفات
۵۴	نسخوں کی تفصیل
۵۹	آخرت ماخذ





(عكس قلبی) حافظ عبد الرحمن خان احسان



## فہرست مآخذ

اس کتاب کی تالیف و ترتیب میں جملہ شعرائے اردو کے تذکرے دیکھنے کا اتفاق ہوا

فہرست ان ہی کتب اور تذکروں کی درج ہے جن سے استفادہ کیا گیا۔

- (۱) نکات الشعراء میر تقی میر
- (۲) مخزن نکات قیام الدین قائم
- (۳) عمدہ منتخب اعظم الدولہ سرور
- (۴) گلشن بیہ خار مصطفیٰ خاں شیفتہ
- (۵) گلستان بے خزاں قطب الدین باطن
- (۶) طبقات شعرائے ہند کریم الدین پانی پتی
- (۷) آب حیات محمد حسین آزاد
- (۸) خم خانہ جاوید سری رام
- (۹) آثار الصنادید (پہلا ایڈیشن) سر سید احمد خان
- (۱۰) آثار الصنادید (دوسرا ایڈیشن) سر سید احمد خان
- (۱۱) فہرست کتب خانہ شاہ اودھ اسپرنگر
- (۱۲) یادگار شعراء تذکرہ شعراء اسپرنگر ترجمہ طفیل احمد
- (۱۳) گلستان سخن مرزا قادر بخش صابر
- (۱۴) مغل اور اردو نصیر حسین خان خیال

- (۱۵) صفایں فرحت حصہ ششم  
فرحت اللہ بیگ دہلوی
- (۱۶) دلی کا دبستان شاعری  
ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی
- (۱۷) تذکرہ سراپا سخن  
محسن
- (۱۸) خطبات گارسان دی تاسی  
مترجمہ ڈاکٹر یوسف حسین خاں و پروفیسر عزیز احمد
- (۱۹) خطبات گارسان دی تاسی حصہ دوم
- (۲۰) مقالات " " " "
- (۲۱) " " " "
- (۲۲) مرقع زبان دہلی  
سید احمد دہلوی
- (۲۳) روزنامچہ (وقائع عالم شاہی)  
امتیاز علی عرشی
- (۲۴) تاریخ ادب اردو  
سکینہ
- (۲۵) سخن الشعراء  
عبد الغفور نسّاخ
- (۲۶) تذکرہ طور کلیم  
نور الحسن خان
- (۲۷) اردو شاعری کا فکری اور تنقیدی منظر  
ڈاکٹر محمد حسن
- (۲۸) دیوان معروف
- (۲۹) مجموعہ غفر  
مرتبه محمود شیرانی
- (۳۰) گلستہ نازنینان  
کریم الدین پانی پتی
- تذکرہ "ضیغم"
- (۳۱) دیوان ذوق  
عبد اللہ خان ضیغم
- تنویر احمد علوی



محمد حسین آزاد

(۳۰) دیوان ذوق

(۳۱) دیوان مومن

(۳۲) دیوان شاه نصیر

(۳۳) دیوان مہنون

مرزا فرید سع سودا

بہادر شاہ ظفر

تفسی

مخلوطہ کتب خانہ آصفیہ

خلیق

خواجہ تہور حسین



## پیش نامہ

اردو شعروادب کی اس سے بڑھ کر بد نصیبی اور کیا ہوگی کہ اردو شعروادب کے کئی گوشے ابھی زیر نقاب ہیں۔ اردو ادب کے کارناموں کی مستند اور مفصل تاریخ ابھی تک نہیں لکھی گئی رام بابا سکینہ اور محمد حسین آزاد کے گناٹے ہوئے مصنفین کے کارناموں کے علاوہ ہمارے معلم اور متعلم پیشرار وادیوں اور شاعروں سے ناواقف میں جنھوں نے اپنے خونِ جگر سے شعروادب کی آبیاری کی تھی لیکن تحقیق کی نظر ان پر نہ پڑ سکی اور وہ زینت طاق نیاں ہو کر رہ گئے۔ جامعات میں طلباء کی کثیر تعداد تحقیق میں مصروف تو نظر آتی ہے لیکن جیسے جیسے نواہوں کو چبانے والے محققین کا کام رہ گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے معلم اور متعلم اردو ادب کے بحر میں غوطہ نہ کریں اور نئے نئے ”گہر آبِ دار“ نکالیں کیونکہ مانگے مانگے کے موتیوں کی آبِ اب ماند پڑ گئی ہے۔ اب سکینہ اور آزاد کے ایڈیشنوں کو دہرانے کی اس میں اضافہ کی ضرورت ہے تاکہ اردو ادب کی دوسری مفصل تاریخ لکھی جاسکے۔

اسی خیال نے مجھے اردو شاعری کے ”دورِ زرین“ کے اس جگہت اثناء کے دیوان کی ترتیب و تہذیب پر اکایا جس نے میر و سودا سے لیکر ذوق و غالب کا زمانہ دیکھا۔ دربارِ دہلی میں شاہ نصیر۔ ذوق اور مثنویوں سے شعر کے کئے لیکن معاصر تذکرہ نگاروں کی عصیت اور

عانب داری نیز اپنی خلوت پسندی اور "استادشہ" کے تغیر نے لوح جہاں سے یوں مٹا دیا  
گویا وہ "صرف کر" تھا۔ اسی طرح نہ جانے اردو ادب کے بھر ذخاریں اور کتنے گہر آب دار ہونگے  
جو سینہ صدف ہی میں محفوظ ہونگے۔

احسان کا ذکر یوں تو اکثر تذکروں میں ملتا ہے حتیٰ کہ محمد حسین آزاد اور رام بابو سکنتہ بھی  
ان کا ذکر کئے بغیر نہ رہ سکے لیکن یہ تو حالات تفصیل سے روشنی ڈالنے نہ نمونہ کلام دیا۔ آزاد نے  
اپنے استاد (ذوق) کے حریف و طیف کو پس پشت ڈال دینا بھی بہتر سمجھا۔ اس کے بعد مابعد  
تذکرہ نگاروں نے انہیں بالکل فراموش کر دیا۔

چند سال قبل استاد محترم پروفیسر عبدالقادر صاحب سرمدی نے "آجکل" میں ایک مضمون  
لکھ کر احسان کے نام سے اردو دنیا کو روشناس کرایا۔ اس مضمون کو پڑھ کر مجھے احسان کے کلام  
کی مصفاقی اور راسخہ کے الفاظ میں "ادا" پسند آئی اور میں ان کے دیوان کی کھوج میں رہی۔ پروفیسر  
سرمدی ہی نے اپنے مضمون میں ان کے تین دیوانوں کی نشاندہی کی تھی۔ جس میں ایک سرمدی رام  
دہلوی کا مملوک تھا اور دوسرا ان کے کنواسے آغا حیدر حسن کا مملوک۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں پروفیسر صاحب کو  
اپنے کی کام سے ہٹنا پڑا اور ان کی خدا بخش لائبریری میں دیوان احسان کا ایک نسخہ نظر سے گذرا  
انہوں نے انرا راہ ہرمانی میر نے اس کی نقل فرام کر دی۔ دو سال بعد جب میں فرحت اللہ بیگ  
پر ایک مضمون تیار کرنے ان کے منہا میں کے مجموعے پڑھ رہی تھی فرحت اللہ بیگ صاحب کا احسان  
پر ایک طویل مضمون نظر سے گذرا اس سے معلوم ہوا کہ اس کا چوتھا نسخہ کتب خانہ سالار جنگ  
میں بھی محفوظ ہے۔ اُسے دیکھ کر احسان کے کلام کی خوبیوں نے اور بھی گرویدہ کر دیا میں ابھی  
سورج ہی رہی تھی کہ آغا صاحب سے خطوط مانگ لوں کہ آغا صاحب کا پیرس جانا ہو گیا اور بات ادھر ہی رہی  
انڈیا آفس کے کتب خانہ میں محفوظ "کلیات احسان" کا ٹائیکرو فلم (micro film)



میری عزیز شاگرد یکم نہت معظم علی نے فراہم کر دیا جو آج کل لندن میں مقیم ہیں۔ یہ سب سے زیادہ مکمل نسخہ ہے۔ اور اس کے نئے میں ان کی از حد ممنوں ہوں اگر عزیز نہت نے اس کا

نہ بھیجا ہوتا تو شاید میرا کام تکمیل کی منزل سے نہ گذرتا۔ آغا صاحب کی واپسی کے بعد موصوف نے اندراہ عنایت اپنا ملوک نسخہ مجھے عطا فرمایا جس کے نئے میں صاحب موصوف کی شکر گزار ہوں اس طرح چار نسخوں سے اس کا متن تیار کیا گیا۔ دوسرا مرحلہ جامعہ عثمانیہ کی لائبریری میں بیکارڈنگ مشین کی عدم دستیابی تھا۔ وہ مرحلہ جناب ڈاکٹر رائڈک اور پروفیسر ملڈنگر ان امریکن ریسرچ سنٹر کی امداد سے طے ہو گیا۔ جس کی وجہ سے میں امریکن ریسرچ سنٹر کی بیکارڈنگ مشین سے استفادہ کر سکی۔

اس کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں استاد محترم پروفیسر سید محمد صاحب کی خاص طور پر محنتوں ہوں۔

مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۶۶ء

راقمہ

پھول بن - ۲-۲ - ۱۳

رفیعہ سلطانہ

انہ رائگر۔ یونیورسٹی روڈ۔ حیدرآباد۔



## مقدمہ

عبد الرحمن خاں احسان کی شخصیت "نوح جہاں" پر حرف مکرر کی سی تھی جیسے زمانے نے اس لئے مٹا دیا کہ اس کی تکرار "دستانِ دہلی" کے تمام شعرا کے ہاں ہو چکی تھی۔ یہ قدرت کی عجیب قسم ظریفی ہے کہ اس نے "نقل" کو تو اہمیت دی لیکن "اصل" کو نظروں سے اوجھل کر دیا۔ شاہِ نصیر، منوے، ذوقِ کوثر اور دو شاعری کی تواریخ میں نہ صرف جگہ ملی بلکہ اہمیت دی گئی اور اس شاخ کو قطع کر دیا جس کے یہ برگ و بار تھے۔ اس کی وجہ بظاہر آبِ حیات کی مدت تک تو مصنف کی استاد پرستی معلوم ہوتی ہے اور کچھ احسان کی طبیعت، استغناء اور نام و نمود سے دور رہنے کی خواہش یا پھر استاد شہ ہونے کا فخر جو انہیں عوام سے قریب نہ کر سکا۔

اس کا ثبوت اس زمانے کے تذکرے ہیں جن میں سے تقریباً سب ہی تذکروں میں دیہانِ تذکروں کے جو احسان کی شاعری کا غلغلہ بلند ہونے سے پہلے لکھے گئے، سب ہی میں احسان کی علمیت اور شاعری کی شہرت کو سراہا گیا ہے۔ "آبِ حیات" کی تصنیف کے بعد احسان کی شہرت کا آفتاب گھٹا گیا پھر جس نے بھی تذکرہ کیا سرسری کیا

بعض تذکرہ نگاروں نے تو سرے سے احسان کے نام تک کو اڑا دیا ”دبستان دہلی“ کے فاضل مصنف نے ان تمام شعرا کا ذکر کیا جن کے پاس ستار علم تھی نہ سرمایہ فکر و لہذا کو درجہ دوم کے شعرا میں بھی جگہ نہیں دی۔

سرید احمد خاں نے آثار الصنادید کے پہلے ایڈیشن ۱۸۵۴ء میں جو مطبع سیلابا پھپھاتھا مشاہیر دہلی کے تحت احسان کو جگہ دی نہ صرف شاعری کو سراہا بلکہ علیت کی بھی داد دی سرید لکھتے ہیں:-

”سخن سنج، دقیقہ گزین، سخی رس، خوردہ بین، یگانہ جہاں

فرید آواں حافظ عبد الرحمن خاں احسان استعداد کتابی نہایت اور تحقیق منہطحات بنایت ریختہ گوئی کو کمال اور زبان اردو کو نہایت جلال بخشا ساٹھ ستر برس کی مشق دلالت کرتی ہے کہ کیسا ملکہ اضاف سخن میں ہم پہنچا ہوگا۔ صنعت بچیس و اشتقاق بیشتر ان کے کلام بلاغت نظام میں متعل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ان صنعتوں کو اپنے سخن میں اچھی طرح سے نبھایا ہے۔ قلعہ علی میں بیشتر سلاطین انھیں کے شاگرد ہیں باوجود منفیبری کے سخن میں ہنوز شوخی جوانی کی موجود ہے۔“

مندرجہ ذیل اشعار بھی دئے ہیں۔

### اشعار ریختہ

سخت نادانی کی احسان جو کہا عاشقوں بھید کہتا ہے کو سے کوئی دانا دل کا

میرے آتے ہی بس نیند آئی تو اب یہ اپنی چشم پوشی دیکھتا جا



”آثارالصاویہ“ کے دوسرے ایڈیشن ۱۸۷۶ء (نول کثور) کے بعد کی اشاعتوں میں یہ حصہ حذف کر دیا گیا۔

کریم الدین پانی پتی نے اپنے تذکرہ طبقات الشعراء ہند ۱۸۴۷ء اور تذکرہ تازنمینان میں احسان کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے۔ تذکرہ سے پتہ چلتا ہے کہ کریم الدین کے احسان سے دوستانہ تعلقات تھے۔ کریم الدین نے شعرا کے چار طبقات بنائے ہیں۔

طبقہ اول میں

میر۔ سودا۔ مظہر جان جاناں۔ میر درد۔ سوز۔ آرزو اور۔ آبرو کو شامل کرتے ہیں۔

طبقہ دوم میں

معصوم۔ جرات۔ انشا۔ رنگین کو شامل کیا ہے۔

طبقہ سوم میں۔

نظام الدین ممنون۔ شاہ نصیر۔ اور نظیر کا ذکر کیا ہے۔

طبقہ چہارم میں ان شعرا کا حال ہے جو مصنف کے زمانے تک بقید حیات ہے اس دور کے شعرا میں وہ موتیں۔ فراق۔ انشا۔ عارف۔ غالب۔ آتش ناسخ کو استادان کامل جانتے ہیں۔ کریم الدین صاحب کی ترتیب زمانی غلط ہے کیوں کہ احسان کی شاعری ممنون اور شاہ نصیر سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ اور بقول سری رام دہلوی مصنف خم خانہ جاوید ”شاہ نصیر سے ان کے مطارعات بھی ہوئے تھے۔ اس غلط ترتیب کی اصلاح حالات میں کر دی ہے لکھنے میں



”یہ صاحب بڑے پرانے پرانے استادوں مسلم الثبوت شاہ جہاں آباد فرخندہ  
 بنیاد اور عمدوں اور امیروں اس شہر لطافت سے شمار کئے جاتے ہیں۔ عمر  
 ان کی قریب اسی برس کی ہے حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ کے وقت  
 سے نکلا اشار کرتے ہیں اور قلم اصلاح اشعارات اکثر مرشد زادگان والا تبار اور  
 شرفا زادگان ذی وقار اور نظر تحقیق الفاظ کے کتب مدیہ فارسی کچھ عربی پر مادی ہے۔  
 کریم الدین صاحب نے بھی ان کی شامی کی ان ہی کی خصوصیات کی طرف اشارہ  
 کیا ہے جس کی طرف سرشید نے اشارہ کیا تھا۔ یعنی

”اشعار عاشقان ان کے سننے والوں کے دلوں میں موثر کامل اور اہل مذاق  
 کے خیالوں میں ناخن زن۔ ضائع لفظی ماسد تجنیس و اشتقاق اور طباق وغیرہ کے  
 نامور بدائع لفظی میں مثل ایہام وغیرہ کے باخبر“

راقم کو بھی تفاخر یک جانبی حاصل ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں  
 دیوان ان کا بہ تمامہ فارسی اور ریختہ میں دیکھنے میں آیا“

اپنے دوسرے تذکرہ ”گلدستہ نازنینان“ میں دوبارہ ان کا ذکر ان الفاظ  
 میں کیا ہے۔

”یہ صاحب پرانے استادوں میں سے ہیں“ جگت استاد“ ہیں یعنی شاہ عالم  
 بادشاہ غازی سے آج تک قلم اصلاح ان کا جاری ہے اور اس شہر میں اکثر بادشاہ  
 زادے اور اکثر صاحبان ذوق دم شاگردی ان کا بھرتے ہیں۔ اور فارسی داں بھی ٹھے  
 رتبہ کے باوجود دیک ان کی عمر قریب عمر طبعی کے پہونچ چکی ہے مگر بہ تیزی حواس اور ذہن  
 کے اب تک اصلاح شعر دئے جاتے ہیں اور بعضوں کو کتب فارسی بھی پڑھاتے ہیں

۱۔ و شادات کریم الدین صاحب کا بہت معلوم ہوئی ہے۔  
 ۲۔ گلدستہ نازنینان“ کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کہتے ہیں کہ شعرائے ہند کے کلام کا انتخاب چھوٹا سپرنگ کے  
 ۳۔ گلدستہ نازنینان“ کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کہتے ہیں کہ شعرائے ہند کے کلام کا انتخاب چھوٹا سپرنگ کے

یہ لفظ کی تحقیق خوب کرتے ہیں مگر تجنیس اکثر برتتے ہیں۔  
تذکرہ سرور یعنی عمدہ تنجیہ ان کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔ اس میں مصنف  
نے ان کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

یہ سرور تذکرہ احسان کی وفات (۱۳۶۷ھ) سے سینتائیس سال قبل لکھا گیا تھا  
معلوم ہوتا ہے کہ مصنف (اعظم الدولہ) سے یہ سبب ہم ساگی ربط خاص تھا۔ دونوں  
کی بچپن سے دوستی تھی۔ سرور بھی ان کی "صحت محاورہ" اور شعر برستہ کی تعریف کرتے  
ہیں اور نزاکت لفظ و معنی کو ان کا اجارہ سمجھتے ہیں۔

ان تذکروں میں قدرت اللہ قائم کا تذکرہ "مجموعہ نغز" (۱۸۰۶ء) سب سے  
قدیم یعنی اس وقت کا ہے جب احسان کی عمر اڑتیس تا تالیس سال کی تھی قدرت اللہ  
قائم ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"جو انے استنیتین بامکین خوش اخلاط۔ کشادہ پیشانی سراپا محبت۔ سرسبز باغی  
عبد الغفور نساخ نے "سخن الشعراء" میں ان کا ذکر احترام کیا ہے۔

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ اور حکیم قطب الدین بالحق نچنے تذکروں "گلشن  
بے خار" اور گلستان بے خزاں میں احسان کی شاعری اور علمیت کی بہت داد دی شیفتہ  
بھی سرسید کی طرح ان کی شاعرانہ خوبیوں یعنی ضائع لفظی مانند تجنیس و اشتقاق  
و طباق وغیرہ کے معترف ہیں شیفتہ نے بھی احسان کو شاہ عالم کے دور کا شاعر اور  
ان کے دربار سے متوصل بتایا ہے کہتے ہیں

"احسان تخلص حافظ عبد الرحمن خاں سخن طراز ان عہد حضرت فردوس منزل شاہ عالم  
سایا بہ عمدہ فختاری سرکار مرزا یزدنخش بہادر سرفراز ماند



باوجود پیرانہ سالی اکثر و بیشتر شامل بزمِ شاعری می شود و اشعار می اشتقاند و شمعش  
 بہ دل زن۔ در ضائع لفظی مانند جناس و اشتقاق و طباق و غیرہ اصرار از حد  
 افزون دارد و با راقم تعارفش هست اخلاقش نیک است و دیوانش ملاحظہ شد  
 قطب الدین باطن نے ان کی مضمون آفرینی اور ضائع اور بدائع کے استعمال  
 کی داد اس طرح دی ہے۔

”احسان تخلص حافظ عبد الرحمن خاں نام شاعر عالی مقام چہرہ آراء سے شاید سخن  
 شانہ کش طرح مضمون شکن و شکن طبع دقیقہ رنج بہ منعت تجنیس و رعایت شعر نہایت  
 نکتہ رس باوجود پیرانہ سری ضائع بدائع شعر میں جوان ہوش۔ صاحبِ خلق  
 نیک طبع نازک خیال در مضمون سے صدف فکر مالا مال  
 تذکرہ طور کلیم مصنفہ نور الحسن خاں نیز ”حدیقہ محمدی“ میں بھی نور الحسن خاں  
 شہادت دی کہ

حافظ عبد الرحمن خاں دہلوی بر عہدہ مختاری مرزا فرخندہ بخت نامزد بود بہ  
 ضائع لفظی خیلے گرایش داشت و بایں ہمہ سخن سادہ و پرکاری راند  
 اسپرنگر نے اپنے تذکرۃ الشعراء میں احسان کا تذکرہ کیا ہے۔ اسپرنگر  
 کے بیان کے بموجب احسان شاہ عالم کے درباری شاعر تھے۔ اور شاہ زادوں  
 کے اشعار کی اصلاح کیا کرتے تھے انھوں نے اردو فارسی میں اشعار کھے  
 (تذکرہ جات ذکا و قاسم) پہلے ان کا تخلص رحمان تھا۔ انھوں نے دہلی میں ۱۸۵۵ء  
 میں سن رسیدہ ہو کر وفات پائی۔

نہ جانے اسپرنگر کو رحمان تخلص کہاں سے معلوم ہوا نیز تاریخ وفات بھی غلط

۱۔ اس کا تذکرہ محمد فیصل احمد نے یادگار الشعراء کے نام سے کیا ہے۔  
 ۲۔ شاگرد حضرت احسان کی اصطلاح مخالف ہے اگر مصنف کی مراد دہلی ہی ہے تو حضرت کا لفظ بے معنی ہے۔



دی ہے۔ احسان کا سنہ وفات ۱۸۵۰ء ذکر شدہ

گارساں دی۔ تاسی نے اپنی تاریخ ادب ہندی و ہندوستانی میں احسان کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ

بہادر شاہ ظفر کے زمانے میں عہدہ جلیلہ پر ممتاز تھے۔

خطبات اور مقالات میں ایک جگہ ان کے پوتے احسان الرحمن خاں ڈاکٹر محکمہ تعلیم حیدرآباد کے مضمون میں لکھا ہے کہ

”میں نے ان کے خاندان کا تفصیلی تذکرہ اپنی تاریخ میں کیا ہے۔“

ان معاصر اور مابعد تذکروں میں سب سے زیادہ تفصیل ان کے شاگرد مرزا قادر بخش صابر نے (جو سلاطین زادے تھے) کے تذکرہ گلستان سخن میں ملتی ہے۔ صابر

نے احسان کے اشعار کا انتخاب دیا ہے۔ لیکن صابر نے بھی

ان کے خاندانی حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی ان کی عظمت اور قابلیت

کا بڑی شدت سے اعتراف کیا ہے البتہ اس تذکرے سے ان کے تلامذہ کی کثیر

تعداد کا حال معلوم ہوتا ہے۔ صابر نے مندرجہ ذیل الفاظ میں احسان کو خراج عقیدت

اور اکیلا ہے۔

”احسان تخلص زبدہ کلمات روزگار اسوۂ متابع قرون وادوار ربانی بنائے

سخن وری گلشن پیرایہ حدیقہ معنی پروردی طراز و سادہ کمال زیب مند جلال جمال

مند الیہ فضل و انضال جامع مراتب تکمیل و اکمال مصدر علم و معدن علم حسانی

افاضل زمان معاذ پناہندگان جہاں مرجع تارب کلاب ہر فن تاب مالک کشور

نہ ایاں سخن عیار اخترانے نقد ہنر عیار گیر معنی بردار سخا گتر سلاطین زمان

شاگرد حضرت رحمان حافظ عبد الرحمن خان خلف مقبول نام قدوة عظام استاد و  
 مختار سرکار مرشد زاده آفاق صاحب عالم مرزا فرخندہ بخت بہادر مرحوم ابن حضرت  
 شاہ عالم بادشاہ مہرور حافظ غلام رسول مغفور اس جناب فیض مآب کے اخلاق پسندیدہ  
 احاطہ تقریر سے بیروں اور اوصاف حمیدہ حوصلہ تحریر سے افروں میں۔ اگر علم  
 و فضل کی توصیف زبان پر آوے اس آفتاب سے ایک ذرہ اور اس کتاب سے  
 ایک حرف حوصلہ گفتگو میں نہ سادے

ای طرح دو تین صفحات تعریف میں بھرے ہوئے ہیں۔ آگے چل کر کہتے ہیں  
 فخر استادنی سلاطین صاحب اقبال اس سرگروہ ارباب ہنر کی ذات میں منحصر  
 حضرت شاہ عالم بادشاہ اور حضرت معین الدین اکبر شاد بادشاہ نور اللہ مجبہا  
 لے کر حضرت خلافت پناہ سلطنت دستگاہ محمد سراج الدین بہادر شاہ غلد اللہ  
 ملکہ و سلطنت یک ادب استادی سے روز و شب ان کی تعظیم و توقیر کے سرور شہ  
 ہاتھ سے نہ دیتے تھے

اس 'مدح' میں دو باتیں کام کی نکلتی ہیں پہلی "شاگرد حضرت رحمان" اگر  
 اس سے مراد تلمیذ الہی ہے جیسا کہ ہر شاعر کو کیا جاتا ہے تو رحمان کے ساتھ حضرت کا  
 نفاذ بیجا ہے۔

دوسرے استادنی سلاطین حضرت شاہ عالم و حضرت معین الدین اکبر قبا

غور ہے۔

مآثر نے ان کے بہت سے منتخب اشعار بھی نقل کئے ہیں۔  
 لالہ سری رام دہلوی نے بھی اپنے تذکرہ خم خانہ جاوید میں احسان کا ذکر منفرد

لے شاگرد حضرت رحمان کی اصطلاح مخالطہ اگر مصنف کی مراد تلمیذ الہی تو حضرت کا لفظ بے معنی ہے۔



کیا ہے انھوں نے ان کے استاد کا نام نہیں لکھا۔ نیز یہ بھی واضح طور سے ہویدا نہیں ہوتا کہ وہ شاہ عالم کے استاد تھے۔ لیکن شاہ عالم کے دربار میں ان کی اہمیت اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ شاہ عالم کی شاعری کی احسان اصلاح کرتے تھے۔

لالہ سری رام نے احسان کے سفر لکھنؤ کا بھی حال لکھا ہے انھوں نے بھی احسان کی علمیت کا ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔

”فارسی کی زبردست استعداد رکھتے تھے۔ اساتذہ فارسی کے ہزاروں شعر آپ کو زبانی یاد تھے۔ اور جب کوئی آپ کے شعر میں کسی لفظ یا ترکیب پر اعتراض کرتا تھا آپ تڑاق سے سند میں استادوں کا کلام پیش کر دیا کرتے تھے۔“  
”استحضار کی یہ کیفیت تھی کہ پوری پوری غزلیں اور مختلف اشعار مع تخلص نوک زباں رہتے تھے۔“

آگے چل کر کہتے ہیں

”زبان کی صفائی، الفاظ کی شستگی اور بزرگی میں آپ نے بڑی کدوکاوش کی جہاں تک بنا مطلق الفاظ چیدہ تراکیب اور تکرار اضاف کو نہ آنے دیا وہاں رعایت لفظی و معنوی سے منہ نہ موڑا تاہم طرز زبان نہایت سہل اور بے تکلف ہے۔“

محمد حسین آزاد نے ”آب حیات“ میں عہد شاہ عالم ثانی - اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر کے بیشتر شاعروں کا ذکر کیا لیکن اپنے استاد شیخ ابراہیم ذوق کے حریف اور حلیف کا ذکر سرسری سا کر دیا ہے۔ حالانکہ ان کے دوسرے حریف شاہ نصیر کے بیان میں وہ کئی صفحات لکھ گئے ہیں۔

۱۔ ذوق کے استاد کا نام حافظ غلام رسول بتایا گیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ذوق نے احسان کے والد حافظ غلام رسول کے آگے زانوئے ادب نہ کیا ہو! میں نے اس معاملے میں کافی چھان بین کی لیکن حافظ غلام رسول پیش امام کے

آپ حیات میں احسان کا تذکرہ ضمناً ملتا ہے ایک تو نجم الدین مبارک آبرو کے  
اس شعر پر

جہاں اس خوکی گرمی تھی ز تھی واں آگ کو مسرت  
مقابل اس کے ہو جاتی تو آتش لکڑیاں کھل جاتی

احسان کے مندرجہ ذیل شعر کو ترجیح دی ہے۔

دخترِ رنہ سے کہا مے خانے میں شبِ زندوں نے  
آج تو خوب ہی جھٹکے تیری سو کن کو لگے

دوسری جگہ شاہ نصیر کے ذکر میں دبی زبان سے احسان کی شاعری کا لوہا اس طرح  
ملتا ہے۔ شاہ نصیر کے حالات میں لکھتے ہیں۔

”میں سنگ لاغ زمینوں میں گرمی کلام سے وہ شاعرہ کو ٹڑپا دیتے تھے اور وہ  
کو غزل پوری کرنی مشکل ہوتی تھی اکثر بزرگ پرانے مشاق علوم تحصیل میں ماہر کامل  
تھے مثلاً حکیم ثناء اللہ خاں فراق، حکیم قدرت اللہ قاسم شاگرد میر درد میل ٹیکیا  
شیخ ولی اللہ محبت حافظ عبد الرحمن خاں احسان سب ان کے دعوے سنتے مگر  
منہ سے اف نہ کر سکتے تھے۔“

اس طرح شاہ عالم کے زمانے سے ان کی شعر گوئی مسلم تھی یہ امر البتہ باعثِ حیرت  
ہے کہ اس زمانے کے لکھے گئے اکثر تذکروں مثلاً نکات الشعراء (میر تقی میر)۔  
طبقات الشعراء، مخزن نکات (قائم)۔ تذکرہ ہندی گویاں (مصطفیٰ اور  
”عقد ثریا“ (مصطفیٰ) اور گلشن ہند (مرزا علی لطف) میں احسان کا نام کیوں نہیں؟  
میر کا تذکرہ نکات الشعراء ۱۶۵ء احسان کی ولادت سے قبل کا لکھا ہوا ہے اسلئے



۱۸  
اس میں احسان کا تذکرہ نہ ہونا باعث تعجب نہیں۔ یہی حال قائم کے محزن نکالت  
کا ہے چونکہ یہ بھی ۱۶۸۸ء کی تصنیف ہے۔ میر حسن کا تذکرہ طبقات الشعراء ۱۸۸۸ء  
سے ۱۹۱۲ء کے دوران لکھا گیا یعنی اس وقت جب احسان کی عمر نو دس سال کے  
کے لگ بھگ تھی۔

معاصر تذکرہ نگاروں میں ”مصحفی“ اور مرزا علی لطف کا احسان کے  
ذکر سے اغماض باعث حیرت ہے۔ مرزا علی لطف نے چونکہ علی ابراہیم خلیل  
کے فارسی تذکرہ سے استفادہ کیا تھا اس لئے ممکن ہے احسان کا ذکر نہ کیا ہو  
”مصحفی“ نے بھی غالباً رشک کے سبب ان کا ذکر اڑا دیا چونکہ مصحفی شاہ عالم  
کے بیٹے مرزا سلیمان شکوہ کی سہ کار سے وابستہ تھے اور احسان کا تعلق خاص  
شاہ عالم کے دربار سے تھا اس لئے ممکن ہے انھوں نے عمداً احسان کو نظر انداز  
کر دیا ہو۔ سید احمد دہلوی نے اپنے مختصر رسالہ ”مرتب زباں دہلی“ میں  
گزشتہ دہلی کی تصویر اس طرح کھینچی جس طرح شہر تے ”گذشتہ لکھنؤ“ میں  
کھینچی تھی۔ اس میں شاہ عالم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”عالی گیر شاہ عالم ثانی نے اس طرف پوری پوری توجہ فرمائی چوں کہ خود  
شاعر تھے اور شاعرانہ مذاق رکھتے تھے اس وجہ سے شعراء کی زیادہ خاطر  
مدارات اور قدردانی فرماتے تھے۔“

”آفتاب کا تخلص تھا چار دیو ان کہہ ڈالے تھے نثر میں بھی ایک ضخیم کتاب  
تصنیف کی تھی۔“

سودا، میر، نصیر، انشاء، اعظم، زار، ممنون، احسان، قاسم، فراق

یہ سب آپ ہی کے زمانے کے شاعر اور آپ ہی کی سلطنت کے مداح و دعا گو تھے جنہوں نے اپنے کلام سے اپنی بالغ نظری، عالی دماغی سے غضب ڈھایا تھا۔ مولوی فرحت اللہ بیگ نے اپنے مضامین کی جلد ششم میں حافظ عبد الرحمن احسان کی شاعری پر ایک تفصیلی مضمون لکھا ہے ان کے خاندانی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ان کی معلومات کا ماخذ آغا حیدر حسن صاحب سابق پروفیسر اردو نظام کالج کی یادداشتیں ہیں جن کا احسان کے خاندان سے تعلق ہے۔ فرحت اللہ بیگ صاحب کے مضمون سے احسان کے خاندان کی تفصیلات ہی نہیں معلوم ہوتیں ان کی شاعری کو سمجھنے میں بھی بڑی مدد ملتی ہے۔

ان کی شاعری ایک طرح سے جدید و قدیم کا سنگم ہے۔ مواد کے اعتبار سے یہ جدید ہے اور اسلوب کے اعتبار سے قدیم۔ جدید اس طرح کہ احسان کے کلام میں نہ صرف اس دور کی تحریکات اور رجحانات کا عکس ملتا ہے بلکہ عاشقانہ مضامین کے بیان میں بھی جدت ہے۔ بڑی چیز یہ کہ احسان نے قصائد نہیں لکھے وہ اظہار خیال کے لئے صرف "غزل کا سانچہ" استعمال کرتے ہیں لیکن اس "کوزہ" میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ ان کا جام غزل صحیح معنوں میں "جام جمشید" ہے جس میں مغل سلطنت کے زوال کی پوری جھلکیاں منعکس ہیں۔ بادشاہ کی بے بسی، امراء و عمائدین کی خود غرضی، عوام کی غیش پسندی سب ہی کو انہوں نے اپنی غزلوں میں بیان کر دیا ہے۔ ان کی غزلوں میں نظمیں کی سی "خارجیت" ہے۔



**خاندانِ افرحت اللہ بیگ** صاحب کے بیان کے بموجب احسان کے اجداد بخارا  
 امدہرات سے ہو کر تعلق کے زمانے میں ہندوستان آئے تھے۔ یہ دو بھائی تھے  
 جن کو عیسیٰ خاں (عیسوی خاں) اور موسیٰ خاں کے خطاب عطا ہوئے تھے۔ یہ خطاب  
 ان کے خاندان میں آخری زمانہ تک یعنی خاندانِ مغلیہ کے زوال تک رہے اس  
 خاندان کے ذمے سلاطینِ مغلیہ کے شانہ و ادب اور شانہ وادیوں کو قرآن شریف  
 پڑھانے کی خدمت تفویض تھی۔ چنانچہ احسان کے والد حافظ غلام رسول محمد شاہ  
 اور احمد شاہ کے زمانے میں شاہِ ندادوں اور شاہِ نادیوں کو قرآن شریف پڑھایا  
 کرتے تھے۔ احسان کے والد کا خطاب موسیٰ خاں محب الدولہ تھا جن کی شادی  
 قمر الدین خاں (وزیر محمد شاہ) کے فرزند بدر الدین خاں کی بیٹی سے ہوئی اور  
 ان ہی کے بطن سے ۸۶ھ میں حافظ عبدالرحمن خاں پیدا ہوئے یہ مکان  
 بدر الدین خاں کی وفات کے بعد ان کی بیٹی کے حصے میں آیا اور ان سے حافظ  
 احسان کو ترکہ میں ملا جو بعد ترکہ احسان کے خاندان کے قبضے میں رہا۔  
 حافظ غلام رسول کی قلعہ شاہی سے توسل کی گواہی اس دور کے اکثر تذکرہ  
 نگاروں نے دی ہے۔

اعظم الدولہ سرور ”عمدہ منتخبہ“ میں احسان کے والد کے متعلق کہتے ہیں۔  
 ”حافظ عبدالرحمن احسان خلف الرشید حافظ غلام رسول پیش امام حضور والا  
 اس کی تہذیب قدرت اللہ قاسم نے اپنے تذکرہ ”مجموعہ لغز“ میں اس طرح کی ہے۔

ان ہی موسیٰ خاں کے بھائی عیسیٰ خاں تھے۔ جن کا ایک نثری تعریف حصہ قلم و ہر افروز کو  
 حال ہی میں ڈاکٹر محمود حسین خاں صاحب سابق صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ لاہور نے  
 طبع کیا احسان نے اپنے ایک شعر میں عیسیٰ اور موسیٰ کو بڑی خوبی سے نظم کیا ہے۔  
 ”سوراج ہیں دل میں اور چشم بھی ہو ہے“ چشم مونا (آئینہ مندر کا عکس)

”پدرش بر پیش امامی حضور والا عز و امتیاز داشت و بہ دور و تقویٰ بقدر  
ہمت می گماشت“

”فاسم نے ان کے والد کا نام نہیں لکھا نسخہ کے تذکرہ سے ان کے والد  
کا نام حافظ غلام رسول خاں معلوم ہوتا ہے۔  
خود احسان نے اپنی عالی نشی کا ذکر ایک قطعہ میں اس طرح کیا ہے۔

## قطعہ

ہوں فضل حق سے وہ دیکھتا ہے فضل	افضل سمجھتے ہیں میرے طالب شاہ و گدا
ایسا ہوں میں یگانہ آفاق ہاں نہیں	مجھ سناو اس سراے پہنچی میں دوسرا
طوطی ہند کہوے تھے جگ جگ قبیلیاں	کہتی ہے روح بلبل آمل کے مر حبا
احسان نہ ملک محن طبع رسا ہوں میں	ٹھیرا ہوں نار سائی طالع سے نار سا
اب تو نسب کو سن کہ میرا جد ہے باقیں	عم رسول حضرت عباس با خدا
لیکن ہوں تیرے سامنے بے قدر استقد	تیرا نہیں گناہ مری ہے ہی سزا
جرم من است پیش تو از قدر من کم است	خود کردہ ام پسند خریدار خویش را
دوسرے قطعہ میں خاندانی نجابت اور وجاہت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔	

## قطعہ

شاہ جیلاں کے غلاموں میں ہم ہیں	رتبہ اپنا ہے بلند اور ولی ہمت پست
ہمت پست سے کچھ اپنی میں سدہ نہ رہی	رہی سے خانہ عصیاں میں بدم اپنی نشست

لے باد جو کہ اسان کو شاہی دربار سے توسل تھا لیکن انھوں نے اپنے کلام میں اکثر جگہوں پر شاہ وقت پر چنیے ٹٹلے  
”طریہ اور خویش میں“ بھی ہی طنز ہے۔



ہم ہوں دو چار عدد گرچہ ہوں بس بیخوار  
 ہم ہی غالب رہیں اغلب کے نہ ہو گاہِ محنت  
 ماہر جا کہ نہادیم قدم فتح شد  
 غالباً ہمت صاحب نظری بابا ہست  
 فرحت اللہ بیگ صاحب نے ان کے والد کا نام موسیٰ خاں اور خطاب محب الدولہ  
 بتایا ہے ان کے چچا کا نام عیسیٰ خاں تھا جن کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے ایک  
 تہری قصہ بھی لکھا تھا۔

دہلی میں عیسیٰ خاں اور موسیٰ خاں دو بیہائیوں کی موجودگی کا ذکر ”آب حیات“  
 میں بھی ملتا ہے۔ شاہ فیض کے حالات میں آزاد لکھتے ہیں۔

”عیسیٰ خاں اور موسیٰ خاں دو بھائی دہلی میں تھے مال و دولت کی بابت دونوں  
 میں جھگڑا ہوا عیسیٰ خاں ناکام ہوئے موسیٰ خاں نے کچھ عدالت اور لچھہ حکمت علی سے  
 سارا مال مار لیا۔ شاہ صاحب نے بطور ظرافت چند شعر کا قطعہ لکھا جس کا ایک مصرع ہے۔  
 ہوئی آفاق میں شہرت کہ عیسیٰ خاں کا گھر موسیٰ۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان دہلی میں صاحب ثروت تھا۔ گارسان وی تاسی  
 نے بھی اپنے تذکرہ میں احسان کے ضمن میں لکھا ہے کہ وہ

”احسان شاہؒ میں بادشاہ کے دربار میں ایک بڑی خدمت پر مامور تھے۔“

اس طرح احسان کا خاندان دہلی کا متمول اور صاحب ثروت خاندان تھا جس کے  
 اکثر افراد شاہی دربار میں بڑی بڑی خدمتوں پر مامور تھے۔

احسان کی ولادت فرحت اللہ بیگ صاحب کے بیان کے  
 بموجب ۱۸۳۳ء میں ہوئی لیکن لالہ سرفراز رام کے بیان

سے ”آب حیات“ میں یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ وہ نوں بھائی شاعر تھے ایک کا تخلص آفاق اور دوسرے کا شہرت تھا۔ اس خط میں  
 آزاد کو حصار ہوا۔ یہ دو بھائی آفاق اور شہرت دوسرے تھے جو بہادر چند دلال کے زمانے میں حیدر آباد آئے تھے  
 جس کا بہادر ماہ نے درج کیا۔ اس مقرر کر دیا تھا۔ ملاحظہ کیجئے غزلار آصفیہ صفحہ ۲۵۲ و تذکرہ شعرائے دکن معصف  
 عبدالحامد ملک پوری۔

کے مطابق احسان نے ۱۲۶۶ء میں پچاسی سال کی عمر میں وفات پائی جس کی رو سے احسان کا سنہ ولادت ۱۱۸۲ھ قرار پاتا ہے۔ ادویوں یہ امر مسلمہ ہو جاتا ہے کہ احسان نے تین بادشاہوں شاہ عالم ثانی، اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر کا زمانہ دیکھا۔ ان کی استعداد علمی کا لوہا تقریباً سب ہی سوارخ نگاروں نے مانا ہے۔

لارہری رام لکھتے ہیں۔

”علوم متداولہ اور فنون نفیسہ میں کامل دستگاہ تھی“

قادر بخش صابر کا بیان ہے

”مصدر علم و معدن حلم“ تھے۔

استاد شاہ | دثوق سے تو نہیں مگر تقریباً سب ہی تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ احسان شاہ عالم کے منجھلے بیٹے مرزا قادر بخش فرزند بخت کی سرکادیں ”مختار“ کے جہد سے پر فائز تھے۔ لیکن ہر ایک تذکرہ نگار نے شاہ عالم کی شعری محفلوں سے انکی وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو شاہ عالم ثانی آفتاب کے استاد کے بارے میں مختلف رائیں ہیں کسی نے مجلس کی نے انشا اور کسی نے سودا کا شگرد بتایا ہے۔ اکثر تذکرہ نگار اس بات میں خاموش ہیں اور کسی نے ان کے استاد کا نام نہیں لکھا۔ محمد حسین آزاد اور شیخ چاند نے مرزا رفیع سودا کو اس عہدہ پر فائز کرنا چاہا۔ لیکن فیلق انجم صاحب کی حالیہ تصنیف ”سودا“ میں اس روایت کی تردید ملتی ہے احسان سے تلمذ کا پتہ اندرونی شواہد سے اور سلاطین زادوں مرزا معز الدین ثابت اور مرزا قادر بخش صابر کے بیانات سے چلتا ہے۔



مرزا مسعود الدین ثابت نے اپنے دیباچہ میں صاف صاف اعتراف کیا ہے کہ

”اعلیٰ حضرت ایشان را استاد خود می فرمودند“

شاہ عالم کی مجلس خاص کے بارے میں مرزا ثابت لکھتے ہیں۔

”جب دیوان عام سے سب مجرائی سلام کر کے رخصت ہو جاتے تو بادشاہ

حل سرائی میں جاتے اور کھانے سے فارغ ہو کر حل سرا

میں استراحت کے لئے آتے اُس وقت حافظ عبد الرحمن اور کچھ

اور عمائدین موجود ہوتے شاہ عالم کو شعر و سخن سے دلچسپی تھی اگر کوئی مصرعہ

موزوں کر لیتے تو حافظ صاحب سے دوسرے مصرعہ کی فرمائش کرتے اگر کوئی شعر موزوں

ہو جاتا تو غزل کی تکمیل کی فرمائش ہوتی اس وقت حافظ احسان جس سرعت کے ساتھ شعر

کہتے جاتے اس کے بارے میں مرزا ثابت لکھتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کی

پیلے سے کچی ہوئی غزل کے اشعار ہیں۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے مصرعہ دیا

صبح بھی بوسہ تو دیتا نہیں اسے ماہ مجھے

احسان نے فی البدیہہ کہا

نامناسب ہے میاں وقت سحر گاہ نہیں!

ابو محمد خاں داروغہ خاصہ اور نور علی خاں وغیرہ جو حاضر تھے تعریف کرنے لگے اس

پر مرزا ثابت نے اعتراف کیا کہ ”وقت“ اور ”گاہ“ دونوں ہم معنی واقع ہوئے ہیں

یا تو وقت ہونا چاہیے یا ”گاہ“ اس اعتراف پر احسان نے تبسم کیا اور کہا کہ حضرت

ابھی علم شعر سے نااہل ہیں اور یہ علم بغیر استاد کامل کی مدد کے حاصل ہونا دشوار بھی ہے۔

بادشاہ نے بھی احسان کی تائید کی اور کہا کہ ”حافظ“ ”بیو“ اپنے وقت کے استاد ہیں۔

بیج جانے یہ لفظ نہیں کہہ سکتے۔ ثابت نے پھر اصرار کیا کہ یہ لفظ فارسی ہے جب تک ولایت کے کسی استاد نے نہ باندھا ہو اعتبار کے قابل نہیں۔

احسان نے شہزادہ کو مطمئن کرنے کے لئے صائب کا یہ شعر سنایا

آدمی پر چو شہود حرص جو اں می گردد

خواب در وقت سحر گاہ گراں می گردد

بادشاہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا ”ہم نہیں کہتے تھے کہ ان سے خطا نہیں ہو سکتی۔

مرزا ثابت کو پھر بھی اطمینان نہیں ہوا انھوں نے کہا ”قبلہ عالم یہ شاعر ہیں خود

تصنیف کر کے پڑھ سکتے ہیں اس جواب پر بادشاہ برہم ہوئے اور جواب جاہلانہ باشعور

کہہ کر چپ ہو گئے لیکن احسان کے دل میں غلش باقی رہی چنانچہ دوسرے دن جب وہ

غفل خاموش تھے تو حیاتی گیلانی علی نقی اور اشرف تزدینی کے اشعار بھی سند کے لئے

لکھ لائے۔

ایک اور واقعہ اس طرح کہلے کہ شاہ عالم نے ایک مصرع کہا

”خدا یا نہ دارم سوا تو کسے را“

لیکن بادشاہ کو اس شعر میں شبہ تھا کہ ”سوا تو“ کی ترکیب درست ہے یا نہیں

جب حافظ احسان سے پوچھا تو کچھ اور لوگ جو موجود تھے اس کی تصدیق کرنے لگے

لیکن بادشاہ نے انھیں یہ کہہ کر چپکا کر دیا کہ ”میں ان سے پوچھ رہا ہوں“ حافظ

احسان نے جواب دیا ”پیر و مرشد درست ہے“ اور ساتھ ہی شافی تکلید کا یہ

شعر سند کے لئے پڑھ دیا۔

من جان نہ دہم بکس سوا تو      تو دل نہ دہی بکس سوا من



ان بیانات کی صدیقین خود پریم محمد زکی کے دروازہ پر دروازے کے سامنے  
 سے بھی ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ عبد الرحمن خان احسان سفر  
 و حضر میں شاہ عالم کے ہمد و مجلس تھے چنانچہ ۱۱۹۸ھ جب شاہ عالم دہلی سے  
 آگرہ کو کوچ کر رہے تھے حافظ عبد الرحمن احسان ان کے ساتھ تھے۔ اس کے  
 متعلق فراتی لکھتا ہے۔

”بہ جمیع خدام و مقربان مخاطب بہ حافظ عبد الرحمن شدہ فرمودند کہ  
 انشاء اللہ حالا بہ بینید چه قسم در کون شمایان چوب از لنگوٹہ بنداں (کہ مراد  
 از مردم جنوب است) می کنانم“  
 حافظ در جواب گفت

”خیر حضرت ہر چه می خواہند بدست خاص چرانی کنند کہ از دیگران می کنانند“  
 ان اندرونی شواہد سے احسان کی شاہ عالم کے دربار سے وابستگی اور  
 شاہ عالم کا ان سے تعلق مسلم ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تعلق کب  
 سے قائم ہوا؟ چونکہ احسان کے والد کی قلعہ میں آمد و رفت تھی اس لئے قیاس  
 چاہتا ہے کہ احسان کم عمری ہی سے قلعہ سے وابستہ ہو گئے ہوں گے۔ اس کی  
 گواہی اعظم الدولہ سرور بھی عمدہ نتیجہ میں ان الفاظ میں دیتے ہیں۔  
 ”از مفرسخی بہ شعر گوئی فارسی و ریختہ ذوق داشت“

شاہ عالم کے دہلی آنے کے بعد احسان ان کے دربار سے وابستہ رہے۔  
 احسان کے دیوان میں شاہ عالم کی صحت یابی کے موقع پر کہا گیا ایک ”مسدس“  
 جشن عید پر کبھی گئی ایک رباعی اور نخت طاوس تیار ہونے پر شاہ عالم کی وفات

سے ملاحظہ کیجئے ”وقائع عالم شاہی“ صفحہ ۱۱۱

پر لکھا گیا ایک فارسی قطعہ مناسب ہے۔ ایک دوسرے قطعہ میں شاہ عالم سے اپنی  
عقیدت اس طرح ظاہر کی ہے۔

قطعہ

آفتاب فلک سلطنت عز و علا      شاہ عالم کہ وہ تھا محزون احساں میرا  
میں جو دربارِ معلیٰ میں نہ ہوتا کہتے      کیا سبب ہے کہ نہیں آج وہ احساں میرا  
لے فلک تو تو رہے اور نہ رہے افسوس      وہ سخن سنج، سخن فہم، سخن داں میرا  
مثل شب گر ہوں سیاہ پوش مجھے لائق      کہ جد امجد سے ہے وہ ہر درخشاں میرا  
ایک اور شعر میں اپنے استاد شاہ ہونے کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

ہوں شہ ہند کا استاد یہ ہے فقر مجھے      شہرہ میرا تو شہناشاہہ ایران گیا  
شاہ عالم کے زمانے میں احسان کا اثر و اقتدار تھا۔ بعض امرا کی ریشہ دوانیوں  
کو بھی احسان انچاہشیں سمجھتے تھے نجف خاں کے اقتدار پر احسان نے اپنی شاعری میں  
چھینٹے اڑائے ہیں  
ایک جگہ لکھتے ہیں۔

مگر تیغ کھینچے گا کھینچے جائے گا میاں

ہے کمپنی کا دور نجف خاں کا ہو چکا  
معلوم ہوتا ہے کہ نجف خاں کی حرکات سے احسان خوش نہیں تھے کیونکہ  
بقول بعض مورخین کے مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت اسی نجف خانی طائفہ کے  
افراد کی نازیبا حرکت تھی۔ دوسری جگہ نجف خاں کے ظلم کی طرف اس طرح اشارہ کیا  
تمام جزد کل نے کیا حکم اس طرح      اشرف کا شکیب اور زل کا اضطراب

اسے نجف خاں دور شاہ عالم کا ایک طاقتور امیر تھا شاہ عالم جب دہلی آئے تو نجف خاں بھی ہر گاہ تھا یہاں آکر اس نے  
جاؤں سے سر کر کے لڑائیاں لڑیں اور آگرہ میں شاہی پرچم نہرا دیا اس کے مدد میں امیر الامرا کا خطاب عطا ہوا۔



ایک روز میں نے منعم سلول سے کہا اے سنگ دل پہل سے تیرے دل کا اضطراب صد کوہ جرم سر پہ نہیں تھکے کچھ قلق غافل فقط ہے ایک مرضی کا اضطراب نجف خان نے مرضی سے ۱۹۷۷ء میں انتقال کیا۔ منعم سلول اسی کی طرف اشارہ ہے۔

شاہ عالم کے زمانے میں انگریزوں کے اقتدار سے بھی احسان ناخوش تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں  
 بے دین گلا گھونٹیں میں دین نبوی کا یارب یہ گلو جلد خنا زیر سے چھوٹے  
 شاہ عالم کے دور میں ”مرہٹہ گردی“ اور ”انگریزوں کی حکمت عملی سے احسان  
 رنجیدہ تھے غزل کے رزمیاتی انداز میں مسلمانوں کے زوال اور پریشانی کا نقشہ  
 کتنے اچھے انداز میں کھینچا ہے۔

یارب میں کہاں جاؤں کہ ہر دم بت کافر ایذا مجھے دیتا ہے مسلمان سمجھ کر  
 احسان ایک اچھے شاعر ہی نہیں بلند پایہ عالم بھی تھے  
**احسان کا علم و فضل** بقول پروفیسر سر سوری

”ان کی شاعری کی شہرت کو ان سے کبھی شہرت نے ماند کر دیا اور یوں  
 ”عالم احسان نے شاعر احسان کو نظروں سے اوجھل کر دیا۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ احسان کی فارسی، عربی میں قابلیت مسلم تھی۔ علاوہ  
 ایک انھوں نے فن شاعری کو بطور مہنہ اور علم کے سیکھا تھا۔ صنائع و بدائع پر گہری  
 نظر تھی۔ علم عروض کے استاد تھے۔ چنانچہ ان کے کلیات میں جو آغا حیدر حسن صاحب کی  
 ملکیت ہے اس کا التزام رکھا ہے کہ غزل اور قطعہ کی ابتداء میں بحروں کے نام

اور شعری اوزان دے دے ہیں مثلاً

(۱) بحر رمل مشمن فاعلاتن ، فاعلاتن ، فاعلاتن ، فاعلن

مصوف رخ مت چھپا میری نظر سے پشتر دل میرا زیر و زبر ہے اس خطر سے پیشتر  
ایضاً

دیکھو میری طرف سچ کہو اے اختر نشاط کیوں فلک کو تم نے دیکھا میرے اختر میکہ

(۲) بحر ہرج مشمن اخرجہ ملفون ، مخذوف اوزانہ ، مقعول ، فاعل ، مقاعل ، فاعل

کوٹھے پہ چڑھا کیجے میری جان بھکر پریاں نہ آتیں برستان بھکر

یہ قیس وغیرہ تو سب ہی ہیں لڑکے بیٹھا ہوں الگ انے کچر گھان بھکر

(۳) بحر جث مشمن محجوں مقطوع

مفاعلن ، فاعلاتن ، مفاعلن ، فاعلان

ہوا ہے زرد میرا غم سے جسم زار دیرنغ بنت پھولی ہے لیکن نہیں ہے یار

(۴) بحر رمل سدس محجوں مقصور ارکان

فاعلاتن ، فاعلاتن ، فاعلات

ایسی محفل کا ہی دیوانہ ہوں

رنگ سبز آنکھوں میں آنسو احسان

ہم ہرے اور بھرے بیٹھے ہیں

اس طرح پورا دیولن ترتیب دیا ہے۔ اردو کی مستعملہ انیس سھروں کے علاوہ انھوں

نے زحافات سے لے کر اضافے کئے ہیں۔ جب ہی امام بخش صہبائی جیسے عالم

بھی ان کی اسادی کا لوہا مانتے تھے انھوں نے اپنی تصنیف "معیار البلاغت" میں جا بجا

احسان کے شعروں کے حوالے دیئے ہیں

صفت اشتقاق کے بیان میں احسان کا یہ شعر لکھا۔

تو ہاگ اور جاگ ہم کو کہ پیر ہم نہ تا مشر نہ باگیں گے جگائے سہ کر کے



احسان الفاظ کے استعمال میں بڑی احتیاط برتتے تھے اس کا التزام رکھتے تھے  
 کہ کوئی لفظ اختلاف قاعدہ منقذین نہ ہو ان کا ایک شعر ہے  
 ”بس کہ ہے صحت الفاظ کا دعویٰ جھکو رشک سے یا رغلط کہتے ہیں دیوان میرا!  
 دوسرا شعر ہے

”سچی خانہ ہے میرے خانہ نہیں کچھ اس میں ہو گیا کوئی سچی خانہ کو سوچا تو وہاں سچ ہی کہتے ہیں  
 ”سچی خانہ“ کے متعلق نوٹ دیا ہے۔

”از مصنف دیوان ہذا شخصی پر سید کہ ”سچی خانہ“ کو سید گویا اس فی الید یہ کہتے  
 وبعد از مدتی در مرآت الاصطلاح آنند رام غلطی کہ استاد معتبر است چون دیدہ  
 شد نوشتہ کہ در ہند ہم ہیں گویند بالفعل اکثر یہ علمی نمیداند“

حافظ بلا کا قضا اور اشعار کثرت سے انہی پر تھے جس کا ثبوت مرزا ثابت  
 کے بیان سے ملتا ہے۔ احسان کو مطالعہ کا بھی شوق تھا خود ایک شعر میں لکھتے ہیں  
 ”بھٹے زینت دنیا ہیں شمع اہل علم دوشالے میں نہ خریدوں کتاب کے بدلے  
 فرحت اللہ میگ صاحب نے انعام حیدر حسن صاحب کے حوالے سے ایک  
 روایت بیان کی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق

”اس خاندان میں اگر کوئی سب سے زیادہ قابلِ قدر چیز تھی تو وہ ان کا  
 کتب خانہ تھا جو خدایں میں تباہ ہو گیا“  
 انھوں نے یہ بھی لکھا کہ

”بادشاہ کی سواری جب شہر میں سے گذرتی تو امراء اپنے دروازوں  
 پر نذریں لے کر کھڑے ہو جاتے شہر میں صرف حافظ عبدالرحمن خاں ہی ایسے

تقریباً گویہ نذر مصافحہ تھی ان کو نند کی بجائے کوئی قیمتی کتاب پیش کرنی پڑتی

جیسا کہ بیشتر لکھا جا چکا ہے حافظہ عبد الرحمن خاں احسان نہ صرف شاہ عالم کے استاد تھے بلکہ ان کے بچھل لڑکے ایزد بخش عرف مرزا تیلی کے مختار بھی تھے۔ مرزا تیلی کی توفیق میں ان کے دیوان میں جا بجا اشعار ملتے ہیں۔ ایک قطعہ میں اس طرح تعریف کی ہے۔

ودۃ القلوب شہانِ فخر زماں ایزد بخش  
جس گھڑی ہو دے گہرِ ریز تیرا برکرم

فخر ہے فخر تیری مدح سہرائی مجھ کو  
ہاتھ پھیلا کے کہے حاتم طائی مجھ کو

ایک جدت دیکھئے !

### قطعہ

کہا جو میں نے نہ اہل زمین کو دے گردش  
یہ سن کے مجھ کو لگا کہنے آسمان تم کون؟

کہا یہ میں نے ہوں اس خواب کا استاد  
غلام جس کا یہ کہوے شہان کو اہل تم کون؟

طفیل صاحب عالم محمد ایزد بخش  
نہ کہہ سکے مجھے ہرگز فرشتہ خاں تم کون؟

اپنی استاد پر جگہ جگہ غور کرتے ہیں ایک شعر میں استاد کا مرتبہ اس طرح بتایا ہے

سہ ہی انسان ہے احسان کہ جسے علم ہے کچھ  
حق یہ ہے باپ سے افزو ہے اس کا حق!

اپنی قاعدہ دانی پر غور دیکھئے !  
وجہ یہ ہے کہ مجھے قاعدہ داں کہتے ہیں

چشمِ دینی کو تری میں نے کیا صاف لطف  
قیس گستاخ کی یہ بات نہ بہائی مجھ کو!

اور سہ ہو کہ شاگرد لکھا خط میں جی مجھ کو  
گرچہ استاد ہوں شاگرد شہا جانتے ہوا

اور اور یہ اور عنایت ہے گداہ اپنے  
شاگردوں کو اس طرح یاد کرتے ہیں

لے احسان کے چچا سیوی خان نے "قصہ دہرہ ہر افزو" اسی موقع کہنے لکھا تھا کہ اس میں بقول ڈاکٹر مسعود بین خاں لال قلعہ کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

لے احسان نے کبھی قصیدہ نہیں کہا مدوح کی تعریف اکثر غزل کے قطعہ بند اشعار میں ملتی ہے۔



مسیحی مسیح سے جس کی سب جوانی  
 دو لکھ دو لکھ میں وہ شاعر دیا دے ہیں  
 ایک فارسی قصیدہ اکبر شاہ ثانی کی مدح میں لکھا ہے جس میں صاف طور پر اپنی  
 استاد کی کا ذکر کیا ہے شعر یہ ہے۔

تلمیذ من است و باتمیز است      ددر حصر حصار وقت عزیر است!  
 شاہ عالم کا انتقال ۱۸۵۶ء میں ہوا۔ احسان نے ایک قطعہ وفات بھی لکھا ہے۔  
 بکس آہ و بگو تارنج احسان      کہ شد فردوس منزل شاہ عالم  
 احسان، مرزا تلی کے مختار تھے اسکے باوجود اکبر شاہ ثانی انھیں اپنا بزرگ اور  
 استاد مانتے تھے۔ اس کا ثبوت احسان کا وہ قطعہ ہے جو انھوں نے اکبر شاہ ثانی کی  
 مدح میں لکھا ہے۔ اس سے یہ بھی ہویدا ہوتا ہے کہ اکبر شاہ ثانی کسی بات پر احسان  
 سے ناراض ہو گئے تھے۔ قطعہ یہ ہے۔

قطعہ

ہوں شہ ہند کا استاد یہ ہے فخر مجھے      شہزہ میرا تو شہا تاشہ ایران گیا  
 غرض غماز پذیر جو ہوئی حق میں مے      کیا گیا میرا مگر اس کا ہی ایمان گیا  
 حکم والا یہ ہوا شہر میں احسان نہ ہو      سن کے اس حکم کو ایک شہر کا اداں گیا  
 اے شہنشاہ جہاں قدر شناس احسان      خلق کیا کہو گی اس حکم کو میں مان گیا  
 شہر وہ کیا ہے کہ جس شہر میں احسان ہو      قلعہ وہ کیا ہے کہ جس قلعہ سے احسان گیا  
 اکبر شاہ ثانی کی ناراضی کی وجہ مولوی فرحت اللہ بیگ کے خیال کے مطابق احسان  
 کی برکت علی خاں برکت سے دوستی تھی جو انگریز ریزیڈنٹ جنرل اکبر ٹوٹی کے پیشکار تھے۔  
 اس میں شک نہیں برکت علی خاں برکت کی دوستی احسان سے تھی بعض اشعار بھی احسان نے

ملہ شرف "د" (انڈیا آفس)

مے ہو سکتا ہے کہ احسان اپنے آقا اور شاگرد مرزا تلی کی بادشاہت کے حق میں ہوں مگر مرزا تلی کے انتقال کے بعد اکبر شاہ ثانی  
 احسان پر بہانہ ہو گئے تھے۔

برکت علی قافل بخت کو مخاطب کر کے کہے ہیں ممکن ہے اکبر شاہ ثانی کو یہ خیال ہو کہ احسان  
مرزا نیلی کے ہوا خواہ ہیں۔

شہزادہ ایزد بخش مرزا نیلی کا ۱۲۴۹ء میں انتقال ہو گیا اسکے بعد اکبر شاہ ثانی کے  
تعلقات احسان سے بحال ہوئے اور پھر سے قلعہ میں ان کی آمد و رفت ہو گئی دوبارہ  
بادشاہ رس ہونے پر شادمانی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں اس میں صنعت و لفظی کی حد تک  
غزل میں قطعہ بند اشعار ملتے ہیں۔

نقدی داغ دل غم الفت میں مل گئی	دولت لکھی تھی جو مری قسمت میں مل گئی
میں یار لکھنوں یار تو پڑھ کر خفا ہوا	خوبی شکر ساری شکایت میں مل گئی
مکھی تو نقطہ چالی مرا اس میں کیا تصور	ظالم صداقت اپنی صداقت میں مل گئی
بابت کی دال مری لکھی بدتر مجھے کیا	اصلاح خوب آج تو بابت میں مل گئی
پھیلی سیاہی عین کی ڈالی ہے اس پہ خاک	یوں خاک تیری عین عنایت میں مل گئی
مدد شکر بادشاہ کا مجرا ہوا نصیب	دولت لکھی تھی جو مری قسمت میں مل گئی

بادشاہ کی ناراضی کے زمانے کی کیفیات دیکھئے۔

سچ نہ ہو تو تیرا جھوٹا ہی پیام آئے ہوئے	مجھے جینے کا بعد کچھ نوسہ ہمارا ہوئے
زندگی ہو چکی اشراف کی اے بندہ نواز	سخت مشکل ہے جو پایہ پر رز اللہ ہوئے
یہ ستانے سے میرے تجھ کو ہے حاصل ظالم	تجھے موزی کہے خلقت مجھے ایذا ہوئے
زندگی کیوں کہ ہو جب تیری طرف ظلم	نہ تھی نہ تنگی نہ دلاسا ہوئے

کس خوبی سے بادشاہ کو اس ظلم سے روکتے ہیں اس کا انداز غزل کا ہے۔  
میں دعا دوں تو کہتا ہے ہر شب ظالم کون کو سے ہے کھڑا یہ پس دیا ر مجھے



اپنی حرمت کی قسم گرتور کھے مجھ کو ذیل  
 اپنی عزت کی قسم گرتور کھے خوار مجھے  
 تجھ کو کھسمرہ کی قسم دل میں نہ رکھو غبار  
 تجھ کو آنکھوں کی قسم رکھو تہ بیمار مجھے  
 گردش انجم و افلاک سے سب خاک ہوئے  
 نظر آتا ہی نہیں اب تو کوئی یار مجھے  
 محض عیش میں جب یا موندیکھے احال  
 حلقہ ماتم کا ہوا حلقہ اغیار مجھے

**سفر لکھنؤ** | اکبر شاہ ثانی ہی کے زمانے یعنی ۱۵۵۶ء میں احسان لکھنؤ بھی گئے تھے اس زمانے میں فضل علی خان اعتماد الدولہ وزیر تھے۔ احسان کے دیوان میں فضل علی خاں کے والد غلام حسین کی بنا کردہ مسجد کی تعمیر کے متعلق ایک قطعہ تاریخ ملتا ہے۔ نیز ان کے خسرو اب صادق علی خاں کے نام ایک مظلوم رقعہ بھی ملتا ہے۔ احسان کی ایک غزل ناسخ کی زمیں میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے احسان نے وہاں کے مشاعروں میں شرکت کی تھی۔ لیکن یہ وہاں زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکے ۱۸۲۹ء میں واپس ہو گئے ۱۲۴۶ھ

**ذوق اور نصیر سے مطاحات** | اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں ذوق کو قلعہ شاہی سے توسل ہو گیا۔

ذوق کے قصیدہ

جب کہ سرطان واسد ہر کاٹھیر اسکن آب و ایلولہ ہوئے نشو و نما گلشن  
 اوجر بادشاہ نے ذوق کو ”خاقانی ہند“ کا خطاب عطا کیا۔ اسی زمانے سے احسان کی ذوق سے شبکیں شروع ہو گئیں جو بہادر شاہ ظفر کے عہد میں کافی بڑھ گئیں جس کا ذکر آگے آئے گا۔

**شاہ نصیر سے مطاحات** | شاہ عالم آفتاب کے زمانے سے شاہ نصیر کی قلعہ

میں آمد و رفت شروع ہو گئی جو ۱۳۳۷ء تک رہی جس کے بعد نصیر چند ولال کی دعوت پر حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہیں رہ گئے اس سے پیشتر تین مرتبہ حیدر آباد آئے لیکن جم کے نہ رہ سکے ۱۳۳۸ء میں چند ولال کے درباری شاعر قیس کا انتقال ہوا اسکے بعد نصیر کے قدم جمے

۱۳۳۹ء سے پیشتر نصیر کو قلعہ کے مشاعروں میں شرکت کرنی پڑتی تھی اسکائے دونوں استادوں کی ایک ہی طرح میں غزلیں ملتی ہیں۔ ایک شاعرے میں طرح کا مصرعہ تھا

”خدا جانے کیا اس کا انجام ہوگا“  
نصیر اور احسان دونوں نے غزلیں لکھیں اس میں بھی احسان نے رعایت لفظی کا التزام رکھا ہے  
مثلاً

جو بھل تو کرتا ہے بھم اللہ اے شوخ ترے کام میں میرا بھی کام ہوگا

اور

یہی دل اگر ہے یہی بے قساری تہہ خاک بھی خاک آرام ہوگا  
احسان کی مندرجہ ذیل غزل بھی غالباً شاعرہ کی ہے اسی زمین میں نصیر کی بھی ایک غزل ملتی ہے۔ فرحت اللہ بیگ نے دونوں کے ہم قافیہ اشعار یکجا کئے ہیں جنہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ احسان اور نصیر ایک ہی پایہ کے شاعر تھے۔ غالباً اسی زمانے میں نظام الدین ممنون سے بھی مقابلے ہوئے تھے۔ کیوں کہ ممنون اور احسان کی اکثر غزلیں ایک ہی زمین میں ہیں لیکن بقول فرحت اللہ بیگ جو قافیہ



احسان نے باندھا ہے اسے جمنون نے چھوڑ دیا۔

بہادر شاہ ظفر کا عہد بہادر شاہ ظفر جب سربراہی سلطنت ہوئے  
۱۸۵۳ء احسان کی شاعری کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا۔ بہادر شاہ ظفر کے تلمذ کے  
۱۳۵۳ء سلسلے میں دوش سہ پہلے کا نظم جبین بقرار اور شاہ نصیر کے نام لکھے جاتے ہیں حال ہی  
میں خواجہ تھوڑی سن نے قدرت اللہ قاسم کے تذکرہ مجموعہ نغز کے حوالے سے میر غوث  
عشق کا بھی نام لکھا ہے ممکن ہے ظفر نے احسان کی شاگردی نہ کی ہو لیکن احسان کے  
کلام میں ایسے واقعی شواہد ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ظفر کے عہد میں بھی  
احسان کو قطعہ شاعری اور ادبی حلقوں میں امتیاز حاصل تھا۔ احسان کے کہے ہوئے  
مختلف قطعات ملتے ہیں جو انھوں نے وقتاً فوقتاً بادشاہ کی خدمت میں گزارے ہیں  
ایک قطعہ میں تخت نشینی کی تاریخ نکالی ہے۔

خسر و خسرواں بہادر شاہ گشت چو بادشاہ ہندوستان  
سال تاریخ سلطنت گفتسم خسر و عہد والی دوراں  
ایک اور قطعہ بادشاہ کی صحت یا بانی کے موقع پر پیش کیا ہے۔ ایک قطعہ تعریف  
میں ہے جو بوجھ ملح معلوم ہوتا ہے اس میں صنعت حسن فصیل کو بڑی خوبی سے برتا ہے  
لکھتے ہیں۔

خطبہ میں تیرے نام کو سنکر شہ دوراں کچھ منبر و مسجد ہی بنا لیدہ ہیں یکہ شہت  
محراب کا یہ عالم ہے اے قبیلہ عالم سنہ تیری طرف اور ہے کعبہ کی طرف پشت  
ایک قطعہ میں بادشاہ پر طنز کیا ہے اس "باغیانہ سرشت" میں وہ غالب کے  
پیش رو معلوم ہوتے ہیں۔ لطف یہ کہ "سانچہ" غزل کا ہے۔ دو تین طنزیہ شعر دیکھئے

مکمل حکم ہے یہ اس طرز نظر پر احسان  
 تو بھی شاعر ہے سنا آن کر اشعار مجھے  
 باز آیا میں تیرے حکم سے اے یکب خرام  
 روغن قاذنہ مل لے بت عیار مجھے  
 یہ کبوتر کا اڑنا ہے اگر ہوسہل نگار  
 سوچنے چاہیے اب معنی تہہ دار مجھے  
 اس کے بعد غزل کا انداز ہے۔ مثلاً

عید کی شب بھی میر نہیں دیدار مجھے      ناخن شعر ہے یہ مادہ تو اے یار مجھے  
 میں ہوں وہ داغِ محبت کہ نہ چھوٹوں مائے عمر      گر کیلجے سے لگائے کوئی اک بار مجھے  
 بادشاہ پر چوٹ دیکھئے !

فطرت سے یہ فرمایا طہر نے احسان      ہم تمہیں جانتے ہیں تم ہمیں کیا جانتے ہو  
 عرض کی میں نے کہ میں ذرہ ہوں اور تم خورشید      فخر ذرہ ہے کہ ذرے کو ذرا جانتے ہو  
 اور یہ اور عسائیت ہے گدا پر اپنے      گر چہ استاد ہوں شاگرد شہا جانتے ہو  
 بعض بعض جگہ اس زمانے کی افرا تفری اور سیاسی بد حالی کا نقشہ بھی کھینچتے ہیں۔

مثلاً

یہ دور آیا کہ مختاری کو دوڑے      شہ دوراں کی ہم بقال و بواب  
 نہر غرہ گو ہیں غرہ میں حاکم      بنے ہر مسلخ گو قصاب و بواب  
 بس اب تو بہ گناہوں کی تو ہے      الہ العالمین غفار و تواب  
 ظفر کے زمانے میں قلعہ میں ذوق کا طوطی بولنے لگا یہ چیز احسان کو کھلی



اسی لئے انھوں نے ذوق پر چھینٹے اڑائے۔ ان کی نوعری میں شہرت کا مذاق اس طرح اڑایا ہے۔

وہ طفل بھی ہیں قاعدہ داں آج بن گئے  
ہے کل کی بات جن کا سبق دل، ذال تھا

کبھی کہتے ہیں۔

بے مغز خود نما و تنگ ظرف و تنگ دل      یک دست پایا شیخ کو ہر سہر باب کا!  
ذوق قلعہ میں ”سلطان الشعرا“ کہلاتے تھے۔ مندرجہ ذیل اشعار میں صاف  
چوٹ کی۔

کسی کو یہ دعویٰ ہے کہ شاہ شاعران ہیں ہم      مبارک ہے کہ انکو ہم نے بھی صاحب قباں باندھا  
اگر شیخی کرے داعی بجا ہے اس کا دورہ ہے      کہ اکثر شیخ چلی نے بھی چلے بکمان باندھا  
کبھی بے نیازی اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں

تجھ کو ہی شاہ کا جہاز مبارک ہم دم      یعنی واقف نہیں اس طور کے دستور سے ہم  
پاس خاطر ہو جسے اپنی ہم اسکے ہیں غلام      اس کو اہلہ تسلیم کریں دور سے ہم  
خاک پا اسکے ہیں جو اپنا رکھے ہاتھ میں دل      سر فرو لائیں نہ تا حشر ’زر‘ و ’زور‘ سے ہم

ان اشعار سے ترشح ہوتا ہے کہ شاید ذوق نے احسان سے وہ منصب حسین  
لیا تھا جو انیس حاصل تھا۔ خواجہ تہور حسین صاحب نے اپنی عالیہ تصنیف ”ہمارے شاہ ظفر“  
میں ظفر کے مختلف دو ادین کی نشان دہی کی ہے۔ جس میں انھوں نے دیوان اول مطبوعہ  
مطبع سلطانی کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس دیوان کے صفحہ ۵۵ پر ظفر کا مندرجہ ذیل  
غمنس ملتا ہے۔

آج کہتا ہے ساقی مد ہوش کہ زلے نام تو پس خاموش  
یہ چمن اور یہ گل یہ جوش و خروش تو بھی گل پوش یا بھی گل پوش

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش

موسم تو بہ نیت بادہ بنوش!

ظفر کے اس سدس پر احسان ایک سدس لکھا ہے۔ اس میں ظفر کا فارسی مطلع۔

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش

موسم تو بہ نیت بادہ بہ نوش کی تفسیر کی ہے۔

یہ دیوان ۱۲۲۳ھ لکھا گیا ۱۲۲۳ھ کا ہے۔ جب ذوق استادشاہ مقرر نہیں ہوئے تھے شاعر نے بھی ۱۲۲۳ھ کے بعد متقل طور پر دکن چلے گئے۔ کالم میں بیقرار ۱۲۲۳ھ میں جان انفس صاحب کے ہمراہ منیر شہی ہو کر دہلی سے چلے گئے ان ہی کے جانے کے بعد اصلاح کلام کی خدمت ذوق کے تفویض ہوئی۔ اسی زمانے میں احسان نے ظفر کی دو غزلوں کی تفسیر کی ہے۔

(۱) دل چاہے تھارو زبیا بان نئے نئے

(۲) بدن سے روح بھی ہو کر ہوا نکلتی ہے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ احسان ظفر کے نہ صرف درباری شاعر ہے بلکہ مقرب رہے شاید اسی وجہ سے ان کی اور ذوق کی چٹکیں رہیں۔

ظفر کے زمانے کے بہت سے واقعات کی جھلکیاں ان کی شاعری میں ملتی ہیں۔ کئی بار ”درماہد“ نہ ملنے کی شکایت کی ہے۔ خصوصاً ایک منظوم عرضی بہت ہی زوردار ہے۔ جس میں شاعرانہ لطافت کے ساتھ مغل دربار کی بدعالی اور



کسمپری پر روشنی ڈالی ہے۔ اس میں ہلکا ہلکا مزاح ہے جو طنز کی سرحدوں کو چھو لیتا ہے۔ اسی کو یرو فیئر سر ڈری اور لالہ سری رام دہلوی مصنف خم خانہ جاوید غالب کے قطعات کا نقش اول قرار دیتے ہیں۔

احسان کی شاعری | احسان کی شاعری کا نمایاں وصف زبان کی سادگی اور صفائی ہے۔ اور ایک پہلو جو ان کی شاعری میں جلوہ گر ہے وہ ہے ان کی ”باغیانہ نثر“ یوں تو وہ درباری شاعر ہیں لیکن انھوں نے ”دربار کی شاعری“ نہیں کی نہ امیر امرا کی مدح کی نہ بادشاہوں کی شان میں قصیدے لکھے۔ قصیدہ لکھنا تو درکنار وہ بسا اوقات بادشاہ پر طنز کرتے ہیں۔ جس کا بیان گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ ”مدح“ ”قدح“ ”تلقین“ ”تفکر“ ”سب کیلئے غزل کا“ ”سانچہ“ استعمال کرتے ہیں۔ یہی روایت سے بغاوت انھیں غالب سے قریب کرتی ہے۔ ان کا خیال آزاد ہے لیکن فنی طور وہ غزل کے قدیم دبستان کے پیرو ہیں۔ محمد شاہی دور کے اکثر شعراء مثلاً حاتم۔ ”ناجی۔ یک رنگ کی طرح وہ“ ”ایہام“ پر جان دیتے ہیں۔ بعض اوقات رعایت لفظی کی بہتات شعریت کو مجروح کر دیتی ہے۔ اس طرح دو واحد شاعر ہیں جنھوں نے ”طرز لکھنو کو دہلی میں رائج کیا۔

احسان کی غزل بقول یرو فیئر مسعود رضوی ”سخن از معشوق گفتن“ نہیں سخن بہ معشوق گفتن ہے اسی نے اکثر جملوں پر مکالماتی انداز آگیا ہے جو طرز میر کا بھی عام وصف ہے مثلاً

مانگ کر بوسہ میں ذلیل ہوا      ان دنوں تو بہت خیل ہوا  
اور پوچھی نہ خبر کبھی ہماری      لی خوب ابھی خبر ہماری

غزل مسلسل | احسان کے ہاں بعض غزلیں مسلسل ملتی ہیں۔ مثلاً

اس سیاہ بخت کے تم حال کو کیا جانتے ہو      سرہ آنکھوں میں مٹی لب پہ لگا جانتے ہو  
آتش دل کو بھی اے جان بجھا جانتے ہو      یا فط پان چبا آگ لگا جانتے ہو  
چھینروں توڑے کو تو نکتہ توڑے پہ جانتے ہو      کھینچوں زنجیر تو بس غل ہی چا جانتے ہو  
گوتِ محرم کی دکھا راہ میں یہ پانسا پھینکا      نقد دل جیت لیا زور جو ا جانتے ہو

دیگر

کس سے احوال کہوں اپنا میں اے یار کہ تو      دل کے اغیار سے یوں مجھ سے ہے نزار کہ تو  
تم ہو بدخبر نہ میں، میں ہوں وفادار کہ تو      میں یہ کہتا ہوں کہ تم کہو ہر بار کہ تو  
مجھ سے پوچھے ہے یہ احسان و فانی      بے وفائوں ہے کہتا ہے یہ عیار کہ تو  
ان کو زبان پر قدرت تھی اسی وجہ سے ان کے ہاں ”دو غزنے“ اور ”سہ غزنے“  
ملتے ہیں اس وصف میں وہ شاہ نصیر اور ذوق کے شریک ہیں۔ بعض زمین نگار

نکالی ہیں۔ مثلاً

رعایت لفظی

استخوان سے تو بحث رکھتا ہے چڑا ہے برک      دانت اپنے دیکھ ہیں تیرے دہن میں تنخواں  
رعایت لفظی کا التزام ان کی شاعری کا نمایاں پہلو ہے جسکی گواہی ہر تذکرہ نگار نے کی ہے۔  
اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ احسان اپنی شاعرانہ شہرت کو برقرار رکھنے ”لفظی پینتروں“  
سے کام لیتے ہیں۔ تاکہ خیال ”کی نہ سہی“ بیان ”کی جدت لوگوں کو ان کے شعر کی طرف  
متوجہ کر دے اور کم از کم ان لفظی پینتروں کی بدولت لوگ انھیں ”پہلو ان سخن“ سمجھیں۔  
ایسا بھی نہیں کہ ان کا کلام محض رعایت لفظی کا پلندہ بن کر رہ گیا ہو۔ روزمرہ کی صفائی



زبان کی چاشنی، بے ساختگی اور طرز ادا کی بدولت ان کے اشعار دل میں گھر کر جاتے ہیں۔ ”آدو“ اکثر آمد کے رنگ میں آئی ہے اس میں صناعی اور پرکاری ہے۔ ذیل کی مثالیں اس دعویٰ کی دلیل میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

دس کی شنتے ہو پہ دونکے ہلے بھی سنو دس کو دو نقطوں میں دیکھو کہ ہزار آئے نظر! عاشق اور ادھر معشوق کو دو نقطوں سے تعبیر کیا ہے۔ یوں تو شعر میں صنعت سیاق و سباق برتی ہے۔ دس۔ دو۔ ہزار لیکن شعر میں جان پڑ گئی ہے۔

یا  
آج تک کل سے نہ اک دم تنہی چھلے کل آنا وہ کلائی نظر آئی تو کل آئی مجھ کو  
”آج“ اور ”کل“ (دین) اور کلائی میں صنعت مزید ہے۔

اور یہ ایک نقطہ بھی جو زیادہ زبان پر آیا وہ زبان ہی نہیں پھر اس کو زبان کہتے ہیں! بات جو لکھی ہے پیشانی میں پیش آتی ہے وہ  
گو تجھے پیش نظر ہر سطر اسطر لایا ہو!

یا

تھائیں کین بوسہ میں بولے اسی لئے

اشراف منہ لگاتے نہیں ہیں کین کو!

پس ناقہ آتا ہے اک شخص گریباں یہ محل سا کہہ دیجو محل نشین کو!  
”محل“۔ ”محل“

ان کی شاعری واقعاتی اور محاکاتی شاعری ہے۔ وہ مضمون کی تلاش میں سر نہیں کھپاتے سیدھی سادھی باتیں سادہ الفاظ میں کہتے چلے جاتے ہیں لیکن کہنے کا ڈنگ

انوکھا ہے اسی کو میر نے ”ادا“ کہا ہے  
 احسان کا نظریہ شعر غالباً احسان بھی میر کی اس تعریف سے واقف تھے اکثر جگہ  
 انھوں نے شعر میں ”ادا“ پر زور دیا ہے ایک جگہ کہتے ہیں  
 طرز انداز زبان، درد، ادا، آن پہلا یوں تو کہنے کو سبھی شعریا کہتے ہیں

اور

ایک ادسے یہ لگے کہنے مجھے آن کے آپ تو تو مقصود ادا سب سے جدا باندھ ہے  
 اس ادا بندی کا لیکن یہ عوض ہے احساں میں اُسے باندھوں گا جو میری ادا باندھ ہے  
 احسان صفائی زبان کو شعر کا خاص وصف سمجھتے ہیں لکھتے ہیں  
 ظرافت طرز شاعر ہے صفائی طور ماہر ہے وہی سمجھے گا ظاہر ہے کہ جو کچھ ہے مردم کا  
 وہ شعر میں ’گرچی‘ یا جوش کے قابل نہیں لکھتے ہیں !  
 تخمین شعر تر ’مجھے‘ لازم ہے کس طرح  
 سلک در خوش آب سخن در کو توڑ دوں

اور

سن کے شعر و یہاں تک ہے طبیعت سرد  
 موسم سرما میں گویا داخل کشمیر ہوں !  
 اپنے عہد کی عکاسی | احسان کے کلام میں اپنے معاصر شعرا کے برعکس اس دور کے  
 واقعات اس دور کے ’طرب‘ ’و کرب‘ ’بیچینی‘ و بد حالی‘  
 سب کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ کہیں کہیں زمانے کی ناقدری کا رونا رویا ہے۔ انکی  
 شاعری میں بھی غالب کی سی ’انانیت‘ ہے لیکن جذبات انسانی پر احسان کی گرفت  
 مضبوط نہیں نہ ہی تخیل میں وہ رفعت ہے جو عرش سے پرے نکل جائے۔



شاہ اسماعیل کی تحریک جہاد کا نصیر نے مذاق اڑایا تھا۔ احسان پنجاب میں  
سکھوں کے ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اس طرح گویا شاہ اسماعیل کی تحریک  
کے موید ہیں لکھتے ہیں۔

صد ہزار افسوس ہے یا فوج تن آٹھوں پہر

پنجہ کفار میں یوں کشور پنجاب ہو !

(یہاں بھی رعایت لفظی کو ہاتھوں سے نہیں دیا۔ فوج تن۔ آٹھ پہر۔ پنجہ اور  
پنجاب میں تھیں ہے) غالباً وہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے انگریزی حکومت اور انگریز  
افسروں کے خلاف جی بھر کر بھڑاس نکالی ہے۔ ایک انگریز افسر کی ہجو ان کے  
کلیات میں ملتی ہے۔ جس کے دو شعر درج کئے جاتے ہیں۔

کنجروں کو عجیب دیا بتا شہر میں رہ گیا ہے یہ کتا  
مچھو کیا کہہ کے میں اُسے دوں گل

پا بہ گل ہے وہ آپ ہی پاگل

جہاں وہ انگریزی حکومت اور انگریز افسروں کے خلاف جی کی بھڑاس نکالتے  
ہیں وہیں مغل بادشاہوں کو بھی نہیں خستے قلعة میں مختاروں کے اثر و اقتدار پر  
کس طرح ضرب لگائی ہے۔

”خود بدولت سے نہیں فائدہ ہوتا سہرو

کام چاہے کہ نکل آئے تو تخت سے مل

شاعروں کی بے قدری کا حال احسان سے سنئے !

## قطعہ

شر جابل سانا ہوں تجھے ایک قطعہ میں چھکر کہ تو عالم سے بہتر ہے یہ نقشہ اب ہے عالم کا  
 گیا وہ وقت جب شاعر ہاں سوئے تھے کسی سے فائدہ اب تو نہیں اب لام و درہم کا  
 یہی پا پڑا اگر بیٹے تو بس مضمون یہ بوجھ لگا کہ عبوس نے کچر یان ہوئے اور بوا چار شلم کا  
 عجب ہے شہر کا نقشہ خدا محفوظ چاہی رکھے کہ اب تو جو رذالا ہے وہی سالہے رنم کا  
 احسان نے بعض جگہ غیر مروج اچھوتی بھری استعمال کی ہیں مثلاً  
 کیوں خفا تو ہے کیا کہا میں نے مر کہا تو نے 'مر' میں نے  
 یہ بحر خفیف بخون منقطع ہے لیکن احسان نے 'عین' کو ساکن کر دیا اس طرح  
 مدت پیدا کی۔

اولاد عبدالرحمن خان احسان کے دو بیٹوں سیف الرحمن اور عبدالحکیم خاں کا ذکر  
 ان کے دیوان میں ملتا ہے۔ فارسی میں ایک قطعہ لکھا ہے جس میں اپنے دونوں بیٹوں  
 کو نصیحت کی ہے۔

اے نور چشم و جان احسان اے عبدالحکیم و سیف الرحمن  
 ہر ہفتہ کنید ختم قرآن ہر ہفتہ چنیں کند مردن  
 اپنی شر گوئی کو اچھا نہیں سمجھتے بیٹوں سے کہتے ہیں

بر خود کردم ز جیل بیداد جدی بکنند ہم چو اجداد  
 در علم و عمل چو من مباشید محو شعر و سخن مباشید  
 خاطر نہ کنید زیں پریشان دیوانگی است جمع دیوان  
 گو قدر شناس ان نہ اندند عیسیٰ رفت و خزان بے نذر





(۱) نواب احمد حسن خان

(۲) مولوی عنایت الرحمن خان

(۳) مولوی احسان الرحمن خان

فرحت اللہ بیگ صاحب کے بیان کے مطابق نواب احمد حسن خان کی شادی بہادر شاہ ظفر کی سالی (ہمیشہ زینت محل) نواب شمشیر الدولہ بہادر کی دختر سے ہوئی تھی۔ اس کا امکان اس لئے ہے کہ احسان نے ظفر کی شادی کے موقع پر ۲۵ اشعار کا ایک ”سہرا“ قصیدہ نمالکھا ہے لیکن ”تو وہ“ ”سہرا“ کہتے ہیں نہ قصیدہ مدح و گزیر میں دس دس اشعار کے دو قطعے ہیں اس کو وہ قطعہ کہتے ہیں۔ اس قطعہ میں محاوروں کو بڑے انوکھے انداز میں نظم کیا ہے۔ یہ قطعات ان کے کمال فن اور جہت کی گواہی دیتے ہیں مثلاً

عروس دہر تو خوش ہو کسی نے بہادر شاہ سا دولہا نہ پایا  
وہ سینہ ہے کہ گنجینہ ہنر کا تو نے بوعلی سینا نہ پایا  
دسوں ہیں انگلیاں جکے چرخ غاب ازل سے علم کا پروانہ پایا  
جو خط دیکھا تو بولا منشی عقل کہ قاضی نے بھی یہ رتبہ نہ پایا  
کمان داری میں وہ یکتائے افق کہ ہم نے یہ پہ ڈھونڈا نہ پایا  
دوسرے قطعہ میں بادشاہ کی مدح انوکھے انداز میں کی ہے۔

کیا دیوان ظفر کے ہوتے اس نے کوئی جرات سایاں اندھانہ پایا  
جوشہ کے شعر کو انشاء سے تو لا تو وزن انشاء کا یک جا نہ پایا  
دھنوں میں اڑتے ہیں آتش کے جلیں ما کوئی گویا سایاں گنگا نہ پایا

دقیقہ صفحہ ۳۹۹ غرضاء عالم کے دربار میں روض پیدا کر لیا۔ میر میں جیشہ عالم دہلی کے نجف خان انکے ہر کا تھا اپنی ذات خطیہ تک یہ دہلی میں بڑا طاقتور امیر رہا۔ آخر خطیہ میں مرض بل سے انتقال کیا۔  
یہ قطعات صرف نمبر ”۵“ ”اندیا“ میں درج ہیں بقیہ دو ادین میں نہیں



چونکہ کے سوانح پر مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں

ایک وہ باغ میں کس طرح سے چوٹھی کھینے سرخ روٹی سے میری طرف چھند پھینکا  
میں تو مر رہی گیا ان کے اور یہ مجھ سے کہ میری صحت کو ختم پھینکا

گالیاں گن کے سنائیں مجھے دو سو چھپن <sup>۱۵۶</sup> میں نے دو چار قدم بڑھ کے جو گول پھینکا  
دل دیا مجھ کو پیر اک ناز سے یہ کہنے لگے اے دس کوس پر تو لمبے میرے نوکر پھینکا

عبدالحکیم خاں (جبکا خطاب عیسیٰ خاں تھا) کا حال  
احسان کے دوسرے بیٹے | تفصیل سے نہیں ملتا۔

صرف فرحت الدیگ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شہور شاعر عظمت اللہ خاں  
ان کے نواسے تھے۔

عنایت الرحمن خاں | دوسرے بیٹے عنایت الرحمن خاں پہلے دلی کالج میں  
اسلم رہے بعد میں سالار جنگ اول نے انہیں

حیدرآباد بلا کر ناظم تعلیمات بنایا جس کا حال گارسان - دی - گائی نے بھی لکھا ہے  
وہ اپنے خطبہ <sup>۱۸۵۷</sup> میں لکھتا ہے۔

”سالار جنگ نے ایک قابل فرد کو ناظم تعلیمات بنایا ہے۔“

لیکن آغا حیدر حسن صاحب جن کا اس خاندان سے تعلق ہے بتاتے ہیں کہ وہ  
ناظم تعلیمات نہیں۔ ”ناظم انعامات“ کے عہدہ پر فائز تھے۔

حال میں مظہر اقبال صاحب نے ”قومی زبان“ میں عنایت الرحمن کی ایک  
مترجمہ تصنیف ”سوید الاسلام“ کا حال لکھا ہے۔ یہ کتاب جان ڈیون پورٹ

کی ”سیرۃ البنی“ کا ترجمہ ہے جس کا پیش لفظ غالب کے چہیتے شاگرد میر جہدی

لے غالباً یہ مسلم تھے لیکن گارسان ڈی ماسی معلوم لکھتا ہے ملاحظہ کیجئے خطبات گارسان ڈی ماسی  
دائم الجہدوں نے دلی کالج کے اساتذہ کے ضمن میں اس کی تصویج کی لیکن ان کا نام نہیں ملا۔

موجود نے لکھا ہے۔

فات الرحمٰن خاں کے دو صاحبزادوں غلام محمد حسین خان سپہ سالار کشتی دہلی اور ابو الحسن خان منصف دہلی کا مال لالہ سری رام منصف "نہم خانہ جاوید" سے معلوم ہوتا ہے۔ جن کے لالہ صاحب سے ذاتی مراسم تھے۔

جناب آغا حیدر حسن صاحب نے اس خاندان کے موجودہ افراد کا بھی حال بتایا ہے۔ موصوف کے بیان کے مطابق نواب غلام حسن خاں کے صاحبزادے نواب امیر حسن خان رئیس دہلی حال حال تک دہلی میں مقیم تھے پھر ترک وطن کر کے پاکستان چلے گئے۔

سیف الرحمٰن خاں کی ایک پوتی (دختر عنایت الرحمٰن خان) کی شادی علاؤ الدین احمد سابق سپہ سالار اورنگ آباد کالج سے ہوئی۔ یہ خاندان بھی ترک وطن کر کے پاکستان چلا گیا۔

احباب و تلامذہ | احسان کا تعلق دربار شاہی سے تھا اس لئے اس دور کے اکثر

عمایدین سے ان کے تعلقات تھے۔ سر سید احمد خان۔ افضل العلماء شاہ عبدالعزیز۔ نواب الہی بخش خان معروف۔ مولوی کریم الدین پانی پتی۔ امام بخش مہسائی۔ حکیم مومن خان مومن۔ نواب حامد علی خان۔ مرزا قادر بخش ماہر۔ مرزا قادر بخش موزوں۔ غالب علی خان سعید۔

سید ہدایت اللہ ہدایت۔ نواب برکت علی خان برکت (پیشکار جنرل)۔ اعظم الدولہ سرور۔ مصطفیٰ خان شیر قند۔ مندرجہ بالا اصحاب کو احسان کی ہم نشینی و ہم طبعی کا فخر ملا تھا۔

الہی بخش خان معروف نے احسان کی غزل کی اور احسان کی معروف کی غزل کی نقیض کی ہے۔ احسان نے معروف کی اس غزل کی اردو میں نقیض کی ہے۔

برد ہندی لئے زجا مارا

معروف نے احسان کی مندرجہ ذیل غزلوں کی نقیض کی۔



(۱) رنگ زور دم ہم چو زر بے فائدہ -

(۲) بست پھولی ہے لیکن نہیں ہے یار دریغ

تلاذہ | احسان کے تلاذہ میں زیادہ تر سلاطین "یعنی شہزادے اور شہزادیان" تھیں جن میں سے تین نے "استادی کا رتبہ پایا۔"

(۱) مرزا معزالدین ثابت ابن شاہ عالم

(۲) مرزا قادر بخش صابر مؤلف تذکرہ گلستان سخن -

انہوں نے احسان کی غزل "لی خوب اجی خبر ہماری" پر نفیس لکھی ہے۔ یہ بھی صاحب دیوان شاعر تھے جن کا دیوان حیدر آباد کے مطبع آصفی میں طبع ہوا۔

مرزا قادر بخش موزدن

ان کے علاوہ مختلف تذکروں میں ان کے مسند درج ذیل شاعروں

کے نام ملتے ہیں۔

۱) مرزا پیارے رفعت (تذکرہ گلستان سخن صفحہ ۲۳۳ و ۱۸۵۷ء

کے مجاہد شعرا)

(۲) قادر بخش صابر (مصنف تذکرہ گلستان

(۳) غلام حسین بیدل (تذکرہ گلستان سخن صفحہ ۱۶

(۴) تہور مرزا غلام فخر الدین خان (قادر بخش صابر کے بھائی)

تلمیذ احسان و مومن -)

(۵) مرزا سعادت سلطان تیمور (تذکرہ گلستان سخن ص ۱۸)

(۶) حفیظ شاہی مرثیہ گو صفحہ ۱۹۸ تذکرہ گلستان سخن)

(۷) سالک مرزا نجمتہ بخت ابن شاہ عالم)

(۸) سوزاں (مرزا امام بخش)

(۹) شہرہ (مرزا نصیر الدین نواسہ اکبر شاہ ثانی)

(۱۰) عالی (مرزا عالی بخت ابن مرزا فیروز بخت ابن شاہ عالم بادشاہ

مرزا معز الدین ثابت کے انتقال کے بعد احسان کے زمرہ شاگردی میں داخل ہوئے۔

(۱۱) عزیز (مرزا عزیز الدین)

(۱۲) صاحب شیر زمان (نبیرہ احسان)

(۱۳) قمر (مرزا قمر طالع فرزند ایزد بخش مرزانی)

(۱۴) قناعت (مرزا غلام نصیر الدین)

(۱۵) مضطر (مرزا خسر و شکوہ عرف مرزا آغا جان ابن مرزا سلیمان ککودہ

(۱۶) موزون (مرزا قادر بخش)

(۱۷) دفا (مرزا دارا بخت ابن مرزا جمشید بخت ابن شاہ عالم دالا

حیث شاہ ماہر دان کا تذکرہ ”تذکرہ ضیغم“ میں بھی ملتا ہے۔

ذاتی وجاہت | آغا جید رحمن صاحب کی عنایت کردہ علمی تصویر سے احسان کی

قلعہ شاہی میں قدر و منزلت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ نیز ان ہی کے بیان سے جسکے

راوی مولوی فرحت الدیگ ہیں ثابت ہوتا ہے کہ احسان صاحب ثروت تھے۔ انکی



جامداد کافی بھی جسے ان کے پوتے نواب احمد حسن خاں نے جوئے میں برباد کر دیا اس کے بعد بھی کافی دنوں تک اس خاندان میں دولت رہی۔

بقول مرزا فرحت اللہ بیگ

”ان کی محل سرا کا برجی پھاٹک ہندوستان کی صنعت کا ایک بہترین نمونہ تھا۔“

غالباً اسی کی طرف اشارہ ان کے اشعار میں لکھا ہے۔

اس طرف سے اس طرف کو جانو الیٰ ہنیش ایک کوچہ ہے ادھر کو اس گز سے پیشتر  
ایک دروازہ نظر آئے گا عالی سا تجھے بلکہ شاید گزرا ہو تیری نظر سے پیشتر  
یہی نواب احمد حسن خان قلع کے تعلقات کی وجہ سے باغیوں سے مل گئے تھے

ہر سرو کی گڑھی میں جو خزانہ تھا اس پر قبضہ کر کے وہی لائے اور نصیر الدولہ خطاب پایا لیکن جب باغیوں کو شکست ہوئی تو یہ اور ان کے والد سیف الرحمن خان الہور چلے گئے مگر وہاں سے اپنے نو سوساھیوں کے ساتھ پکڑے ہوئے دہلی آئے۔

چھ سو کو فوڈ صاحب نے گڑھ گاؤں ہی میں ختم کر دیا۔ مگر یہ دونوں باب بیٹے بھی گئے۔

احسان کی وفات | احسان کا انتقال ۱۳۱۵ھ میں قمری مہینوں کے حساب سے

پچاسی سال کی عمر میں ہوا۔ ان کے عزیز شاگرد قادیان بخش صاحب نے ان کی وفات پر

ایک پُر درد قطعہ لکھا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

قطعہ

تنگ نامے دہرسانی سے ہوں دل بڑا آہے جنوں انگیز و حیرت خیز و وحشت مرا

رفقہ رفقہ سا کمان خاک ہیں گرم سفر راہ چلنے میں نہ دکانا فکر نہ رات کا

دانہ ہائے سحر کے مانند اہل کے ہاتھ سے متعلیٰ ہے ایک کہیے تجھے روزِ روز مرا

حضرت احسان کہ وہ تھے گلستانِ دہر میں طوطی شکرِ مقال و عندلیبِ خوش فوا

قدوہ اربابِ فضل و اسوہ اہل کمال قبلہ رحمتِ علم و کعبہ اہل صفا

نسخہ ارشاد و عرفان آیت لطف و کرم  
 معنی تلمیذ رحمن صورتِ جود و سخا  
 ہائے اس مصباحِ ظلمت سوزِ بزمِ دہر کو  
 صرصر جو راجل نے کس طرح گل کر دیا  
 اس کے مرنے سے جدھر دیکھو ادھر کس طرح  
 حسرت و اندوہ کا ہنگامہ برپا ہو گیا  
 عین ہنگامِ الم میں صابر دلگیر نے  
 اپنے دل کو قہقام کر با صد غم و با صد بکا  
 کی رقم اس معدنِ احساں کی تاریخِ وفا  
 دل گیا بیٹھ آج جبِ علم سے احساں ٹھ گیا  
 صابر نے اپنے استاد کی شان میں ایک اور قطعہ لکھا ہے جو ان کے دیوان میں  
 شامل ہے۔ صابر کا دیوان سید محمد سلطان عاقل نے مطبع اخبار آصفی میں طبع کرایا تھا  
 قطعہ یہ ہے

### قطعہ

پہلے استاد تھے احسان، نصیر و منون  
 چوئی احسان سے پُر اصلاح طبیعت میری  
 پھر ہوا حضرت صہبائی کی اصلاح کا فیض  
 طبع باریک چوئی انکی بدولت میری  
 اور ہم بزم رہے موئن، ذوق، غالب  
 استادوں ہی سے ہر دم رہی صحبت میری

سخوں کی تفصیل | اس کلیات کی تدوین میں میں نے چار نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔  
 جسے با ترتیب ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ سے تعبیر کیا ہے۔  
 (۱) نسخہ "۱" کلیات نہیں دیوان ہے اس میں قطعات قصائد وغیرہ نہیں ملے  
 البتہ بعض غزلیں دوسرے دوادین سے زیادہ ہیں اس کی نقل مجھے پٹنہ  
 سے جناب برو فیروز عبدالقادر صاحب سرکاری کی بدولت دستیاب ہوئی  
 میں نے دیوان کی پوری نقل منگوائی۔ یہ نسخہ خدابخش لاہوری پٹنہ کا تحفہ ہے۔



(۲) نسخہ ”ب“ اس دیوان کی نقل کتب خانہ سالار جنگ میں بھی محفوظ ہے۔  
 البتہ غزلوں کے اشعار میں کہیں کہیں اضافہ اور کہیں حذف فرمایا ہے۔  
 (۳) نسخہ ”ج“ آغا حیدر حسن صاحب کی ملکیت ہے۔ اس میں احسان کا  
 فارسی کلام بھی شامل ہے۔

نسخہ ”د“ انڈیا آفس کا مخزونہ ہے جس کا <sup>مستندہ</sup> نسخہ میرزا عزیز  
 شاگرد بگیم زہت معظم علی نے حوالہ کیا۔ امرکن ریسرچ سنٹر کے مایکروفلم ریڈر  
 سے میں نے اس کا پروف تیار کرایا ہے۔ یہ سب سے زیادہ مکمل نسخہ ہے اور اسی کو  
 میں نے بنیادی نسخہ بنایا ہے غالباً اسی کی نقل لالہ سری رام کے پاس تھی جبکہ  
 حال فرحت النبیگ نے لکھا ہے۔

نسخہ ”ا“ ادب“ میں صرف غزلیات یکجا کی گئی ہیں۔ گویا یہ صرف ”دیوان“  
 ہیں۔ نسخہ ”ج“ دو کلیات کہا جاسکتا ہے اس لئے کہ اس میں غزلوں کے علاوہ  
 قطعات کی کافی تعداد ہے جو احسان نے وقتاً فوقتاً لکھے تھے۔ انڈیا آفس والے  
 نسخہ کی نقل میں فارسی کلام درج نہیں۔ آغا صاحب کے نسخہ میں فارسی کلام بھی درج ہے  
 لیکن سب سے زیادہ اردو اشعار نسخہ ”د“ میں ہیں۔ البتہ آغا صاحب کے دیوان  
 کی اور انڈیا آفس کے مخزونہ دیوان کی کتابت ایک ہی ہے۔ نسخہ جات ”ا“ ب کی کتابت  
 مختلف ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ”قصہ ہر افروز و دلیر“ اور کلیات احسان کا کاتب  
 ایک ہی ہے۔

نسخہ جات ”ج“ د“ میں ہائے غلو ط، ہائے معروف اور ہائے مجهول  
 لکھی فارسی کا فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مثلاً گ کی جگہ اکثر ”ک“ لکھا گیا ہے۔

لے اس کا نسخہ آغا صاحب نے اپنی کتابت سے بچے مستعار دیا ہے۔ اور میں نے اس سے کافی مدد لی ہے۔

ای طرح ہائے معروف اور یائے مجهول میں فرق نہیں کیا گیا۔ کبھی۔ کبھی اکثر اوقات  
یائے مجهول کو یائے معروف لکھا گیا ہے۔

چاروں نحوں کے آغاز میں مرزا معزالہ بن ثابت کا فارسی دیباچہ ہے۔  
جس میں انصوں نے احسان کے شاہ عالم کے دربار سے متوسل ہونے کی نیز شاہ عالم  
کے احسان سے انکی شہادت دی ہے۔ آخر میں امام علی مقتول کی تحریر بطور خاتمہ کے درج ہے۔  
اصل دیوان کے ابتدائی اشار میں چاروں نحوں میں اختلاف ہے۔

نسخہ '۱' 'وب' میں غزلیں اس حمد سے شروع ہوتی ہیں۔

یہ دو جو بحر ہیں یہاں کون مجز خدا میرا خدا ہی دونوں جہاں میں ہے نا خدا میرا  
نسخہ "ج" یعنی آغا صاحب والے کلیات کے ابتدائی اوراق جھینگر چاٹ گئے  
ہیں البتہ آخر میں ٹائپ شدہ صفحات لگا دئے گئے ہیں۔ اس کی ابتدا بھی ان ہی اشعار  
سے ہوئی ہے۔

نسخہ "د" "داند یا افس" کی ابتدا میں نعتیہ قصیدہ ہے۔

یہی وظیفہ مجنون بہ رشت عشق رہا	فدا ہوں اس پہ کہ اسرئی بعدہ یسلی
گرا جو شام کو دست فلک سے ساغر ہیر	نشے میں عشق کے ہے چور گنبد مینا
سین عرش مٹی ہے سجدہ گاہ نیاز	اس آستان پہ ہے سجان ربی اعلیٰ
جنون عشق میں .... ہو تو چشم و ناخن سے	بنادوں رشت کو عمان کوہ کو صحرا
تو اس کی عشق میں مرد جفا رکھے ہے دام	.....
میری گناہ میں اس مغفرت کا تصور	تو وہ غفور ہے تو وہ .....

پھر ایک قطعہ ہے



سینا فلک قدیر و نغنی تیرا گدا ہے شہنشاہِ شرب و بطنی  
 شفیع روز قیامت را ز دمام بہر رسالت بہر عز و عسلا  
 اسکے بعد سرورِ قریہ عبارت درج ہے ۔

(دیوان جناب مستطاب حافظ عبد الرحمن خاں صاحب التخلّص احسان)

تبارِ نغیم جمادی الثانی ۱۲۵۷ھ

گورنمنٹ لائبریری کی ہے ۔

the Govt Delhi M.S. 173 India Office Library  
 نسخوں کی بین کتابت | ان میں سب سے زیادہ قدیم نسخہ ۱ ہے  
 یعنی اس کا خاتمہ اس طرح ہے ۔

یہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ تھا جس کی نقل منگوائی گئی "دیوان ہذا  
 تصنیف و حید عصرِ یگانہ دور ان حافظ عبد الرحمن خاں التخلّص بہ احسان در عہد  
 سلطنت بادشاہ جم جاہ فلک سریرِ خورشید کلاہ معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ  
 غازی سنہ سمیت جلوس و الامطابق پنجم ماہ ربیع الاول ۱۲۲۹ھ انجام پذیرفت  
 نسخہ ب کا خاتمہ اس طرح ہے ۔

نسخہ ج ۱۳۶۷ھ کا ہے اسکے کاتب مرزا قادر بخش موزوں ہیں عبارت یہ ہے  
 "تمام شد دیوان ہذا التصنیف فضائل مرتبت معانی منقبت حافظ  
 عبد الرحمن خاں علیہ الرحمۃ و مغفران بہ خطِ حام محمد قادر بخش کترین از شاگردان خاں والا شان  
 تبلیغ بست و پنجم ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ بہ تصحیح و مقابلہ دیوان معهود و تصنیف صورت اتمام پذیرفت  
 گویا یہ دیوان احسان کی زیر نگرانی لکھا گیا ۔

نسخہ "د" میں ۱۳۵۶ء درج ہے۔ اور خاتمہ کی عبارت اس طرح ہے۔

### خاتمہ دیوان

پیدا است از حدیث خیرست      حادث حدیث از آفرینش  
شد زردی روئے دشمن تو      وجہ یرقان آفرینش  
حیران بہ شنائے تو احسان      حسان جہاں آفرینش  
احسان تو ما شمرده بساند      فرسوده بیان آفرینش  
دیوان جناب مستطاب حافظ عبدالرحمن خان صاحب المتخلص بہ احسان  
یکم جمادی الثانی تمام شد ۱۳۵۶ھ



احسان کے پوتے احسان الرحمن خاں | احسان کے پوتے احسان الرحمن خاں  
اور محمد کرم اللہ خاں نے دہلی میں ایک محفل مشاعرہ کی طرح ڈالی تھی۔ جس کے جلسے  
ایک ماہ میں دو مرتبہ ان اصحاب کے مکان پر ہوتے ان جلسوں میں اس زمانے کے  
سربراہان اہل سخن جمع ہوتے اسکی روداد دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جلسوں  
میں غالب نے بھی شرکت کی تھی۔

اس مشاعرہ میں پڑھی گئی غزلیات کو گلدستوں کی شکل میں چھاپا بھی گیا ہے چنانچہ  
ایک گلدستہ "گلدستہ انجمن" کے نام سے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں  
موجود ہے جس کا تعارف ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنے مضمون "تلاذہ غالب میں پیش کیا  
"گلدستہ انجمن" کے مرتب مولوی عبدالکریم ہیں۔ عبدالکریم صاحب نے اس  
انتخاب کا دیباچہ بھی لکھا ہے جو متن کے علاوہ حاشیوں میں بھی درج ہے۔  
عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں۔

جو بھک اس بحر بے پایاں و بے کنار کو انتہا اور ساحل نہیں اس واسطے اس خیال  
محال سے عطف سال لازم و واجب ہوا۔ سخنورانِ والا نظر ہویدا ہو کہ یہ  
احقر العباد محمد عبدالکریم ابتدائے عمر سے گلچینِ سخن فیضِ خدمتِ سخن گویانِ رنگینِ نقل  
رہا ہے۔ اور گلبانگِ گلگفتہ بیانی سخن موزوں کو ہمیشہ اہتمامِ غنچہ خاطر افسردہ  
جاتا ہے۔ جو کلام عاشقانہ سراپا سوز و گدازِ نظر آتا ہے دل مذاقِ منزلِ لطافت  
آشنا تر پ جاتا ہے۔ بالخصوص کلامِ تازہ دیکھنے سے حلاوتِ بے اندازہ مکتی ہے۔  
اور جراتِ کینِ ذلِ سہلِ ادائیگی گفتار نو سے لطفِ بے قراری تازہ پاتا ہے  
ہر چند اس زمانے میں علم و ہنر کی کساد بازاری ہے اور نخلِ فضل و کمال کا ہنگام

برگ ریزی ہے مگر پھر بھی جو صاحبان طبع رسا اور مذاق سخن سے آشنا ہیں انکی  
مخفل میں ایسے ہی امور مذکور ہوئے چنانچہ مخدومی محمد کرم اللہ خاں خلف  
محمد شفیع خاں عرف منشی آغا جان صاحب اور محمد احسان الرحمن خاں صاحب  
خلف اصغر نواب سیف الرحمن خاں عرف موسیٰ خاں صاحب کہ جسم دوستی کی  
جان آگاہ اور چشم غلامی کے نور نگاہ ہیں از بسکہ سنجیدہ و فہمیدہ و مظہر اوصاف  
حمیدہ ہیں۔ اہل سخن کے جلسہ صحبت کے راغب اور صاحب کمال کے ملنے  
کے طالب یہ تجویز فرمائی کہ بے کاری میں عمر صرف کرنا اصراف ہے۔

کوئی مخفل احبا قرار دینی چاہیے کہ جس میں سب سخن وران جمع ہو کر داد شعر  
و شاعری دیں اور علی الرغم زمانہ فارغ البالی میں پہر دو پہر اوقات کریں۔  
چونکہ اس امر کے واسطے کوئی تدبیر بہتر مشاعرہ سے نہ تھی اس واسطے  
موصوفین نے اپنے کا شانہ ارم نشانہ میں جہینہ میں دوبار جلسہ مشاعرہ مقرر فرمایا۔



دیوان

جناب مستطاب حافظ عبد الرحمن خان صاحب

المتخلص إحسان

تاریخ یکم جمادی الثانی ۱۲۵۸ھ تمام شد

مهر

THE GOVT DELHI M. S. No 173

(HINDUSTAN)

INDIA OFFICE LIBRARY.

احسان آن رهن که هر یک عبد مومن خود را از رحمت خاص خود دولت ایمان بخشیده و زبان را که  
پاره گشت است قوت نطق داده و سخن سخن گردانیده - مصرع

حکمی سخن بر زبان آفرین

از قدرت کامله خود بنای هستی دو عالم ریخت و شیرینی لسان شعرا را با شهد آینه‌ها مطلع بدایت  
و قطع نهایت و قصیده ملول دو جهان صنعت مخمّر اوست، خمس پنج انگشت انسان در باغی حشم و گوش  
و قطعهای اعضا و ششوی کل مخلوقات منسوب بدوست - ششوی

رحمی که زره بدون نباشم	از حکم تو گو بدون نباشم
ثابت نعمت چه سازد انشا	هستی تو معتر دین و دنیا
صد شکر که ذات مصطفی را	آن سرور جملة انبیا را
پنجه ما بدان نمودی	رحمی بر ماصیان نمودی

پیغمبری که ماصیان را صلاهی شفاعت داده و خوان نعمت عنایت بر هر کران نهاده - مصرع

شیخ مطاع نبی کریم



صادقی است کہ جناب فیض آب حدیقہ را یارِ غارِ خود ساخته، عادی کہ حضرت عمر را عمری بہ ترتیب خود بنواختہ، جامعی کہ ذاتِ بابر کات عثمان را جامع قرآن کردہ، امیری کہ امیر المومنین علی را رتبہ علی بخشیدہ، محسنی کہ از ظفیش ابرہمت حسنین بر فرق ماسایہ نگن، قادری کہ از عنایتش شیخ شیخ و السموات والارض شیخ عبدالقادر جیلانی دستگیر رنج و عن، سروری کہ نام عبدالرحمن را پسند فرمودہ، باین اسم نہادن امر نمودہ اللّٰهُ صَلَّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَبَارِکَ وَتَسْلِمًا، امامِ عالمی عزلت گزین مرزا معز الدین ابن شاہ عالم پادشاہِ غازی اَنَّا رَ اللّٰہُ بِرَہْمَانِہُ تَخْلُصَ ثَابِت دارد و در راہِ اخلاص ثابت است می گوید کہ این را از صغیرن شوق شعر فاکسی در ریختہ کمال بود و طالبِ اہل کمال بود می خواستم کہ اصلاح شعر از استاد می بگیرم کہ استاد مسلم الثبوت باشد چنانچہ در ہمن مجلس در مجلسِ خاص والد صاحب مغفور خود حاضری شدم و مغلّ خاص عبارت از آن است کہ بحر اریان از دیوان خاص شرف مجرا دیالقتہ می رفتند و حضرت مغلّ سبحانی خاصہ تبادل فرمودہ بدیوان خاص از برای استراحت تشریف شریف ارزانی می فرمودند، چون اعلیٰ حضرت ممدوح را شوق اشعار فرمودن بسیار بود، آن وقت ہر روز یا مطلع یا غزل یا کسی مصرع فی البدیہہ فرمودند، چنانچہ حافظ "عبدالرحمن" خان احسان استاد حضرت صاحب عالم و عالمیان برادر صاحب و قبکہ مرزا محمد ایزد بخش بہادر عرف مرزا بیل صاحب و ام اقبالہ دلم حاضری بودند و اعلیٰ حضرت ایشان را استاد خود می فرمودند و بغایت عنایت بحال ایشان مصروف می داشتند استاد مصطوفی البدیہہ غزل ہای فارسی در ریختہ سرانجام می نمود و پادشاہ جم جاہ را از شیرین زبانی خود مسروری ساخت، روزی پادشاہ رو بروی من فرمودند کہ حافظ جبر مصراع ریختہ می گویم مصرعہ دیگر فی البدیہہ باید گفت کہ بخاطر مبادلت نمی آید عرض کرد کہ ہرچہ حکم ارشاد فرمودند مصرع مصرع بھی برسہ تو دیتا مجھے اے ماہ نہیں

خان مذکور بی تاہل مصرعہ ثنائی بہم رسانید و آن این است۔ مصرع

نامناسب ہے میان وقت سحر گاہ نہیں

پادشاه بستم نموده فرمودند هر غزل را تمام رسانند همان جا استاد مذکور غزل آنچنان زود تر سرانجام نمودند که گویا که  
غزل گفته خود را بدو حاضران مجلس ابو محمد خان و اروغنه خاصه و نور علی خان و اروغنه نوشکی خان و غیره تحسین کردند  
مگر این به چندان بر مصرعه بهم رسانیده موسی الیه اعتراض نمود گفتم یا وقت سحر باید گشت یا سحرگاه باید داشت  
لفظ گاه و وقت که هر دو درین جایک معنی دارند بی معنی است مشار الیه خندیده گفت حضرت از علم شعر خبر ندارند  
و آن بدون محبت شاعر کامل بهم رسیدن بسیار دشوار است تا آنکه این گفتگو پادشاه مسموم فرمودند و این  
عاشق را ارشاد ساختند که حافظ جبر استاد وقت خود اند بدون سندان لفظ نگفته باشند بنده عرض کرد  
که این لفظ فارسی است تا که کسی استاد مسلم الثبوت و لایست زانگفته باشد اعتبار ندارد حافظ جبر بعد  
تا آن این شعر را محمد علی ثابت تبریزی در سینه خواندند به شعر

آدمی پیر جوشد حرص جوان میگردد

خواب در وقت سحرگاه گران میگردد

پادشاه بستم فرموده فرمودند ما نمی فرمودیم که از ایشان خطا نخواهد شد عرض کردم که قبله عالم ایشان  
شاعر اند خود تصنیف نموده خوانده باشند اگر در دیوان صایب به بنیم غلام را اعتبار آید پادشاه تدریس  
بر هم شده فرمودند به مصرع

جواب جا بهان باشد خموشی

القصه استاد مذکور روز دیگر این سه شعر استاده در سینه وقت سحرگاه آورده خواندند -

حیاتی گیلانی نغان لبیل و وقت سحرگاه حیاتی و دل نادان و شب

علی نقی کسه وقت سحرگاه ز خیل دعا بر سه عصه شبخون زخم

اشق قدوسی دلبرم وقت سحرگاه بد خاند رسید بهر صبح شفق آلود رخسار و سفید

روزی اعلی حضرت مغفور یک مصرعه غزل فارسی طرح فرموده بودند استاد مطهر این مصرعه فی البدیهه

در مطلع بهم رسانیده بود به مصرع " نکر دم عشق کس هرگز چون عاشق سخن گشتم " آن وقت حاضر بودم



آهسته بخوش گفتم اضافت لفظ ماشن چرخد و نمودند گفتند درست گفته ام و این سر شعر میزما صواب  
خوانند.

سر نمی تبرک سسر ز تیغ آب دار      این قدر کس چون قلم ماشن سخن باشد چرا  
چون سبوتا است نم از زندگی در بیکرت      دشگری کنی می آشان ماشن باده را  
عالم روشن به چشمش فرود می گرد سیاه      هر که چون پروانه بیدرد ماشن صحبت است  
بسیار تحسین نمودم و گفتم شاعری کسی را سزاوار است که این قدر مستحکام اسانده باشد شنیده گفتند اگر چه  
من همه گفته ام و سندها بجز صایب شاعر زبردست موجود است لیکن نزدیک من بدون اضافت این چنین اشعار  
از رتبه فصاحت می افتند یک روز پادشاه این مصرع فرمودند به مصرع  
خدا را ندارم سوا تو کسی را

و از استادم پرسیدند که لفظ سوا تو هم درست است یا نه دیگران گفتند که لفظ سوا تو هست پادشاه فرمودند  
من از ایشان پرسیدم شنیده عرض کردند که پیر و مرشد درست است و این شعر شانی تکلون خوانند به شعر  
من جان ندیم بکس سوا تو به تو دل ندی بکس سوا من  
و از من گفتند این نیز اگر چه درست است اما بحال من از فصاحت بعید است و ظاهر ساختند باینکه  
ای غثقی باشد شعر اکثر تک اضافت نموده اند چنانچه نمکس تاثیر به شعر  
مسکن شوخی بود هر پاره دل در سینه ام  
خانه ام چون کفیدان مادای چندین خانه است

الفرض استاد مذکور اشعارنی البدییه بدون خطا بحضور پیر نور حضور والا مضبوط و مربوط سرانجام می ساختند که دل  
سخن فهم مخطوط می شد تا آنکه خرش پین خرم صحبت او شان شده ظاهر نمودم که دل می خواهد که شعر فارسی  
در ریخته هر دو گفته باشم گفتند که از عهد شعر فارسی بر آمدن خیلی دشوار است اشعار ریخته فرموده باشند که  
غزل ریخته اگر خوب باشد بهتر از فارسی است ' بهایت شاعری گوید به شعر

ہدایت کہا ریختہ جس سے ہم نے رواج اٹھ گیا ہند سے فارسی کا  
 شفیہ ظاہر نمودند کہ شاعر ریختہ گوراعلم فارسی پر ضرور است بدون علم فارسی خطای سازد و از  
 خطای خود مطلع نمی شود آخر الامر از برکت صحبت آن استاد مسلم البتہ در ریختہ گوئی پایہ بہم رسانیدم  
 کہ اساتذہ این فن شریف شعر من پسندی نمایند و اکثر شاگردان من کہ برادر و برادرزادہ ہا اند آنچنان  
 ریختہ می گویند کہ قابل تحسین و آفرین اند غرض ازین گفتگو آنکہ حافظ عبدالرحمن خان احسان استاد این  
 اضعف العباد بنای ریختہ آنچنان ریختہ اند کہ رو بری ریختہ ایشان ریختہ کسی ریختہ گو پسند خاطر من نمی آید  
 شیریں سخن را کہ خسرو اقلیم فصاحت و بلاغت بگویم رواست چون ملک سخن سخن زیر نگین دارد اگر ملک شاعر  
 بگویم رواست چون خوی ایشان چنان واقع شدہ کہ بدون تحریک محرک غزل نمی گویند و نیز حاضر باشی  
 در حضور والا و کاروبار سرکار فیض آثار برادر صاحب و قبلہ ممدوح دارند بنا بران ہر چند کہ سلسلہ جنبان  
 تدوین دیوان ریختہ شدم صورت نہ بست اکثر غزل ہائی فرمایشی من و مشاعرہ طبع زاد استاد موصوف بہم  
 رسانیدم و تدوین آن نمودم کہ تا عندلیب طبع سخن سخنان ازین بوستان ہندوستان کہ غیرت ریاض رضوان  
 است گل مراد چند پند اشعار می گوید

بشیرینی جاتی خوش کلام	کہ ہم نام احسان ہے وہ نیک نام
کیفیت جام پیر معان	بامنتیت ملک عشق بُستان
مُعطر ہوا اس سے ہندوستان	یہ ہے بوستان لائقِ دوستان
جدھر دیکھو وال یا سین سخن	خیاباں خیاباں چین در چین

اللہی این گلزار رشک ارم از صحر حداثہ روزگار مضر و محفوظ باد بحرمت البنی و آلہ الامجاد  
 رَبِّ یَسِّرْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ” و تتمہ بالخیر



## قصیدہ درلعت سرور کائنات

یہی وظیفہ مجنوں بہ دشتِ عشق رہا  
گرا جو شام کو دشتِ فلک سے ساغرِ مہر  
جبینِ عرشِ معلیٰ ہے سجدہ گاہِ نیاز  
جنونِ عشق میسر ہو تو چشمِ دناخن سے  
تو اس کے عشق میں ..... جبار کھے ہے دماغ  
بری گتہ میں ..... مغفرت کے قصو  
بدانِ شرم کہ کنم دایم

فدا ہوں اس پہ کہ سبحان ربی الاعلیٰ  
نشہ میں عشق کے ہے چور گنبدِ مینا  
اس آستان پہ کہ سبحان ربی الاعلیٰ  
بناؤں دشت کو عمان کوہ کو صحرا  
غدا تو .... آستان پر .....  
تو وہ غفور ہے تو وہ غفورِ بخشا  
کہ پیشِ غفور تو آرم بہ تحفہ روزِ حسرا

فرد

احسانِ سپہِ مرگ کی ہر دم ہے چڑھائی  
کہتا ہے خبر دار خبرِ دایرِ نفسِ ما

۱۔ نسخہ الف، ب، ج میں یہ نعتیہ اشعار نہیں ہیں۔

۲۔ یہ لفظ کرم خوردہ پڑھا نہیں گیا۔

۳۔ دیوان میں ہمیشہ ہائے مجہول کو ہائے معدوم لکھا گیا ہے۔

۴۔ یہ فرد نسخہ الف، ب، ج میں نہیں ہے۔

# غزل

Book 1  
Page 29

یہ دو جو بحر ہیں یہاں کون آشنا میرا  
خدا ہی دونوں جہاں میں ہے نا خدا میرا  
رہ خدا میں ہوں پہونچسا خدا خدا کریں  
خدا خدا ہی جیوں ہے خدا خدا میرا  
رکھا ہے عشق کے دریا میں اب قدم میں نے  
معاف کیجیو یا رو کھسا سنا میرا  
جلا دی چھونک دی کن کنول کو آتش عشق  
تیری کرم سے یہ مٹ جائے و خدا میرا  
جو خود بخود ہی مجھے دونوں جہاں دیئے تو کیا  
خدا کرے کہ تو خود ہووے اے خدا میرا  
نہ روتھ مجھ سے براے خدا کہ تو ہے یار  
رفیق میرا صنم میرا دل ربا میرا  
نہیں ہے دست سب سے مجھے سربیت  
کسی کی زلف کو پہنچی ہے سلسلا میرا  
پھر دل ہوں عشق مبتلا سے کوئی نہ کہہ پھر  
خدا کے واسطے نامح نہ سہ پھرا میرا

ق

کہا یہ کس نے کہ ش کی ہوں تجھ سے آقا  
یہ حرف سن کے ابو خشک ہو گیا میرا  
وہ تیری تیغ کا احسان ہے میاں ہر دم  
کہ عضو عضو ہے شاکر جدا جدا میرا  
غزل نہ کیوں کہ پڑھوں دوسری کہ اے احساں

حرک آج ہے ثابت سا میرا میرا

Book 1  
Page 38

رکا جو یار تو بس حال یہ ہر امیرا  
کہ دم بھی آوے ہے ہر دم رکا رکا میرا  
کہے گی خاک تو پیغمبر ام اے صبا میرا  
ہوائے یار میں دم ہے ہوا ہوا میرا  
جو مری بھی جاؤں نہ کیجیو ہری وفات کا ذکر  
وفا کے نام سے چڑتا ہے بے وفا میرا

لے یہ شعر نسخہ 'ا' 'ب' 'ج' میں نہیں صرف نسخہ "د" میں ہے

لے یہ شعر نسخہ 'ا' 'ب' 'ج' میں نہیں صرف نسخہ "د" میں ہے



غمِ دوگون کھلایا تو کیا ہوا اے عشق  
 یہ شعلِ گریہ ہے ہرگز نہ ہوگی پند سے بند  
 جو بوسہ دیجے مزے کا مزا بدل جاوے  
 اندھیری رات کو میں روزِ عشق سمجھا تھا  
 کہیں نہ ہو خفگی تیرے دل میں فکر ہے یہ  
 دو چہرہ حسنِ ترا فرطِ حشم سے چمکا  
 نہ دردِ سردِ دوا سے ملامِ بیدرد  
 تمہاری زلف کا شامت زدہ کو سودا ہے  
 نہ کیوں کہ رعدوں کہ ہے حال جاں کنی میں آہ  
 ذرا تو اور کہ پورا ہونا شستا میرا  
 بکا جو ناصحہ دو گستا ہوا بکا میرا  
 کہ ان دنوں میں بہت منہ ہے بے زرا میرا  
 چراغِ تُو نے جلایا تو دلِ بجھا میرا  
 کہ خود بخود ہے کچھ اس وقت جی خفا میرا  
 بگڑے کام سن اے مہِ سنور گیا میرا  
 دوا پذیر نہیں دردِ بے دوا میرا  
 بلائی عشق میں دلِ ناگہاں بھینسا میرا  
 رفیقِ میرا جگر میرا لاڈلا میرا

کسی نے پوچھا کہ احساں غلام کس کا ہے  
 نبوں پہ لا کے قبضہ کو یہ کہا میرا



خفا جو مجھ سے بظاہر وہ گلِ غدار رہا  
 رُکی پر جدِ بستان کا بھی میں نہ یار رہا  
 نہ بحرِ فاختہِ اخلاص سے کھجوا یا  
 موئی پہ کون ہے اپنا گریہ لوحِ مزار  
 قرار کیا جو دلِ بے قرار کو ظالم  
 قرار تیرا نہ ہرگز بیک قرار رہا  
 اسی الم سے مجھ جب نہ تب بخار رہا  
 اگرچہ حلقہ ہر زلف آنکھ مار رہا  
 کہ میری خاک سے ایک لمبے غبار رہا  
 برائے نام نقطِ آبِ سرِ مزار رہا  
 قرار تیرا نہ ہرگز بیک قرار رہا

لہ تا شہ اشارت من نسخہ "د" (انڈیا آفس) دوائے نسخے میں نہیں اب "ج" میں ہیں۔

شہ یہ پوری غزل نسخہ "ب" "ج" میں ہیں صرف نسخہ "ا" میں ہے

تمہارے بجز میں لے بجزِ حسنِ آج تو آہ  
 بسانِ آہ فلکِ سیرِ نالہ عشق  
 کیا جو تو نے کتارا تو کیا ہوا میں تو  
 تمہاری کشتہ شرکاں کا دشتِ فرقت میں  
 میں اپنے شیشہِ دل پر ہوں غش کو جہیں ملکا  
 نہ تیرے پاس رہا پس عشق سے دل ہی  
 چلی تھی جان بھی یہ دل تو درکنار رہا  
 ہمیشہ گردنِ گروں پہ ہے سوار رہا  
 تیری نیال سے دن رات ہمکنار رہا  
 ہمیشہ خمِ سرِ بران ہے آبدار رہا  
 ترے خیال سے پریوں کا ہے گزار رہا  
 نہ تیرے ہاتھ سے دامن میں ایک تار رہا  
 تجھے نصیب ہو دُنیا دیں کہ تو احساں  
 ہمیشہ دستِ بکار اور دلِ بیزار رہا

(۳)

سنگِ بے قدری سے دل کو مرے کیسے توڑا ۛ  
 تیری دیوار سے سرِ اپنا سرِ توڑا  
 دلِ صد چاک کی پوچھی جو خبر اس نے وہیں  
 نالہ و آہ بھی اب تو ہیں نکلنے سے رہی  
 مول اس محل کا تو نے بُتِ کافر توڑا  
 نخلِ الفت سے شرمِ جم نے یہ دلِ سرِ توڑا  
 گلِ صد برگِ مرے سانسے لاکر توڑا  
 خانہِ دل پہ لگا تیرا ستمِ مگر توڑا

ق

سادگی نے ہی تری قتل کیا تھا کافر  
 مڑکیاں تیری غضب اور یہ بالا ہے بلا  
 تیرے زیور نے ستم اور ہی دل پر توڑا  
 تہر زنجیرِ ستم ہی کا سرِ توڑا  
 گوہرِ حلقہِ بینی وہیں رو کر توڑا  
 جب سنا مرے گیا آج مرا حلقہِ بگوش



مشک و عنبر کا نہیں زلفِ معنبر توڑا  
دور کا جس کو نہیں یارِ میسر توڑا  
حیف یوں لپٹی ترے سرے ستمگر توڑا

تیری دولت سے سرے کشورِ دل میں اب تو  
نچو توڑا سے ٹٹائی وہ کہاں سے مفلس  
ہاتھ پہنچے نہ ترے پاؤں تک مسیر اکھو

ق

دم ہے نشتر کی بھلنی کے برابر توڑا  
پائے تدبیر جو ٹوٹا سرِ نشتر توڑا  
اس ادا نے تو پھر ایک تہر ہی مجھ پر توڑا  
ہاتھ ٹوٹے نے برے ہاتھ کو آکر توڑا

یادِ مثر گاہ میں دمِ قصد تے عاشق نے  
ہاتھ افسوس سے کل کر دیں نصیب دے آہ  
کوئی گل میں نے جو بھینکی کہیں پہنچی میں لگی  
پہنچی کو ہاتھ میں رکھ کر بہ نزاکت بولی

مگر یہ آہ جگر سوز سے پھوٹا دل کو  
آتشِ دآب سے احساں نے یہ تیجہ توڑا

Beach 13  
Page 66

۴

دامن سے ربطِ غارِ مغیلاں کا ہو چکا  
بازارِ گرم مہرِ درخشاں کا ہو چکا  
خوبی یہ اس میں ہے کہ وہ خواب کا ہو چکا  
دل میرا غالبِ زیرِ زنجیرِ خداں کا ہو چکا  
تیجہ بھی تیرے عاشقِ بے جاں کا ہو چکا  
جانا یہ میں نے آج سے جاناں کا ہو چکا  
کام اب تمام لعلِ بدخشاں کا ہو چکا  
ہم کو خیالِ سنبلِ دریاں کا ہو چکا

پیری میں ہم سے کشتِ سیاہاں کا ہو چکا  
عالمِ تمام اب رُخِ جاناں کا ہو چکا  
دل میرا خوب ہے اسے ہے سوچہ خوبِ خوب  
دست اپنا کیوں نہ زیرِ زنجیرِ سوچ سے رکھوں  
تجہ کو خبر نہیں یہ نتیجہ ہے چاہ کا  
پہلو میں میرے دل کو نہیں گل کسی طرح  
مذکور تیری لب کا ہوا اس کے زوبرو  
دیکھیں ہیں خواب میں بھی تری زلفِ دھواں کو ہم

غیرت کی جا ہے نرگس یلی سے یہ کہہ  
 داغوں کا میرے گھر ہے یہ شہرہ تو شہر میں  
 اس زلف درخ سے تیرے سن لے رنگ  
 گریت یہ میرے گریہ کنان خلق کیوں نہ ہو  
 سیری ہمارے زخیم کو مطلق نہیں ہوئی  
 تھا عجب جو مادہ فسادوں میں مشتہر  
 میرا ہے رنگ زرد رکھے ہے مثال زر  
 اس ٹہری بانگی چال سے سیدھی بنوگی تم  
 گر تین کھینچے گا کھینچی جائے گا میاں  
 مجنوں ترا تو چشم غمخداں کا ہو چکا  
 بازار گرم لالہ نعلیناں کا ہو چکا  
 کام اب تمام گیر و مسلماں کا ہو چکا  
 گریہ سا گریہ دیدہ حجر یاں کا ہو چکا  
 بخت تھا زور شور نمکداں کا ہو چکا  
 وہ آج مادہ بادہ گساراں کا ہو چکا  
 میں زر خرید اس غم بھسراں کا ہو چکا  
 گالی نہ دو کہ وقت وہ ہنساں کا ہو چکا  
 ہی کھنپی کا دور نخت خاں کا ہو چکا  
 احساں نے کیا پڑھی غمخداں ثانی آن کر  
 ثانی کوئی تو ایسی غمخداں خواں کا ہو چکا



سینہ تو وقف نشتر شرکاں کا ہو چکا  
 راحت سے بیر اس دل بریاں کا ہو چکا  
 یوسف ترا کہاں ہے جو دھونڈھے ہے تواسے  
 دل جمع تھا وہ زلف پریشاں کا ہو چکا  
 جو اپنا زخم ہے وہ نمکداں کا ہو چکا  
 یعقوب سے یہ کہہ دو وہ ننداں کا ہو چکا



سوار اگر مسیح جلائے تو یہ کہوں  
اپنے ہی گھر میں آپ نے سونا کیا شروع  
کہہ دو امید کو جو نہ آئے وہ یہاں کہ میں  
طاقت نہیں رہی مجھے جنبش کی ہم نشیں  
وقف دیا نہ ہم کو غم جیب بیا رہنے  
کچھوں بول پشیم مور سے کترائے وسیع  
دریا بھی یاں ہے گرم تو ہے پر ہو جیسے بوند  
کھولا جو اس نے در بری آنکھیں سی کھل گئیں

ق

مُرجائے کافران میں کہتا ہے مجھ کو تو  
فی الواقعہ یہ تو نے کہا ایک ہاتھ  
اس منہ پہ وصل اُس مہتاباں کا چوچکا  
یاں کل ہی واقعہ شب ہجراں کا چوچکا  
دول میں اُسے ہزاروں تو لاکھوں ہی پھر سنائے  
احساں ہی جو نہ مانے وہ احساں کا چوچکا



ایک دستِ نقہ برپا ہم نے جہاں میں دیکھا  
آتش جگر میں گاہے گر شدہ جاں میں دیکھا  
منصور کو سراسر دارالاماں میں دیکھا  
اللہ ہم نے کیا کیا عشقِ بُتاں میں دیکھا

لے یہ شعر نسخہ ۱، ب، ج میں نہیں مرتب نسخہ دیں ہے۔

ہم کو کفنِ اسی کا لازم ہے ماہر ویاں  
 جو ہیں کھرے انھیں کو دس کھوٹیاں سنائے  
 اے اہلِ دلِ خداے دل نے یہاں دکھائی  
 اس خاکِ پاکِ سدمہ آنکھوں میں جب دکھیا  
 کیا رنگِ اشکِ خوئیں فرقت میں ہیں دکھاتی  
 آنسو سدا رواں ہیں اپنا ہے اب یہ نقشہ  
 تجھ کو کبھی نہ دیکھا، دیکھا جہان سارا  
 جتنے ہیں اہلِ جوہر ان کو زمیں نپاوے  
 آتش کا ایک زباناہ کام و دہن میں دیکھا  
 الفت کا پرتو آسا ہم نے کتاں میں دیکھا  
 ہم نے نیا سلیقہ اس نو جوان میں دیکھا  
 دلی میں تھا جو دیکھا کوئی بُستاں میں دیکھا  
 کیا خاک آکے ہم نے اس خاکِ اں میں دیکھا  
 رنگِ بہار ہم نے فصلِ خستہ اں میں دیکھا  
 یارب یہ کس کا نقشہ آبِ رواں میں دیکھا  
 گرچہ تجھی کو میں نے سارے جہاں میں دیکھا  
 ہم نے غرض یہ جوہر اس آسمان میں دیکھا

ق

شہرہ ہے لکھنؤ کا لیکن نعوذ باللہ  
 دلی کے ہست دلوں میں ہیں اہلِ دلِ ہزاروں  
 مومن جو رواں ہیں ان کو کفرِ نہاں میں دیکھا  
 دلی سا شہر کس نے ہندوستان میں دیکھا

دودن سے میں جدا ہوں اس موکرے احساں  
 اک سو طرح کا صدمہ اس درمیاں میں دیکھا





مئی گراں ہے نہ کہیں شیشہ گراں کیجے گا  
یا کبھو آپ کی خاطر بھی نشاں کیجے گا  
رات کی رات کرم آج یہاں کیجے گا  
کہہ دو آرام بری جان کہاں کیجے گا  
جب سواری کو بھی ہجوں رواں کیجے گا  
کبھو موتوف بھی یہ مکر زناں کیجے گا  
بہنس دل میری اسی وقت نشاں کیجے گا  
ہاں نہیں تو نہیں بس منہ نہاں کیجے گا

ہم پر یہ ظلم نہ اے شیشہ گراں کیجے گا  
بس مجھے تیر جفا کا ہی نشاں کیجے گا  
کوئی سُننا ہوں جو سوِ غزبیاں کیجے گا  
دل جگر سینہ مکان تحفہ ہے یاں ایک ایک  
کھام دل کیونکہ برادے گھاہرے گھر کی طرف  
کب تلک ہجر میں میں نعرہ زناں آہ رہوں  
جن سے دل تم نے لگایا ہے وہیں جانی پر  
ہم بھی ہاں ایسے نہیں جو ہمیں غیرت ہی نہیں

ق

اس بناؤ سے اجی قصد کہاں کیجے گا  
آج اس پند کا اپنے نہ دھواں کیجے گا  
جی میں ہے فوج رشک آج رواں کیجے گا  
دل جلاؤں کو نہ کبھی گرم نغساں کیجے گا  
کل کو رو رو کے بیاں اس کا بیاں کیجے گا  
غیرتِ روضہ رضواں یہ مکاں کیجے گا  
گر مجھے رو بروئے پسیل دماں کیجے گا

اودی پوشاک عجب تم نے بھی راپہڑی جی  
لے صنم نامِ خدا کیا ہو دھواں دھار بنے  
جانبِ کشورِ وحشت علمِ آہ کے ساتھ  
آتشِ دل نہیں بجھنے کی بجھانے سے کبھو  
آج عاشق کو زرا نہنس کے جلا لو ورنہ  
کل اسی طرح سے پھر آن کے لے رشک بہا  
رخِ د پھیروں گا ترے کہنے سے سُن لے شہِ حُسن

دشتِ ہر خوفِ محبت میں کہاں جائے اماں  
میں تمہیں چہ کے پھر ادب اب رکھوں خیال  
مختب آوے تو جادے نہ سلامت یاں سے

مسکن اپنا دہن شیر زیاں کیجے گا  
دہم سے اپنے یہ ہرگز نہ غماں کیجے گا  
یہ جوانوں کا کہنا پیر مغال کیجے گا

پھر اسی طرح کی پڑھتے ہیں غزل ہم احساں  
ہر طرح دردِ نہاں اپنا غیاں کیجے گا

نیمپا جلد میاں ہی نہ میاں کیجے گا  
طاقتِ گری خورشیدِ قیامت ہے کسے  
دل میں تم جو نہ جلاؤ مرے دل کو دیکھو  
کہہ دو بقالِ پسر سے کہ ہر دل لے کر  
دل سے دل پاس میں تو بھی ہے دلوں کی خواہش  
ادب بھی سوزِ جگرِ بزم میں ہو گا روشن  
یا رجب ساتھ سفر میں ہو کہاں کی روزی  
کس سے یارب کہوں احوال یہ کہتا ہے وہ بُت  
وہ دھواں دھار سی زلفیں ہیں نظر میں ہر شب  
شہرِ دل کی تمہیں آبادی کا کچھ بھی ہے خیال  
میری جانب سے کہو مختبِ شہر سے یہ

نیم جانوں کا ابھی کام رواں کیجے گا  
تاب کی داغِ جگر سے نہ فغاں کیجے گا  
میرِ نقصان نہیں اپنا زیاں کیجے گا  
قصہ اخذِ دلِ اغیار نہ ہاں کیجے گا  
کیا دلوں کی کہیں دلی میں دُکاں کیجے گا  
شمعِ سناں قلع اگر میری زباں کیجے گا  
روزِ روزوں ہی میں عیدِ رمضان کیجے گا  
اپنی یاں رام کہانی نہ میاں کیجے گا  
دردِ اب سورہ واللیل و دُعاں کیجے گا  
یا جہاں رہے گا دیراں ہی وہاں کیجے گا  
سعیِ اُرزائی کے از دل وہاں کیجے گا



پانی پی کے تمہیں دیوں گے دُشام یہ بند  
 جلد احساں سے کہو وہ بُت خود کام آیا  
 اب تو بٹہ کہیں بند زباں کیجھو گا



27  
 1015

فُردہ داغ جگر دل رُبا نہیں رہتا  
 بغل میں رشک سے دل رُبا نہیں رہتا  
 ہمیشہ حُسن اُس کے وفا نہیں رہتا  
 کبھی جو شمع تو پروانوں پہ ہوا روشن  
 کہاں وہ گر یہ وہ نالہ وہ جاں بلب رہتا  
 خدا نخواستہ تم تو صنم نہیں ایسے  
 کہا جو میں نے کہ اے رشک ماہ مگر میں مرے  
 لگا یہ کہنے کہ ہاں ہاں ہے یہ بھی اپنا شوق  
 جو مجھ کو کہئے میں آنکھوں سے ضبط گریہ کروں  
 یہاں مجھے ہی نصیحت کو ہیں سبھی موجود  
 یہ داغ عشق ہے کیوں کرنے لگی کھلے اس کا  
 جو دل لیا ہے تو بوسہ بھی دو سمجھ رکھو

چراغ عشق کا ہرگز بجھ نہیں رہتا  
 خفا ہے یہ کہ تو مجھ سے خفا نہیں رہتا  
 کبھی زمانہ سدا ایک سا نہیں رہتا  
 کہ بعد مرگ کوئی آشنا نہیں رہتا  
 کسی کا کام ہمیشہ بنا نہیں رہتا  
 تمہارے دل میں تو کینہ سدا نہیں رہتا  
 تو بھڑائی سے کیوں اک ذرا نہیں رہتا  
 نہیں نہیں نہیں رہتا ہوں جا نہیں رہتا  
 مرا قصور نہیں دل مر مرا نہیں رہتا  
 وہاں تو ہوش کسی کا بجا نہیں رہتا  
 ہزار اس کو چھپاؤ چھپ نہیں رہتا  
 کہ بد معاملگی میں مزا نہیں رہتا

لگائی تاک ہے کیوں محتسب نے تجھ پہ دلا  
اگر تو دستبردِ رز سے بھلا نہیں رہتا  
نہ کیچنے تیغ تو احسان نہ تو ان پہ آہ  
میاں یہ زور کسی کا سد نہیں رہتا



تمہارے قد سے ہیں قائم قیامتیں کیا کیا  
اُمٹھی ہیں بیٹھے بٹھائے یہ آفتیں کیا کیا  
لبوں پہ جان کا آنا یہ خراب کا جانا  
خیال لب میں ہیں تیری خلافتیں کیا کیا  
دل اپنا تم کو دیا پھر رکھے وفا کی اُمید  
بیان اپنی کروں میں حماقتیں کیا کیا  
زمین میں شہر سے اس قد کی گر گیا ہے سرو  
ہوئی ہیں اس کو نہ حاصلِ لذتیں کیا کیا  
پھر اعدام سے کوئی اب ملک نہ اُکساکر  
خدا ہی جانے کہ وہاں ہیں فراغتیں کیا کیا  
تو بے نصیب ہے نامح تھے کہوں کیا میں  
کدرِ عشق میں ہوتی ہیں راحتیں کیا کیا  
گلے سے لگتے ہی جتنے نکلے تھے بھول گئے  
وگر نہ یاد تھیں مجھ کو شکایتیں کیا کیا  
مجھے ہے گریہ میں چلائے پر ہنسی آتی  
کہے ہے سُن کے توجہ میری حالتیں کیا کیا

قطرہ ہفت شعر

کہے ہے مجھ کو برا شعلہ دُوبندِ تشنِیع  
بیان تیری کروں میں شرارتیں کیا کیا  
کہوں جو آ تو پھر ہے میرے گردِ پہرہِ ملک  
جو بولوں جا تو جتائے نقاہتیں کیا کیا  
ڈرائے آہ سے گر آہ سُن کے یں نہ ڈروں  
دکھائے اشک کی اپنی سسرتیں کیا کیا  
جو زلف دیکھی تو چمٹی مجھے بلا کی طرح  
نصیب اپنی کی بتلا میں شامتیں کیا کیا



جو کھولوں بند قسب پھر کھلے ہے تیری زباں  
 نکالتا ہے تو اس میں قسب احتسب کیا کیا  
 جو سرمہ دلوں ہوں تو اک تو تیا سا بندھے ہے  
 کہوں جو بات بنائے حکایتیں کیا کیا  
 مریض عشق تو ہو اور مجھ کو روگ لگے  
 رہیں ہیں اب کی زمانے میں چاہتیں کیا کیا  
 جو ذکر کل کا کیا میں نے منہ چسپا کے کہا  
 تجھے بھی یاد ہیں احساں کنایتیں کیا کیا



ہر آن جلوہ انمی آن سے ہے آنے کا  
 چلن یہ چلتے ہو عاشق کی جان جانے کا  
 قسم قدم کی ترے جب تک ہے دم میں دم  
 میں پاؤں پر سے ترے سر نہیں اٹھانے کا  
 ہماری جان پہ گرتی ہے برقی غم ظالم  
 تجھے تو سہل سا ہے شغل مسکرانے کا  
 قسم خدا کی میں کچھ کھا کے سو رہوں گناہ منم  
 جو ساتھ اپنے نہیں مجھ کو تو سسلانے کا  
 نصیب اس کے شراب بدبشت ہووے مدام  
 ہوا ہے جو کوئی موجب شرب خانے کا  
 بہت سے خون خرابے بچیں گے خانہ خراب  
 یہی ہے رنگ اگر تیرے پان کھانے کا

ہماری چھاتی پہ پھرتا ہے سانپ یاں احساں

وہاں ہے شغل اُسے زلف کے بنانے کا



ہم ہیں، کو چہ ہے یار جانی کا      روز ہی زور ہونا تو انی کا  
 نام تیرا ہے ورنہ اے عنقا      ہی نشاں ہم سی بے نشانی کا  
 غم سے جوتا ہے غم غلط اپنا      کس کو یاں غم ہے شادمانی کا  
 میں تو اس نوجوان پر غش ہوں      بائے عالم تری جوانی کا  
 تُو نہ ہو دے تو جان مر جاؤں      تُو ہی باعث ہے زندگانی کا  
 اس کی زلفِ دراز سے ہے خضر      سلسلہ عمر جاودانی کا  
 نیند اڑ جائے سُنتے ہی اُس کی      یہ اثر ہے مری کہانی کا  
 نہیں احساں تجھے سلیقہ کچھ  
 شعر گوئی کا شعر خوانی کا



لب بلب لب سے ترے جب لب پہ پیمانہ ہوا      جاں بلب تو ہی مجھے کہہ یس ہوا یا نہ ہوا  
 یاں تلک جمع تری زلف پریشاں میں ہے دل      تار جو اس کا تھا سو سچہ صد دانہ ہوا  
 مجھ کو حسرت ہی رہے اور وہ بلائیں لیوے      تیری زلفوں کا کوئی میں ہوا شام نہ ہوا  
 ہائے افسوس ہر جام ہو مئے سے خالی      کیوں مری عمر کا لب سر نہ پیمانا نہ ہوا  
 روز کہتا تھا کہ آتا ہے مرے پاس تو کیوں      شب جو جانا نہ ہوا غصی وہ جانا نہ ہوا



کیا ہی کوچہ ہے مرے دوست کا اللہ اللہ  
 برہن آن کے وال دشمن بُت خانہ ہوا  
 مرگ کو پہنچا ہوں نزدیک تری جان سے دُور  
 مجھ پہ کیا کیا کہوں فرقت میں کہ کیا کیا نہ ہوا  
 چاروں ناچار ہیں ہم عشق کے ہاتھوں احساں  
 تو ہوا قیس ہوا، میں ہوا پروانہ ہوا



کچھ طور نہیں بچنے کا زہر ہمارا  
 جی لے ہی کے جادے گایہ آزار ہمارا  
 کوچہ سے ترے کوچ ہے لے یار ہمارا  
 جی لے ہی جلی خست دیدار ہمارا  
 تو ہم کو اٹھا لیجو اُس وقت ابلی  
 جس وقت اٹھے پہلو سے دل دار ہمارا  
 یار ہے کہاں اتنا کہ اُس یار کو یارو  
 میں یہ کہوں اے یار ہے تو یار ہمارا  
 ہم پادشہ مملکت عشق میں ناحق  
 منصور سارا گیا سردار ہمارا  
 کہہ دیجیو مکھولی کو تو اے گردش طالع  
 ہاں جلدی سے لانتخت ہو دار ہمارا  
 بے غم ہیں ہر اک غم سے نہیں غم کا ہیں غم  
 کیا غم ہو کہ غم تیرا ہے غم خوار ہمارا  
 ابرو کی تری میت کی کیا بات دیکھن  
 ہے آہ کامصرع بھی دھواں دار ہمارا

احساں تو غزل فارسی ہی اپنی کہا کر

دل رنجستہ تیرے سے ہے بیزار ہمارا



یار اپن کبھوٹا لے بیدار نہ پایا  
کیا پایا اگر دیدہ خوبار نہ پایا  
اس عمر میں ایسا کوئی معمار نہ پایا  
کوئی سبب گر می بازار نہ پایا  
جب سیمبروں نے ہمیں زردار نہ پایا  
غیر از دم سر داپن کوئی یار نہ پایا  
پر ہم نے کوئی اپن طلب گار نہ پایا  
جب سیریل نے یک بار کبھو بار نہ پایا

ہم خواب تجھے خواب میں بھی یار نہ پایا  
نرگس نے تو کچھ پایا بھی زہرا نہ پایا  
ہر عمر کی تعمیر ذرا جستی عمارت  
ہوں آہ شہر بار کا مشکور کہ اس بن  
جوں تھکے زر ہم کو گلے تب نہ لگایا  
ہے گرم تپاک اپنے سے ہر دم دہی ہمد  
ہیں جان و دل و دین کے طلب گاریہ دل دار  
اللہ وہ دربار ہے تیرا کہ جہاں تک

کل تک تو ترے کوچہ میں احساں تمہاری جاں  
پر آج جو ڈھونڈھا تو وہ بیسار نہ پایا



دیکھ آب رواں کا تو مری جان تماشا  
تیری بھی ہے یہ زلف پریشان تماشا  
تیری ہے غضب آن عجب شان تماشا  
داغوں سے بنا سر و چہرہ اغان تماشا

روقی ہیں مری دیدہ گریبان تماشا  
دل جمع میں تھا وہ بھی دیا تو بھی ہے برہم  
ہے خال دھواں چال پری، کمال مجبور کا  
دیکھ آکے تماشا تو مری جان کماشت



دامن کے ہیں سو ٹکڑے گریباں کے ہزاروں  
 ہر آن تری آن پہ میں غش ہوں بری جاں  
 دامن تماشہ ہے گریبان تماشہ  
 قربان تری آن کی ہے آن تماشہ  
 یارانہ تو احساں سے کیا تونے ہے لیکن  
 دیکھی گا تو اُس بُت کا نادان تماشہ



جی ہی آخر کو یہ لے جائے گا جانا دل کا  
 کب سے میں چپتا ہوں دل دل بردل دل  
 جان کو روگ لگانا ہے لگانا دل کا  
 دل ہر ادے کہ نہیں خوب تانا دل کا  
 میرے پہلو میں تو کیا ڈھونڈے ہے ہر رات اے  
 آنکھیں تم مجھ سے چراتے ہو برے چور ہو تم  
 تیری زلفوں میں ہے دل ڈھکانا دل کا  
 تم پہ ثابت ہے مری جان چرانا دل کا

تو کیوں ہی گریہ کستاں اے مرے دل بکری خدا  
 نہ رو نہ رو کہ نہ تجھ کو کبھی رُلائی خدا  
 تیرا ہوتا تو کیا تم خدا کو دوگی جواب  
 خدا کی بندوں پہ یہ ظلم بندہ ہائی خدا  
 رضا میں تیری ہوں دن رات اے صنم صرف  
 جو اس پہ تو نہیں راضی نہ ہو رضا خدا  
 خدا کا اور تہا را ہی آسرا ہی مجھے  
 مدد کو پہنچو رسول خدا برائی خدا

بُٹوں کی کوچی میں کہتا تھا کل ہی احساں  
 میاں کسی کا نہیں ہے کوئی سوائی خدا

بچیں ساجی کہ ہوا اے مرے دشمن دل کے  
 میں جیاجب کہ بغل سے تجھے باہر پھینکا  
 ترہ آملوی حرم تیرا ستارہ چمکا  
 رخس میرے پر خشنہ بنا تجھ پر پھینکا  
 تو نے کیا کیا نہ مرے یار ستمگر پھینکا  
 اپنے تئیکے سے غرض ہم نے ہے بستر پھینکا  
 اس لب بام سے اے صرصر وقت تو بتا  
 مثل تلخے کے برا یہ تن لاغر پھینکا



رنگ اس رنگ سے اد کا فر اکفر چھینکا  
میں تو یہ دیکھ رہا ہوں مگر منہ پر پھینکا

رنگ ہے رنگ عجب طرح سے ہوئی کھیلا  
قلم کی سی طرح یہ دلِ نون گشتہ مرا



خیمہ کہ صحر کو لی گئی صر صر جاب کا  
ہر آبلہ ہی پاؤں کا ہمسر جاب کا  
بریا دیوں ہو ہائے مقدر جاب کا  
پانی پہ ٹھہری کیونکہ نہ بستر جاب کا  
یکہ دست پایا شیخ کو ہمسر جاب کا  
پہنچا نلک پہ فخر سی سر ہر جاب کا  
اے مرد ماں پھر ہے مگر سر جاب کا

عقدہ کھلانے دای یہ ہم پر جاب کا  
ہر لاشک میرا بحر ہی ہر تیج آہ موج  
اک آشنای خانہ بدوش اپنا تھا دہی  
ہی وہ مرید آبلہ پائی عاشقان  
بی مغر، خود نما و تنگ ظرف و تنگ دل  
انگیا کی تیری قوی پہ اے موج بحر حسن  
ہم چشم میری چشم کا سمجھا ہی آپ کو

موج نسیم فصل بہاری سی ساقیا  
ہی جامِ گل میں موج پہ ساغرِ حباب کا  
احساں اٹھا کی دیکھ کہ مثلِ درِ سہ شکر  
نایاب دبی بہا ہی یہ گوہرِ حباب کا



لوٹتے ہوئے لب کا شہ یہ دل کا مراں ہوتا  
نہیں ہرگز بیانِ جادوئے چشمِ بیاں ہوتا  
لب شیریں میں شیریں جو بھی شورِ آلاماں ہوتا  
چراغِ چشمِ ماہی شعلہ جوالہ ڈال ہوتا  
لب دریا لباسِ سُرخ سے ہوتا جو وہ رقصاں  
وہ نگرس چشمِ سنبل مو، صنوبرِ قد، اگر آتا

نہ دیتا اگر اس حلقہ میں لے ساقی مئے باقی  
یہ ددرِ ساغر مئے حلقہ ماتم بیاں ہوتا  
قطعہ

پکارے ہے جسے اللہ اکبر کہہ کے پانچوں وقت  
اگر میں پوچھتا اس سے کہ اس کو کس نے دیکھا ہے  
اگرچہ کہ دل کو تیری سادگی ہی قتل کرتا ہے  
گلے میں ہار پھولوں کا چھری پھولوں کی ہاتھوں میں  
نقطہ دیدار اس کا عاشقوں کو بے بیاں ہوتا  
موزن ہاتھ کا لڑن وقتِ اُڑاں ہوتا  
جریوں ہونا تو کیا کی لطفِ حسنِ آمیری بیاں ہوتا  
دھڑی مٹی کی لب پرادر مٹے میں ایک پاں ہوتا



نہیں ہے گنبدِ گردنِ گرداں میں صد ہرگز  
 ہسی تیری اس دل کے لیے اکریعظم ہے  
 جو آتا اس گھٹا کالی میں تو کالے دوشالے میں  
 گذرنا خاک سے میری اگر محمل نشیں میرا  
 ہمارے ہاتھ سے مندل بہت  
 اگر کم ظرف ہوتا آسماں ہوتا  
 دھڑکی لب پر اگر ہوتی تو دھڑکیوں شق پاں ہوتا  
 تو لے آتش کے پر کالے دھواں بتا دھواں ہوتا  
 غبار اپنا فدا ہی گردِ راہِ کار و اں ہوتا  
 اگرچہ دردِ سہم تم کو نصیب دشمن ہوتا  
 نہ ہوتا گر ترزا کوچہ احساں

کدھر جاتا، کہاں تا کہاں روتا کہاں ہوتا



تو آج آئندہ رو مجھ پاس آجا  
 تر آئی آتشِ برقِ غم یار  
 مری آتی ہے بس نیند آئی تو آپ  
 مری جاری ہیں آنسو آہ قاصد  
 لکھائیں فی یہ اس یوسف کو کل خط  
 بہر صورت بھی صورت دکھا جا  
 برا یہ خرمن ہستی جلا جا  
 یہ اپنی چشم پوشی دیکھتا جا  
 شتابی کہہ یہ اس کو ماجد اُجا  
 عزیزا و سب را نازک مرا جا

ق

دکھی ہے چاہ تیری آہ بنی تاب  
 خدا ہی ہی مری کشتی کا حافظ  
 نہ سُنوا غیر کی باتیں سُن اے یار  
 طلق اس میری دل کا تو مٹا جا  
 خدا کی واسطی تو نا خدا جا  
 تری جوجی میں آدی تو سُنا جا

وہی ہے جا بجا بجا نہیں یہ  
بجا ہے اُس کی ہی ہر ایک جا جا  
اگر جاتا ہی ای میری میٹھا  
علاج اس دردِ دل کا تو بتا جا  
مری سینہ پہ رکھ دستِ نگاہیں  
مری یہ آگِ دل کی تو بجھا جا  
اگر: بھائی ناصح منہ کو بستی پٹھ  
وگر نہ یاں سی اٹھ ای بے حیا جا

تیری نوبت ہی احساں کوئی دنیاں  
تو ڈنکا عشق کا ہر جا بجا، جا

(۱۲)

میں ان تغافلِ سیسُن ای یار جی چکا  
تم سا اگر طبیب ہی بیمار جی چکا  
آثارِ گریہ میں تیری ظلم کی تو میں  
سر کو پٹک پٹک پس دیوار جی چکا  
کھانی دی زہرِ جھکو تو اس خطِ سبز میں  
کب تک جیوں بس ای مری غمخوار جی چکا  
ان آنسوؤں کو میری ڈبوئے کا فکر ہی  
دشمن ہو جس کی فوج وہ سردار جی چکا  
حقِ برطرف ہی زخمی تیغِ نگاہ کا  
جس کو لگی ہو عشق کی تر دوار جی چکا  
دیتا کہا ہی بوسہ، عوضِ جاں کی اُس نے کل  
فرطِ خوشی سے آج خریدار جی چکا

احساں کو دشمنوں کی نہیں یار احتیاج

جس کا کہ تو ہی یار، وہ ای یار جی چکا

اے

ہے





فقط بھی ہی نہ دُور ان فی گوشہ گیر کیا      فلک کی ناک میں بھی کہکشاں کا تیر کیا  
 مرا تیر ناک میں دم توئی ای چسپ رخ پیر کیا      لے پزیر ناک میں آہ رسا فی تیر کیا  
 خدا ہی میری خداوند کا ہی قدر شناس      کہ اس کو ایسی شہنشاہ فی وزیر کیا  
 سدا سے دختِ راز کا ہوں خصم توئی بھی      بتا تو محتسب شہر کیوں اسیر کیا  
 یہ بنی زری بھی عجب بد بلا ہے سیمر و      تمہاری آنکھوں میں اس نے محی حقیر کیا  
 مقرر ہوں عشق کا میں اور سب سی ہوں مُنکر      بتنگ کیوں مجھی ای مُنکر نکیر کیا  
 دُور اپنی پیر سی بنی پیر پیر نہ کر      کہ تیری پیر کی وعدہ فی مجھ کو پیر کیا  
 مجھ اہوں عشق سی ناچار یاں تلک احساں  
 جو مجھ کو ہائی نہ کر ناعتا ناگزیر کیا



چہرہ پر آپ کی بی وجہ نہیں داد ہوا      داد دو میری کہ یہ باعث بی داد ہوا  
 بے بستم تُو نے بستم ہی سے لیا ہاتھ کو کھنچ      مجھ پہ یہ اور بستم ای بستم ایجاد ہوا  
 میری قدرت ہی کہ میں عرض کروں نفع دگر      حق ہی جو کچھ کہ مر حق میں ہی ارشاد ہوا

لے یہ شعر نسخہ "د" میں ہے۔



میں تجھ بے نیسہ جامِ ہلاہل کو پی گئی ۱۷۷  
 کیا خوب : میں تمہارا دل بد خواہ واہ واہ  
 جم جم توجہ کی کہ ہاں تری باعث سی جی گئی  
 یہ کیا گمان جی میں تمہاری اجی گئی

۵۳

یعنی خیال تیرا کدھہ فلسفی گیا  
انلاک سی گذر وہ ہمارا بنی گیا  
میں اپنی ساتھ لی کی دہاں بیجودی گیا  
نامح کی منہ کو آن کی کوئی نہ ہی گیا  
تیری بلا سی جان سی اپنی کوئی گیا

احساں دہی نہ ہو دی کہ تیری گلے کسی آہ  
اگش نص خاک و خون میں لپیٹا ابھی گیا



اگر ہر اتفاق آپس میں تنگی سے گزر جائے ۛ گزرا ایک پیراہن میں ہے بادام کا  
پریشاں حال دوسرے گرواں و آشفۃ کی اس نے بہت قصہ ہے طوفانی برے احوال و رزم کا  
رہے تا حشر منہ کا لاکسی کے زلف پر خم کا  
ہوا تو یک تلہ اب زیر مشق اولاد آدم کا  
تلف اے شیطان ساہ لوح آدم ۔۔۔۔۔

۱۰ یہ غزل مرثیہ 'ا' اور 'ب' میں ہے 'ج' اور 'د' میں نہیں۔  
۱۱ یہ غزل مرثیہ 'ا' اور 'ب' میں نہیں مرثیہ 'ج' اور 'د' میں ہے۔



یہاں تک گرفتِ نامے لکھے پری میں یاروں کے  
نظر سے میری غائب جب سے کی ہے آنکھوں میں  
بیاں میرے ہشتی رو کا لازم ہے تجھے ہر دم  
ترا چاہِ دقن آبِ لطافت سے ہے یاں تک پُر

کہ اپنا حلقہ اتم بنا ہے حلقہ ماتم کا  
بیابانِ اَلَم میں بن گیا پلا ہوں میں غم کا  
جہنم میں پڑے یہ تذکرہ واعظِ جہنم کا  
کہ جس سے پانی پانی ہو گیا ہے چاہِ زمزم کا

اگر ہاتھ آدے شیریں کو کہن سے ہاتھ کٹواؤں  
میرا یہ غنچہ دل مثلِ گل کھلتا ہے گلشن میں  
اگر ہے دست مرتد کو گیاہِ سبز دنیا میں  
یہ وہ عالی مکاں ہے لامکاں سے دو قدم آگے  
یہ ہر حال اس کا برہم نقشِ ثبت کردہ وہیں جل جاے

کہ خسرو دیکھنے والا ہے بخوں سے پر اتم کا  
سپر غم کی ہے بلبل یہ نظارہ سپہرِ غم کا  
ہو اوج غنچہ مریم لگا جب غنچہ مریم کا  
سمندِ عشق جا پہنچا ہے ابراہیمِ آدم کا  
اگر قصہ کہوں درِ غم سے میں احوالِ دہم کا  
سبق میں نے پڑھا ہے سالمہ و سلم سے سلم کا  
فلک پر ہے دماغِ اسی گل تیری تنہا کے محرم کا  
نفاق اچھا نہیں اصلاً بُرا ہے بیرِ باہم کا  
نمونہ ہے مرے غم کا نمونہ میمِ مدغم کا  
رحم کا اور اعلیٰ اور اعرج اور ابکم کا  
ثباتِ وصل سے شیریں کیا کام ایسے پر غم کا  
زلیخا بانو سے عذرا معظم کا مکرم کا

جسے سونے کی چڑیا ہاتھ آدے کیوں نہ وہ  
لیا رخ نے اگر دل کو نہ کھینچے تیغ یہ ابرو  
دہاں وہ یار ہے پر مہ نہ دیکھو تم اُسے دیکھو  
ترحمِ عیب جو ہر کہ عیب اکثر وسیلہ ہے  
جزاک اللہ فی الدارین خیرا یوسفِ مصری  
زلیخا بانو سے شیریں زلیخا بانو سے لیلی

لب خنداں کو اس کے دیکھ کر گریاں ہوں میں احساں  
اُدھر بجلی چمکتی ہے اُدھر ----- کا



گلی سے تری جو کہ اسے جان نکلا  
تری آن پر غمش ہوں ہر آن ظالم  
تو اک آن لیکن نہ یاں آن نکلا  
کہ تجھ سے نہ کچھ میرا اُرداں نکلا  
لمی گھر سے ہر آن تو آن نکلا  
نکل جان تو بھی کہ پیکان نکلا  
کیا میں نے مجھ کو جھجھلا کے بولا  
عجب بے بہا ہے مرا اشک یارو  
یہ کبخت کد کا تو طوفان نکلا  
مجھے شیخِ اُلفت سے مانع ہی احساں  
دلی جس کو سمجھا تھا شیطان نکلا



مجھ پر نہ پیک یار ہی کچھ خشم گئیں ہوا  
دل میں تری گذرتی ہیں سو سو طرح کی دہم  
نامہ بھی وا کیا تو وہ چیں بربس ہیں ہوا  
تو ایک بد گمان ہے مجھ کو یقیں ہوا  
میاں چین اکیدم مری دل کو نہیں ہوا  
بن تیری اُبردوں کی بھی تیغ کی قسم

لے یہ غزل نسخہ 'ج' اد' ۷۰ میں نہیں صرف نسخہ 'د' اد' ب' میں ہے۔



اس طفلِ مہر کن کی محبت میں دوستو حاصلِ خواہشِ دل بھی مشلِ نیگیں ہوا  
 جی تو نیا زکر چکا اب نازکِ بے تلک حدی زیادہ نازِ بس ای ناز میں ہوا  
 کچھ خود بخود ہی آج میں کھاتا ہوں پیچ و تاب مذکور اس کی زلف کا شاید کہیں ہوا

احسان لب اس کے وہ ہیں جن کا سخن ہر ایک

شرمندہ ساز عیسیٰ گردِ دُشمنِ ہوا



میاں کیا ہوا اگر ابروی خم دار کو دیکھا کیوں میری طرف دیکھ کی تلوار کو دیکھا  
 آنکھیں بری پھو میں تری آنکھوں کی بغیر آہ مگر میں نے کبھی زگس پیار کو دیکھا  
 دیکھی نہ بری اشکِ مسلسل کبھی تم نے اپنی ہی سدا موتیوں کی ہار کو دیکھا  
 اتوار کو آنا تیرا معلوم کہ اک عمر بی پر تری ہم فی ہی اُطوار کو دیکھا  
 دیکھا نہ کبھو کو چہ دل دار کو زنگیں بس ہم فی بھی اس دیوِ خونبار کو دیکھا

اس میں بھی در انداز دل نے سو رخصتی نکالی

احسان فی جو اس رخصتہ دیوار کو دیکھا



یوں ہی کفر ہر صبح ہر شام ہوگا الہی کبھو یاں بھی اسلام ہوگا  
 کہیں کام میں وہ تو خود کام ہوگا یہاں کامِ آخر ہی دُعا کام ہوگا  
 یہی دل اگر ہی یہی بے قساری تہ خاک بھی خاکِ آرام ہوگا  
 صنم تین پانچ آپ کا چار دن ہی سدا ایک اللہ کا نام ہوگا

یہ شرکاء وہ ہیں جن کی کاوش کی ایک دن  
 بتر، جب کہ آوازِ الفت ہی یہ کچھ  
 دُعا کی عرض گالیاں اور تو کیا  
 مشبک جگر مشعلِ بادِ ام ہوگا  
 خدا جانی کیا اس کا انجام ہوگا  
 عنایت یہی مجھ کو انعام ہوگا

ق

یہ دو ایک بلا ہیں گرفتِ ران کا  
 یہی صبح سی شام تک گر عمل ہی  
 میں درنا توں ہوں اگر دُوح کی بھی  
 جو بھل تو کرتا ہی بسم اللہ ای شوق  
 بری لگ رہیں پخت سی آنکھیں ہیں دیکھو  
 کبھو تو بھی ہوگا مسلمان اے بُت  
 کوئی صبح ہوگا کوئی شام ہوگا  
 عمل تیری زلفوں کا تا شام ہوگا  
 نہ ایک نالہ مجھ سی سرِ انجام ہوگا  
 تری کام میں میرا بھی کام ہوگا  
 مشرف کب اس سی لبِ بام ہوگا  
 سدا تیرا جھوٹا ہی پیغام ہوگا

ق

شکارِ اجل ہوں گے ایک روز ہم سب  
 کہاں ہی وہ صیدِ افسگنی ہو رہیں آہ  
 ہمیشہ درِ ستم نہ یاں سہام ہوگا  
 خدا جانی کیا حالِ بہرام ہوگا

نہ سن میری احساں مبارک تجھی عشق

بھی کیا، ترا نام بد نام ہوگا





کان کے درد سے ہلکان ہے ایران میں کیا لے دکھ ہر اس کا نہ طاحت کے بڑا کان میں کیا  
 تیرا وحشت زدہ دوڑے ہے بیابان میں کیا پسے زنجیر تو آیا ہے وہ جولان میں کیا  
 نہ کہو لطف ہے اس نشتر شرکان میں کیا دل سے پوچھو کہ عداوت ہے اگر جان میں کیا  
 کشتہ حسرتِ نامت کو تری لاتے ہیں ہے بپا حشر دگر حشر کے میدان میں کیا  
 عشق سے کام ہے ہم کو نہ قانون سے غرض بابِ پنجم کے سوا پڑھیے گلستان میں کیا  
 ساقیا، وہ بُتِ کشمیتہ ہوا نعمہ سرا بادہ نوشی کا نہ لٹے ملتان میں کیا  
 مگر خطِ غیبیہ نہ ہوا اپنا قلم ہاتھ کروں مجھ کو دکھلاؤ تمہا سے ہے قلمدان میں کیا  
 ہمراہِ ناخستہ ہوش و خردِ ناخستہ مل سیر دیکھے چنستان کا بیابان میں کیا  
 سرو تھا لے کے چھڑی بہرِ نقیبہ حاضر اپنی گلی تھی وہ مرغِ خوش الحان میں کیا  
 جلدی شاماں کو یہ تھی شام نہ ہو جائے کہیں صرف مینا تھی سبق پڑھتے کہ ارمان میں کیا  
 لوطی کہتی تھی یہ ہر لحظہ 'نبی جی بھیجو اور لوطا بھی حق اللہ کے تھا دھیان میں کیا

گوچسہ یار میں پڑھتا تھا یہ مطلعِ احساں

آئی آوازِ قریں ایک ہرے کان میں کیا

داغ سو ایک ہے دل چین رہے جان میں کیا گھر گیا اب تو یہ پر دانہ چراغان میں کیا  
 اُن سے لے گرمی اشک آگ لگائی تونے میرے داماں میں کیا میرے گریبان میں کیا  
 دامن کوہ کو نکلتا ہے بہ حسرتِ مجنوں سنگ باقی نہ رہے دامنِ طفسلان میں کیا

نہیں کوئی دم کا ہوں وہاں بس اک آن ہے زلیبت  
 بغفلِ خالیِ ملاحت کے تصور میں ترے  
 گر دغم اس دل پر درد سے دھوئے گا اگر  
 صورِ محشر بھی پھینکے تو نہ خبر ہو مجھ کو  
 دیکھ اے سلسلہ مہنباں جنوں مجوں  
 ایک ادا دیکھی ہے میں نے کسی ہمان میں کیا  
 چرچر لہٹ ہے کبابِ دل بریان میں کیا  
 جھنجھٹ چائے گائے جان تری شان میں کیا  
 محو بیٹھا ہوں مری جان ترے دھیان میں کیا  
 قیس روتا ہے گھرِ اختر کے میدان میں کیا

ق

دل کے غم سے ہے کلیجہ مرا منہ کو آتا  
 دل نہ زلفوں میں نہ کاکل میں  
 لوحِ خبر جلد کہ باقی ہے مری جان میں کیا  
 وہ براخت جگر چاہ زرخندان میں کیا

ترے ان شعرِ دل کو احسانِ خزیں میرِ اسلام  
 مرثیہ دلی کا اور ہے ترے دیوان میں کیا



تلاشِ یار میں اے دل کسی دیار میں جا  
 نہ ہندیں دلِ بیتاب، نہ تتار میں جا  
 بجا ہوا کہ پھنسا چاہِ غم میں تو اے دل  
 جہاں دل اپنی کو جا کر ذرا بھی محوش کیجی  
 ہزار بار ہی تو گل سی رشکِ گل بہتر  
 تو جا کہ تیری نہیں ہی مری کستار میں جا  
 تو تارِ باندھی ہوئی زلفِ تابدار میں جا  
 کہا تھا کس نے کہ تو کوئے کینہ کار میں جا  
 نہیں رہی کہیں ایسی روزگار میں جا  
 ہزار بار کہوں گا یہی، حسدِ ارمی جا

ق

تپِ جنوں ہی تجھی آہ یوں بغل سی مری  
 دلا نہ عشقِ بیتاں کی تو اختیاریں جا



ہوا ای آہ سحر بار گرم ہے ظالم  
 یہ بحرِ عشق ہی یہ موج دیکھتی کیا ہو  
 کیا ہی کہیں فی مری داغِ دل کا ذکر وہاں  
 دلا یہ عشق ہی آ آشنا نہ ہو اس کا  
 خالِ خام میں اک فوجِ غم ہے میرِ ساقی  
 ہجومِ درد یہاں تک ہے بعدِ مرگ بھی آہ  
 نہ تو ہی قیس نہ بلبل نہ کوہ کن احساں  
 جو غم ہی دل کو تو پڑھتا ہوا یہ شعر ہوا  
 خدا کو مان کسی جانہ اس بخار میں جا  
 پڑی ہے کشتیِ دل آہ مانجھدار میں جا  
 یہ کہیں فی آگ لگائی ہی لالہ زار میں جا  
 ڈبانا بجکو نہ اس بحرِ کسار میں جا  
 بجای ہی گر نہ ملی مجھ کو روزگار میں جا  
 کہ تل بھی دھرتی کی پاتاہیں نزار میں جا  
 نہ دشت میں نہ چمن میں نہ کو ہزار میں جا  
 تو اپنی کوچہ دلدارِ غم گسار میں جا

سیاہ بختوں کی رتبہ کو اہل دید سہی پوچھ

کہ مثلِ سرسبز رکھے ہیں وہ چشم یار میں جا



لبریزِ غم و یاس و نغاں دل نظر آیا  
 سہمی تھا ہر اہی تو نقطِ تیر ہر سے  
 اس کشتِ محبت کا یہ حاصلِ نظر آیا  
 میں ہل سا بھجا تھا تری عشق کو لیکن  
 شکل ہی کہ یہ سخت ہی مشکل نظر آیا  
 بیتابیِ دل بجکو نہ پھر وہ نظر آئے  
 شاید کہ کیا آہ یہ بسمل نظر آیا  
 کعبہ میں نہ بتخانہ میں نہ دیر میں دیکھا  
 جب غور سے دیکھا تو مقابلِ نظر آیا  
 آخر کو لگی گور کے ہم آہ کنارے  
 دریاے محبت کا یہ حاصلِ نظر آیا

ہوسہ جو لیا میں نے تو منہ پھیر کے بولا

استان مجھے تو بھی کوئی جاہل نظر آیا

لے نسخہ ب میں "منہ پوچھ کے بولا ہے۔"

دل دیا تب کہ بہت زلف رسا فی چاہا  
آپ فرماتی ہیں یوں اس کی بلا فی چاہا  
تادم مرگ نہ ہوں تجھ سی مری جاں جدا  
میں فی چاہا تھا و لیکن نہ خدا فی چاہا  
پل بسی دیکھتی ہی چال ادا کی ہم تو  
ہووی قصہ ہی آدا تیری ادا فی چاہا  
گھر سی کس طرح سی یوں حضرت منعم نکلیں  
دی نہ برو فی اجازت نہ دوا فی چاہا  
ہو کی یک دست تری اور ہی ای یار نمود  
جب تجھی ہم سی کسی بی سر و پا فی چاہا  
مرقی مرقی بھی نہ یکبار تجھی دیکھ لیا  
استدر بھی نہ مری جان قضا فی چاہا  
کوئی اپنا نہ ہوا بسلا جنبان ہوں  
ایک فی الجملہ اسی زلف دوتا فی چاہا  
جس طرح چاہو ستاد مجھی ہر روز بتو  
اس کا اک رات عرض لوگ خدا فی چاہا

نام عنقا سی بھی تنگ ہی آتا احساں  
شہرہ نام کو کیوں اہل فن فی چاہا

جیتی ہی جی فقط تو مجھ تک کبھو نہ آیا  
میں مر گیا تو میری مرقد پہ تو نہ آیا  
اس دشتہ مزہ پر غش ہوں کہ جسکی دولت  
کس دم بہ زیرِ خنجر میرا گلونہ آیا  
مریای تم تلک تو پہنچا ہی لیک ساقی  
بہات بات اپنی دست سبونہ آیا

لے نسخہ 'و' میں فن کا بجائے فنا ہے۔  
لے نسخہ 'و' میں "نقطہ" حذف ہے۔



بیتابیوں کا میری آئیں نہ پوچھ مجھ کو  
 سُن آرؤ کو میری کہتا ہی دوریاں سے  
 ان قدموں کی قسم ہی جُز اس قدم کی ہرگز  
 ای محسب ہماری بخشی میں دختِ رزہ  
 عالمِ شہیم سی ہی اس گل کی عطسہ آگس  
 ٹھہری ہی مسک جب سی آنکھیں ہی لڑاتا  
 کیوں کر نہ می پیوں میں قرآن کو دیکھ زاہد  
 جب تب سے غم کی جوں زرا سی سیم ہوا ہوں  
 بی پردہ ہو کی ناصح کیوں کر مجھ سی سختے  
 آئی نہ تاب جب تک آئینہ رُو نہ آیا  
 جب میری پاس آیا بے آرؤ نہ آیا  
 اب تک کسی ہی جا پہ یہ سُرِ خرو نہ آیا  
 پر تیری ہاتھ میں تر بند سی کدو نہ آیا  
 لیکن نظر وہ گاہے مانسہ بُو نہ آیا  
 باز اپنی خوس ہرگز وہ جنگ بُو نہ آیا  
 وہاں وائسہ بُو ہی آیا لائسہ بُو نہ آیا  
 تیرا مزاج ادھر کو تب ایک گو نہ آیا  
 پردہ سی تو نکل کر جب رُو بُو نہ آیا

احساں کا تن تماشا زخموں سی بن گیا ہے

اس تیغ بن کسی کو ایسا اتو نہ آیا

13  
Page 69



ہم کو نہ دیکھ ہی میں تجھ بن ملال تھا  
 جی کا وبال زلف کا ہر ایک بال تھا  
 تم آئی دور نہ جھڑ میں بچنا محال تھا  
 کل اپنی دوست دار سی تم تھی رُکی ہوئی  
 شبِ بیتی بیتی یار سی محبت بگڑ گئی  
 جب سیکدہ میں آئی تو وہاں بھی کلال تھا  
 جب ہم کو عشق تھا ہمیں جیتا و بال تھا  
 ہم کو شبِ فراق ہی روزِ وصال تھا  
 کیا دل پہ دشمنوں کی تہباری ملال تھا  
 وہاں اعتدال یاں دل بے اعتدال تھا

لے نسخہ 'و' میں صحافے کی بجائے 'کا' ہے لکھا ہے۔

وہ طفل بھی ہیں تادمہ داں آج بن گئی  
 ساتی فی آپ کل اسی خدما صفا کہہا  
 یتامی بادہ ہاتھ سی یوں میری پی گیا  
 ابرو بھی رونی یار پہ یار و طلسم ہی  
 دل درکنار جان کا ہر روز فرسکہ ہے  
 جب اپنی آہ و نالہ و اشکوں کی دھوم تھی  
 مجلس کا حال ہم کو ہی معلوم شیخ جی  
 تیرا سیر دام دو گیسو جو مرگیا ہے  
 مرقد پہ اس کی جا کی نہ دیکھا کوئی درخت  
 آیا تھا کل دو پہر کو وہ یار میری پاس  
 احسان غروج اپنا تو وقت زوال تھا



بیتابی سی جوں موجبہ سیلاب نہ ٹھہرا  
ہی گروش ساغر سی قرار اب تو یہ ساتی  
اول تو بہت عشق کا تغایر کو دعویٰ  
ساجد ہی کسی اہرونی فہم دار کا دائم  
ہی طفل سر تنک اس تیری بیاباکی انہیں



تائیر نہ کی گریہ فی دل پر تری ظالم  
کس طرح سی دل بیتاب کفن میں  
تائیر تیری نغمہ نمی ہر قی منستی  
عشق کا سب پردہ ابھی تجھ پہ ہی کھلتا  
جب می کہ تیری فصدق پاہم فی ہی دیکھی  
ہر دم نہ گلی کاٹ غریبوں کی ستم گر  
ای بو الہوس اس پاؤں پہ سر رکھیں نہ ہیبت  
شہزادہ بھی مصدر برقع بکلا تو  
چکنا تھا گھڑا اس پہ ذرا آسب نہ ٹھہرا  
مرقد پہ مری وہ نکل شادا سب نہ ٹھہرا  
ہم عاشق صادق ہیں تو کذا سب نہ ٹھہرا  
معیار یہی ہی کہ تو مفسد اسب نہ ٹھہرا  
اپنی تو نظر میں کبھی عت اسب نہ ٹھہرا  
تو اپنی تئیں شہر میں قصا سب نہ ٹھہرا  
ای بی ادب اس طرح کی آوا سب نہ ٹھہرا  
اس ظلم کی ای آہ جگر تا سب نہ ٹھہرا

کیا کچھ رقم خال رخ یار میں احساں

لوہے کے چنوں سما ہی سدا چاہتا ٹھہرا



دشمن دل دیدہ محریاں ہی دوسرا  
چاروں طرف ہی دھوم مری چشم ترکی یار  
پر یوں کی ہیں پری کی پری داں دوی پری  
تیرا مریض عشق تو جی سسی گزر گسیب  
جانی دوسرے کی ذکر کو لاجول ای پڑھو  
کیوں کر تیری اختلاط تری خال و رخ میں یا  
تن پر نہ سر ہی اور بدن پر نہ سب کفن  
کچھ بھی سمجھ ہی اس کو یہ طوفان ہی دوسرا  
ہر ایک یوں کہی ہی یہ عتساں ہی دوسرا  
کوچہ بھی اس پری کا پرستان ہی دوسرا  
کل پہلا دن تھا آج مری جساں ہی دوسرا  
ای جس کا نام شیخ وہ شیطان ہی دوسرا  
ہندو سنے ایک اور مسلمان ہی دوسرا  
مجھ سا بھی کوئی بی سرو ساماں ہی دوسرا

سوہان روح یہ دل بریاں ہی ایک تو طوفان نوح دیدہ گریاں ہی دوسرا  
 کیا تم سی ماجرای دل و دیدہ میں کہوں گریاں اگر ہی ایک تو بریاں ہی دوسرا  
 اک وار پھر لگا کی لگا کہنی فخر سے  
 احساں کی سسر پر یہ برا احساں ہی دوسرا

### قطعہ

لامکاں تک ہی ذرا ای دل رنجور گیا اپنی نزدیک ہر مالہ بہت دور گیا  
 مہ تہاں کا ترے روبرو لے رشکِ قمر شب کو مانند چراغِ سحری نور گیا  
 فرد  
 جو کوئی جان بچا کر تمہارے در سے پھرا لے یہ جانتا ہوں بری جاں خدا کے گھر سے پھرا

### قطعہ

ہم بھی جب مضطر نہیں تھی پھر جہاں یاب تھا خاندانِ اضطرابِ خاطر بیتاب تھا  
 شبِ عجب تھی تاب اس جگہ کی جگہی سامنی ماہِ عالم تاب بھی اک کرکِ شب تاب تھا  
 فرد  
 عرب نیچے کو عجم میں دیکھا دھندلے بھید کا میرے تماشا

یہ زلفیں اس کی وہ اسی کا مکھڑا سان سنبلِ بزرگِ لالہ

لے یہ فرد سخاوت 'ا' ب میں نہیں 'مرف' 'ج' 'د' میں ہے۔

لے یہ فرد سخاوت 'ا' ب میں نہیں 'مرف' 'ج' 'د' میں ہے۔



۱۰

کوہ غم سر پر گرا جب یار رنجیدہ ہوا لے میں غم جانکاہ سے بول کاہ کاہیدہ ہوا

زود

میں کہا، کیوں تو نے میرا راز اسے کافر کہا؟ سن کے بولناچ تو ہے جھوٹے کاہن سر کہا

三

فرو  
 ۲۹  
 پلاؤں نے تجھے سرکائے ہاتھ تو سیرا ۲۰ جو اب کی تو نے چپے نے، کہو چپے میرا۔

زُلف ہے صورتِ بزمِ اللہ وحد ابرو ہے مکہ خال نقطے ہیں رُخِ یار ہے قرآن ہرا

ط

آفتابِ فلکِ سلطنتِ عِز و علاءِ شاہِ عالم کہ وہ تمقا مخزنِ احسان میرا  
میں جو دربارِ مُعلیٰ میں نہ ہوتا کہتے کیا سبب ہے کہ نہیں آج وہ احسان میرا  
اے فلکِ ثَوَر ہے اور نہ رہے وہ افسوس وہ سخنِ سخنِ فہمِ سخن دان میرا  
شبِ گرہوں سیاہ پوش مجھے لائق ہے کہ جُدا مجھ سے ہے وہ مہرِ درخشان میرا

۴۰

دلوں نے ایک ہر کو بے وجہ سسر اٹھایا کیوں خط کو منہ لگایا زلفوں کو سر چڑھایا

اے یہ فرسختہ جات! اب میں نہیں صرف ج اور د میں ہے۔

43 44 45 46 47 48 49

12 11 10 9 8 7 6 5 4 3 2 1

۵ یہ قطور منہ زجات ج اودن میں ہے۔

تقطع

اجی مرتا ہوں تم پر یہ نہ کہیے نہ کرتا مسیری بے مرضی جو مرتا  
غلط سمجھے ہو تم اسے یاڑ جاتی مثل یہ ہے کہ مرتا کیسا نہ کرتا

فرد

جو پوچھا میں نے دل زلفوں میں جوڑے میں کہاں باندھا لے

کہا جب چور تھا اپنا جہاں باندھا وہاں باندھا

ولہ

مانگئے کر بوسہ میں ذلیل ہوا ان دنوں تو بہت بخیل ہوا

جس نے موہ ضیف کو مارا وہی پا مال پائے پیل ہوا

اوسے اصحابِ نبیل کلکھا ڈر جس کسی کا تو خود کفیل ہوا

تقطع

کسی کو یہ دعویٰ ہے کہ شاہِ شاعران ہیں ہم گے مبارک ہے کہ ان کو ہم نے بھی صاحبِ قرآن باندھا

اگر شیخی کرے واعظ بجا ہے اس کا دورہ ہے کہ اکثر شیخ چلی نے بھی چلے ہے وہاں باندھا

۱۔ یہ شہد مرتن نسخہ ۵ میں ہے۔

۲۔ مندرجہ بالا شہد مرتن نسخہ ج ۱۵ میں ہے۔

۳۔ یہ خود مرتن نسخہ ۵ میں ہے۔

۴۔ یہ قطع مرتن نسخہ ۵ میں ہے۔



## تقلعہ پنج شعلہ

کہا میں نے فلک سے ادبی دہقان لے بنے مسجد کی جامعہ حیف ڈیرا  
جو دو لٹا بنے تھے بنے بے خانماں وہ بڑے سر پر بے بدنامی کا سہرا  
کہا احسان یہ جرمِ اختہ ال ہے عطا رد نے کہا بظلوں کا چہرا  
دیا میں جواب ان کو کہ ان کا سپہ سالار ہی تو ہے سپہرا  
چو از قوسے یکے بے دانشی کرد نہ کہہ را منزلت ماند و مہ را

## تقلعہ

کوچہ زلف میں کیا جاؤں کوئی یاں نہ رہا لے لے اک دل تھا وہی بلسلہ جنباں نہ رہا  
آہ جب مرگ سے میں آکے ہم آغوش ہوا کون جز سایہ تابوت سیہ پوش ہوا  
ولہ تقلعہ برائے حضرت عرش آرام گاہ ابوالنصر عین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی  
نور اللہ مرقدہ

## ولہ

ہوں شہ ہند کا استاد یہ ہے فخر مجھے شہرِ میرا تو شہا، تاشہ ایران گیا  
عرض نماز پذیرا جو ہوئی حق میں مرے کیا گیا میرا مگو اُس کا ہی ایمان گیا  
حکمِ والایہ ہوا قلعہ میں احسان نہ ہو سُن کے اِس حکم کو اک شہر کا اوسان گیا  
اے شہنشاہ جہاں تدرشتاں احساں خلق کیا کہو گی گر اِس حکم کو میں مان گیا

شہر وہ کیا ہے جس شہر میں احسان نہ ہو

قلعہ وہ کیا ہے کہ جس قلعہ سے احسان گیا

دلہ

گل بھیجیں تو بل شبیہ ترا بل کیوں ہوا      گل تھا شل خار تو غیروں میں بل بل کیوں ہوا  
بلبلیں خاموش ہیں، روپوش گل کیوں ہوا      یہ چراغ میش بلبل اے مَب گل کیوں ہوا  
بحر میں غول جگر کھاؤ تو فرماتے ہیں کیا      یہ دن روزوں کے ہیں خاصہ تناؤ ل کیوں ہوا  
عراپنی تو بڑھی دریا بہہ لیکن گھٹ گیا      یہ تعجب ہے ترقی میں تنزل کیوں ہوا

قطعہ

بلبل اس کو ہے مجھ افسردہ زار افسوس و حیف      محو حزن غیر تو اے غیرت گل کیوں ہوا  
سرخ باندھا اک دو شاہ بر سر گلگدوم ہے صاف      خلق گلگدوم جس کو کہوے وہ تو بلبل کیوں ہوا  
فصل درآتش ہوں میں مت باگے تو زینحار      یعنی الگ مجھ سے ترا اے شوخ دل دل کیوں ہوا  
تیرے دیوانے کے لائق اے جنوں مجنوں نہیں      ایسے دو آنے کو یہ عہدہ تفضل کیوں ہوا

قطعہ

حال وہ تیرا کہا، معلوم ہے میں نے کہا      دوائے غفلت ہائے غافل پھر تغافل کیوں ہوا  
پھر بھی گھوڑے بس رہے ہیں یہ شل کس      پر روانہ آپ کا جلدی سے دل دل کیوں ہوا  
میرا بادی میرا مرشد میرا مالک عشق ہے      اس کے ہوتے مجھ کو مجنوں سے تو شل کیوں ہوا

کیوں ہوا خاموش احساں لکھ غزل اک اور بھی  
کیوں ہوا ہے جب رویت اسکی... تے کیوں ہوا

۱۔ یہ غزل صرف نسخہ ۵ میں ہے۔

۲۔ یہ قطعہ صرف نسخہ ۵ میں ہے۔

۳۔ بنا ہوا پڑھا نہیں گیا۔



تمہاری چشم نے مجھ سے نہ پایا      دیا سہمہ بھی اور چپکا نہ پایا  
 خد اکو کیا کہوں پایا نہ پایا      کہ وصلِ بے خودی اصلا نہ پایا  
 بہت صورت کو میں ترسا نہ پایا      نہ پایا وہ بہت ترسا نہ پایا  
 سحاب ترنے بھر خشک سب نے      ہمارا دیدہ ترسا نہ پایا  
 چلے ہم دل چلے اس بزم سے یار      چلے ہاتھوں سے اک بیٹھا نہ پایا  
 سدا سورج نے دن بھر اس کو ڈھونڈا      کبھی وہ چاند کا ٹکڑا نہ پایا  
 بہت اچھا ہوا اچھی ہے قسمت      مریضِ عشق کو اچھا نہ پایا  
 جو اس گردن کا نقشہ ہے وہ ہم نے      صہامی دار موتی کا نہ پایا  
 وہ اشکِ مسلسل اے شبِ عشق      تری دولت سے یہ سہرا نہ پایا  
 بہت سیدھا بناؤں گا فلک کو      کہ اس کج کو کبھی سیدھا نہ پایا  
 ترے زینہ پر رکھوں پاؤں زیہات      کہ نکسینے نے یہ پایا نہ پایا

### قطعہ

عروسِ دُہر تو خوش ہے کسی نے      بہادر شاہ سا دُلہا نہ پایا  
 وہ سینہ ہے کہ گنجینہ ہنس کا      کہ تو نے بوعلی سینا نہ پایا  
 دسوں ہیں انگلیاں جس کے چراغ اب      ازل سے عسلم کا پروا نہ پایا

لے یہ غزل مرفی نسخہ "ح" (اڈیا آئیں) والے خطوط میں ہے۔ اب ج میں نہیں  
 اس میں مدح کے اشار بھی آئے ہیں۔ مدح میں جدت دکھائی ہے۔

جو خط دیکھا تو بولا مفتی عقل  
 کہ قاضی نے بھی یہ رُتبہ نہ پایا  
 بہ کثرتِ مشقِ زحمت ہے کراب  
 کوئی توحید میں یکتا نہ پایا  
 انا العبد الصغیر اس کا مقولہ  
 انا الحق گو نے یہ پایا نہ پایا  
 کہاں داری میں میری کتائے آفاق  
 ..... پئے بہ بے ڈھونڈھا نہ پایا  
 رشہ آفاق کے تیروں سے سہما  
 فلک نے پھر کوئی گوشا نہ پایا  
 کہا دیوانِ ظفر کے ہوتے اس نے  
 کوئی جرأتِ سایاں اندھا نہ پایا  
 جو شہ کے شعر کو انشا سے تو لا  
 تو وزن انشا کا یک جا نہ پایا  
 دھویں اڑتے ہیں آتش کے بھی اس جا  
 کوئی گویا سایاں گونگا نہ پایا  
 سخن سے تیرے کب احساں نے شایا  
 حظِ دنیا و مافیہا نہ پایا  
 ملک تیرے دُعا گو ہیں ہمیشہ  
 فلک نے رُتبہ مجرا نہ پایا

### کشمیر میں بالہ

گردش میں ہول میں اس کے تصور سے شبِ روز  
 دشمن یہ لکھا تھا میری تقدیر میں بالہ  
 سرِ حلقہ سودا زدگاں نام ہے میرا  
 بول اپنا ہوا حلقہ زنجیر میں بالہ  
 ڈبیا میں کیا بند جو اسے کانِ ملاحظت  
 یہ کس کی گرفتار ہے تقصیر میں بالہ

لے دیجے شعرا سے مقابلہ بڑے لوکھے انداز میں کیا گیا ہے۔ قلندر بخش نام، جگت تخلص

لے انشا اللہ خاں انشا

لے حیدر علی آتش

لے فقیر محمد خاں گویا



میرے بالوں سے نہ دن چین نہ شب کو بے قرار  
ایسی مجلس سے اگر رہے بےید اولیٰ ہے  
دل دماغ اپنا تو وہ اور یہ غولائے قریب  
دور بیٹھوں تو گھڑک کر مجھے فرمائے قریب  
عشق کے بیچ میں ہوں چاہے ہم دم پس برگ  
عشق و صندل ہو ترے رنگ سے بالوں ہمسر  
غروبِ سائبشک میں نے  
یار میں جانوں جو صندل بھی نہ گھس پائے قریب

کچھ ردیف اب کی بڑھاتا فیہ احساں تو بدل

پھر قریب ایسے بٹھا تجھ کو وہ بٹھلائے قریب

سحر ایضاً

یوں غم و درد ..... دل و سینے کے قریب  
آئی جب بارہ وفات رویا میں آٹھ اٹھ آنسو  
پشتِ خم کردہ عاشق پہ قدم رکھ پہلے  
یہ بھی اک پایہ بنا ہے ترے زینے کے قریب

قطعہ

جب کسی نے یہ کہا مر ہی چلا ہے عاشق  
کوٹ کر لینے کو اک ناز سے بولے ہے ہے  
.....  
تم جو جا بیٹھو تو آجائے وہ چینی کے قریب  
کس کی کم بنجی ہے جو بیٹھے وہ کینے کے قریب  
مدد لے کر یہ کہ ..... سفینے کے قریب  
دُر خزانے سے کہ آتش ہے خینے کے قریب  
حالیٰ عاشق کہوں کیا تجھ سے ہری جان ہے دو  
..... نظر

قربِ گندم سے وہ آدم کو ہے صدمہ پہنچا      کیا یہ ہے کہ تو ہو کے سینے کے قریب  
بیٹھے بیٹھے ہیں ..... تب غم سے لیکر      تن سے چپیدہ ہرے اور یے سینے کے قریب  
قطع

میں نے احساں سے مدینے میں کہا یا حضرت      راہِ کعبہ ہے ..... مدینے کے قریب  
بیٹھتے اٹھتے وہیں چلیے، یہ فرمانے لگے      کھینچ کر آہ کو لا ہاتھ کو سینے کے قریب  
میرا کعبہ تو مدینہ میں ہے اے صلی علی  
مگر چہ کعبہ نہیں اے قبلہ مدینے کے قریب

زیق، کا ہے کشدہ ہرے دل کا اضطراب      بسمل سا ..... آئے ہے بسمل کا اضطراب  
دل کو ہے عزم کو چپے قابل کا اضطراب      ..... کا اضطراب  
بے تاب مجھ کو دیکھ کے ہم راز سے کرسا      رُسا مجھ کرے گایہ جاہل کا اضطراب  
ہنگام وصل ہائے رے آرام جاں ترا      آخر کو وہ شکیبِ اوائل کا اضطراب  
مُت جا تو یار تیغِ جفا کا نہ وار کھر      آنکھوں سے دیکھ مردم ساحل کا اضطراب  
رویا جو قیس دشت میں، لیلیٰ عیاں ہوئی      مانند موج بحر سلاسل کا اضطراب  
حیرت فزائے رعد ہیں یہ نالہ و فغاں      شرمندہ ساز برق ہے بہ دل کا اضطراب  
عاشق تڑپ رہا ہے قدم زنجہ بکھے      بسمل اللہ آکے دیکھے بسمل کا اضطراب  
لے گر و باد دشت میں تو جا کے قیس کو      محل سا کہلے صاحب محل کا اضطراب



قیامِ جزو کُل نے کیا حکم اس طرح      اشراف کا شکیب اور اُزُل کا اضطراب  
ایک روز میں نے منعمِ مسکول سے کہا      اے سنگِ دل ہے سِل سے ترے دل کا اضطراب  
صد کوہِ جرمِ سُر پہ نہیں تجھ کو کچھ تعلق      ناقِلِ نقط ہے ایک مرضِ سِل کا اضطراب  
احسانِ غزل لکھ اور کہ تسکین کے نہیں  
یک دست پائے از سُر نو دل کا اضطراب

طبیلوں پہ دیکھ اُس کے انامل کا اضطراب      وہ چند ہو گیا ہے برے دل کا اضطراب  
کون اُٹھ گیا کہ سُر بہ فلک کھینچنے لگا      چوں گرد باد حلقہٴ مغل کا اضطراب  
مانندِ مرغِ قسبلہ نما ہم کو مت سمجھ      کھلتا نہیں ہے مر دمِ قاتل کا اضطراب  
دے بوسہ لب کا، زخمی تیغِ نگاہ کر      زائل ہو شربِ بارہ سے گھائل کا اضطراب  
تڑپا جو میں تو برقِ جہاں تاب نے کہا      اللہ رے مُشتِ خاک کفِ گل کا اضطراب  
اس بحر کے ہیں یارہِ شہناور کے چطرح      جوں اضطرابِ موج ہے ساحل کا اضطراب  
مضطرب ہے تعلق اور ..... وہ مستعد      قاتل ہے دست و دامنِ قاتل کا اضطراب  
سیاہِ کان پڑے اگر گدگدی کے وقت      دیکھے وہ ایک حودِ شمائل کا اضطراب  
سیاہِ و برقِ و موج و جرس کا یہ دل نہیں      پیدا کریں وہ میرے مقابل کا اضطراب  
اس اُبر میں سے تیرے بغیر اے قرارِ دل      مانند برقِ عاشق بے دل کا اضطراب  
باندھا ہے میں نے کھول کے احساںِ بابِ تاب      مغل کا قتل کا سِل کا سلاسل کا اضطراب  
فلفل کا اضطراب نہ باندھا کہ غمیشہ کو      ہر چیں لگیں جو باندھے فلفل کا اضطراب

لے غالب یہ نو افکارِ الدولہ نمف خاں کی طرف اشارہ ہے۔ نمف خاں شاہِ عالم ثانی کے ساتھ اکثر معرکوں میں شریک رہا اور امیرِ الامرا کا خطاب حاصل کر لیا۔ ۱۱۹۶ء تک یہ دہلی میں بڑا طاقتور امیر رہا۔ ۱۱۹۶ء میں اس نے مرضِ سِل سے انتقال کیا۔ (۱۷۹۶ء)

(ت)

مارا خیال زلف فی دل پر جو دام رات  
بس بن چکی کہ اپنا مزاج اب اگر کیا  
کھولی اگر وہ زلف سسپہ قام صبح کو  
دیکھا کیا ہوں نواب پریشان تمام رات  
صاحب کہیں گی دن تو کی کا غلام رات  
ہو جاوی لیکی ہندی نارم و شام رات

نہا قیامت را رہی صبر و سماں درست  
آہ بھی خم ٹھونک فی آفت زب کوئی میں ہاں  
ایہ تو ای دست جنوں باقی سہتی ہی رہا  
آتش دل سی ہوں مجبور بھی رکھو معاف  
مجھ پہ برہم ہی ہوئی تھو سی شکستہ خاطر  
سینہ اس طرح کھلا بند ہیں دابندہ زار  
آدمی کیا ہی اگر دیکھیں تجھی رشک پری  
غش نہ ہوں کیونکہ بشر وصف ہوں یہ تھو میں گر  
جبکہ تھو را منم ای تب ہو میسر تہا  
نادرست آپ اگر لاکھ کہیں گی کچھ بات

عہد میں تیری سچہ پیمانی بیان درست  
حضرت شفیق فرما کھجور عید بران درست  
نہ کر میان اور صدمہ اور زخم و مالق درست  
تیری قربان جو نکلی نہ پہ پہچان درست  
چاہی عمر کہ نہ زلف پریشان درست  
کچھ بھی موقع ہی ذرا کچی گریبان درست  
یکہ بیک رہا ہوں فرشتوں کی نہ اوصل درست  
بات جون شہید و سکران پری مان درست  
یہم خدا ہی کی وہی نہ کا ایمان درست  
میری منہ سی بھی سننی کا مری جان درست

رنجیہ کہنی کا احسان کو سلیقہ معلوم

ناری کو ہی سند حافظ قرآن درست



## ولہ قطعہ من مفردات بہادر شاہ بادشاہ

خطبہ میں تیرے نام کو شکر شہر و دراز : کچھ مہنر و مسجد ہی بنا لیا یہ میں ایک مہنت  
محراب کا یہ عالم ہے یہ اے قبلہ عالم : مہنہ تیری طرف اور ہے کعبہ کی طرف پشت

## قطعہ پنج شعر در مرض یحیٰ بن حسن بہادر شاہ بادشاہ

شہا سنا تھا یہ میں نے کہ طبع اقدس شاہ : درست دست کے باعث نہیں وضع سخت  
یہ دست و معده دشمن سے آپ کریں یحیٰ : مر لیغ وہ ہو تو رہے صبح و حکم و حیرت  
تو تندرست ہے تجھ سے ہے درستی کل : دل شکستہ احسان تیرے سبب ہے دست  
نایتیری طبع مقدس پہ ہو غبار ملال : تیرا مزاج معالی کبھی نہ رہوے دست  
جہان . . . سلامت رہی سلامت تو

سلامت ہمہ آفاق در سلامت

## ولہ قطعہ در مدح حضرت غوث صدیقی

شاہ جیلان کے غلاموں میں ہیں ہم آ احسان : رتبہ انیس ہے بلند اور ولی ہمت پست  
ہمت پست سے کچھ اپنی ہمیں مدعو نہ رہی : رہی تھے خانہ عیال میں دام اپنی نیست  
کیفیت تو یہ ہی سمجھو نہ ہمیں غوار و دلیل : گو تدرج خوار و ذلیل اور ہیں ہم باد و پرست  
ہم ہوں دو چار عدد گرچہ ہوں دس میں تیرا : ہم ہی غالب رہیں دغلب کہ نہ ہو گاہ شکست

باہر جا کہ ہنادیم قدم فسخی شد  
غائبانہت صاحب نظری باماست



میں یہاں بیٹھا تو تم دہاں اُٹھ گئی ای بار کیا باعث  
عنایت کی نہیں اگلی سی اب آثار کیا باعث  
کوسا میں فی مری گھر کجی کجھو آؤ گی یہ بولی  
نہ دہ آئیں نہ وہ غلی نہ وہ افساں نہ وہ گریہ  
مذرا لفظ اپڑھ کر گناہوں سی تھا میں اپنی  
تہاری خاطر خاطر میں ای گرو یہ کیا آیا سو  
فقط اک دید کونا دیدہ دل اور دیدہ ہی اپنا  
پس مرون میری بالیں پہ رو کر یہ لگی کہنی  
نہ آئی ایک دن نیست لعل میں کیوں رکھا ہر  
سخی سی سو بہتر ہی جواب صاف جو دہری  
ہوئی بیدل ہی اپنی آپ کیوں بیزار کیا باعث  
کئی میں بندم فی رخنہ دیوار کی باعث  
میں کیوں آؤں تجھی کیا واسطہ کیا کیا باعث  
رکھی ہی تجھ کو ای الفت تریوں بیکار کیا باعث  
یہ واعظ کیوں ڈراتی ہیں مری تجھی غفار کیا باعث  
تجھی کیوں دیکھ کر ہنستی ہو تم ہر بار کیا باعث  
تو ای بی دید دکھلاتا نہیں دیدار کیا باعث  
تو کیوں چپکا پڑا ہی عاشق بیمار کیا باعث  
کیا بیدل کو اپنی بیدل ای دلدار کیا باعث  
کجی انکار کیا موجب کجی اقرار کیا باعث

بگاڑ اس آئینہ روی نہیں گر آپ کا احساں

بنی حیرت سی کیوں تم صورت دیوار کیا باعث



نہ ماری جون کی طرح کیوں دل نزار کو آج  
 صبا ہی صبح سے کوچہ میں تیرے اے گل رو  
 جوتین لگی ہیں میری زلف تاب دار کو آج  
 اور اے باد میں آئی میرے غبار کو آج  
 کہاں ہی قصہ کو عمر کو پہلی سواری آج  
 بہر طریق نہ چھوڑوں گا راہِ باری آج  
 یہ مجھ سے کی دل دشمنی دوستی آج  
 کہ رات اس تیری بیچارہ ہی بھاری آج  
 نہیں ہی کل مجھی بے دھب ہی بھاری آج  
 کہ تاجہ حشر نہ نہری گی یہ تمہاری آج  
 کہ صبح سے تجھی تیری ہی انتظار آج  
 غرور ہی تجھی ای ساقی جہانِ باری آج  
 خفا کے واسطے کہہ دو طبیعت سے اسکی

میں تو کہتا نہیں تشنہ بتِ عیت نہ کھینچ  
 مَرچکا میں تو ہوں تکلیف تو ای یار نہ کھینچ  
 کھینچ پر مجھ کو نہ کہہ آہِ شہر بار نہ کھینچ  
 تیغِ ابرو ہی فی نارِ انجلی تلوار نہ کھینچ

آہ پہلوسی مری نادک دلواری نہ کھینچ  
 اُٹ سہ کار یہ مری سامنے دیوار نہ کھینچ  
 ایسی سردار کو ای عشق سسر وار نہ کھینچ  
 ساخہ اپنی بھیجی اے ای گنبد دوار نہ کھینچ  
 دور اپنی تئیں اے آہ شہر بار نہ کھینچ  
 اس قدر چاہی اے لعل شکر بار نہ کھینچ  
 توجو کہتا اے کہ تو آہ بھی زہار نہ کھینچ  
 آسمان پر تو ہلالِ آپ کو ہمار نہ کھینچ  
 سائنس سینہ سی تو یوں اے دلِ بیمار نہ کھینچ  
 پایِ تم سی بھی ہیسات تو خسار نہ کھینچ

کوچہ یار کی احسان ہی نشانی تجھ پاس  
 میں تیری پاؤں پڑوں پاؤں سی تو غار کھینچ

دم کھینچا آتا ہی ساخہ اس کی مرا ای ہدم  
 گنہ گار ہوں میں دیوار میں چن دے لیکن  
 فوج نہاد پہ منصور ہی منصور . . . ہوا  
 تیری سرکشگی کی تھکوی سدا ہوی نصیب  
 گرمیاں تیری یہ سب میری تو زدک میں ہر  
 تنگ آتا بھی ایک بوسہ کی خاطر ت کر  
 آہ تو ہی بھی بتلا کہ جلا کیا میں کر  
 پھر کری گا وہ بھی ناخن پاشہر بدر  
 جان میں جان نہیں دیکھ یہ حالت تیری  
 سر زنگوں کی قدم پر ہی بہر کیف ہی خوب

یہ بھی تیری بیمارِ الفت یہ بھی جانی کی طرح  
 بای کیا کافر ہی اسی کافر کی جھٹلائی کی طرح  
 ساخہ ہی ہر تغیل کی کچی ہی یہاں دانی کی طرح  
 اور اس پر میں سدا تجھ پر ہوں پرائی کی طرح

کیا ہی ہی ہر آن تیری آن سی آنی کی طرح  
 کیا ہی کافر سا کافر دیکھی تو بھی ہودی غش  
 خاک میں مل کر تماشا فرم دینا کا دیکھ  
 میں تو پروانہ ہوں تیرا پر بھی پروا نہیں



رشتہ اُلفت کوئی رکھتا ہی شمعِ بزم سی      ای پتنگ اپنی نکالی توئی سرکھانی کی طرح  
 تما نشانِ شانہ کب پیدا نہیں پنہاں ہی یہ      اس دلِ صد چاک سی نکلی ہی پہاں کی طرح  
 میکہ میں عشق کی کچھ سرسری جانا نہیں      کاسہ سر کو یہاں گردش ہی بیانی کی طرح  
 کس پر یہ و کو دیا دل کیا ہوا احساں بھی  
 کیا سبب کیوں کس لئے پھرتا ہی دیوانی کی طرح

کیوں بولتی ہو ہوئی طرحِ سدا رہی طرح      میں ایک طرح کا ہوں نہ کہو یار رہی طرح

بیابا رہی قرار ہوں کس طرحی نہ میں      بیدل سی اپنی آپ ہیں بیزار رہی طرح  
 چیں بر جہیں ہو تیغ پہ رکھ ہاتھ و مہدم      دیکھی ہی اس طرف کو وہ خو خوار رہی طرح  
 پیکار تیر یار کو دل دی چکا ہوں پر      پھیلانی اپنی منہ کو ہی سونوار رہی طرح  
 تنخواہ ایک بوسہ ہی تیں پر یہ جھیتیں      ہی نادہند آپ کی سرکار... رہی طرح  
 یہ اپنی بیٹھنی ہی کی آثار ہیں صنم      کافر اٹھی ہی ہجر کی... دیوار رہی طرح  
 سدِ حیف سبجہ عقدہ کشا تو نہ ہو سکی      میری گلی پری ہی یہ... زبا رہی طرح  
 کھنٹی ہی سرمہ دیکھ کی تو بیمار عشق کو      تجھ کو ہی چشم یار یہ آزار رہی طرح  
 دل کو دی بنی ہیں کہ بگڑی ہوئی ہیں یہ قی      احساں ہوا ان کی ہاتھ سی بجا رہی طرح

عشورہ کرشمہ غزہ دآن داد اور ناز  
 اب تو ہوئی ہیں ایک یہ دو چار رہی طرح

لگا جو داپنی میں پاؤں ہو کے شہر گستاخ  
 کہا کہ سیکھ تو آداب بے ادب گستاخ  
 یہ دسترس ہی کہ اس پاؤں پر رکھی سر کو  
 کوئی وہ زلف ہی ظالم بلا غضب گستاخ  
 اسی ہی شکل سی صورت کو تیری تکتا ہے  
 یہ آئینہ بھی ہی آئینہ رو عجب گستاخ

کہول کو کچھ بھی تو کہتا ہی طعن سی وہ بہت  
 ہونی ہیں آپ بھی نام خدا کچھ اب گستاخ

تین قاتل کی میری سر کو ہی خدمت شاید  
 دوستو پاس کرم تم نے نہیں آج کیا  
 یہاں سے تم آٹھ کے دہاں بھی یہ تعظیم نہیں  
 صور محشر ہی مرانا لہ جا نکاہ نہیں  
 مثل تصویر ہی خاموش مر آئینہ رو  
 آتش ہجر فی بی طرح جلایا جس کو  
 میں نے منعم سی کہی اپنی حقیقت لیکن  
 جو تہہ خاک میں آسودہ وہی ہیں اب تو . . .  
 حالت وجد نہیں شیخ یہ کیا حالت ہی  
 باغ صنی دیتی نہیں بزدی کو تم بند قبا  
 جب کہا میں نے نہ پھر گھڑیوں میں بلالوہ ماہ  
 اسکو بھی ہی یہ محراب عبادت شاید  
 دشمنوں کی کہیں مادی ہی طبیعت شاید  
 میری آنی سی ہوئی تم کو اذیت شاید  
 شب ہجراں نہیں ہی روز قیامت شاید  
 مر گیا آج کوئی کشتہ حیرت شاید  
 اہل دوزخ بھی یہ دیکھیں گی مصیبت شاید  
 بی حقیقت ہی نہ سمجھا وہ حقیقت شاید  
 زندگی میں کبھی ہو دی گی حلاوت شاید  
 اب نہیں بھوک سی حالت کی چارٹ شاید  
 اس میں کچھ ہوگی مری جان قیادت شاید  
 آپ کی شہر میں ہو دی گی حکومت شاید



سرد قد میرا ہی سردا و قدم ہیں تیری تیری قدموں کی وہ رکھتا ہی قد امیت شاید  
 اب نہیں آنکھ بھی تو جھسی غلاما غلام ابس اسی بات کی ہوتی ہی مروت شاید  
 سایہ افگن ہی اسی قبر پر بسید مجھوں کہہ دو شیریں سی یسلی کی ہی تربت شاید  
 میں فی احساں سی کہا خسرو شیریں سخاں قی دل سی تم رکھتی نہیں مجھ پر... غایت شاید  
 میں تو اصلاح کو لیتا ہوں بامسید کہ ہو بزم شیریں سخاں میں بھی ثروت شاید  
 سن کی فرمانی لگی ہیں تو ہوں حاضر لیکن  
 عشق شیر دہنی باید و محنت شاید

جو چاہے کل مجھے سیکل کی تو دیکھا تعویذ مغیہ اور نہیں ہے دوا دعا تعویذ  
 کسی کی رنگ طلائی کا کشتہ ہوں میرا بناؤ سنگ فلک سے مرا ز کا تعویذ  
 جو میرا بس ہو نہ ایک دم جدا رکھوں تجھ کو مجھے کا اپنے بنا کر رکھوں دلربا تعویذ  
 جو خود بخود ہو صنم رام دل کو ہو آرام کچھ ایسا ہاتھ لگے جھک اے خدا تعویذ  
 فقط نہیں ہے یہ جھومر ہے یاد آفت آفاق بلا ہے آپ کا بالا کر کر اچھڑا تعویذ  
 دیکوں کہ میں ہوں مسخر کہ تسخیر آج قی نہیں ہے ایسا مری جان دو مرا تعویذ  
 کہ جس نے بازوئے بازو فرد کو توڑا ہے عجب ادا سی ہے بازو پہ رہ گیا تعویذ

مریض عشق کو کسی ہے لیک یردے میں      کہی ہے خوب یہ باندھا ہے مرجا تعویذ  
 نہ کیوں کر دیکھ کے عاشق کا ہوڑی کام تمام      تمام تم نے تاجی کا ہے سیا تعویذ  
 یہ چھیڑا پی ہے بیمار سے ہے سمجھ کے مریض قی      لکھی ہے آب عنایت سے بار ہا تعویذ  
 کبوتر اپنا جو نامہ کو لے کے جاتا ہے      اسی کے خون سے لکھتا ہوں بے وفا تعویذ  
 گلی میں جاتے ہو تم اس پری کے لے احسان  
 گلی میں آپ کی لازم ہے مشفق تعویذ

فائدہ تم جو بھی مزاج میں یار آئی نظر      ہی نہ یار ای سخی اور نہ یار ای نظر  
 سیمیں تجھ کو دلا آتو ہیں یار آئی نظر      جب نہ زہر ہو دی تو تنہا کپا یار آئی نظر  
 وعدہ سب پرچ ہیں تب جانوں وہ قاصد آیا      سو کر جبکہ میانی میں سوار آئی نظر  
 میں نے گھوڑا تو لگا کہنی بھی غیبت حور      کیا فرشتی تھی اسی عاشق زار آئی نظر  
 شمع بھی منہ پہ تہ کہتا ہی خوشامد قیصر      خرومانی سی بھی مثل عمار آئی نظر  
 نظر آتی ہی تری ناگ میں یوں سلک گہر      ابر میں جیسی کہ لگوں کی قطار آئی نظر  
 تار و شست کا تو پہر باندھ دی ایدوست خون      کو نہ دامن نہ گریبان میں تار آئی نظر  
 شب پستانہ گوارا ہو جو یہ . . . . بولی      تم بھی سچ سچ کی کوئی ہلکیہ کو آئی نظر



کیفیت جب ہو کر وہ بادہ گسار آئی نظر	ابرومی ساقی و مطرب سی کھلی دل کس کا
نہ تو وار آئی نظر اور نہ پار آئی نظر	ماہیت بحر محبت کی نہ پوچھو جس کا
اپنا اس کوچہ میں کس طرح گزار آئی نظر	وہاں گزرتی ہوئی جب سبیل کی پر جلتی ہیں
اور فرقت کی ہمیشہ شب تار آئی نظر	شہ جیلان کی مرقہ کو نہ دیکھوں ایک دن
یا الہی تجھی وہ سبز مزار آئی نظر	جہکی دیکھی سی مری نجات سیہ ہو دیں سفید
یاد وہ چشم کہاں ہی کر دہ یا آئی نظر	جان اپنی نظر آئی نہیں دیتی ہیں ہمیں
کوئی کھینچی ہوئی سینہ پر کنار آئی نظر	کشتہ نجر کا نہ ہوں کہ جسم سوؤں
جب نظر آئی ہمیں زار و نزار آئی نظر	کیا ہوا کس کی نظر تم کو لگی تم احساں

خاند تو بہ کر خواہ آب ضرور	ساقیادی شراب ناب ضرور
جیسی تشنہ کو ہو وی آب ضرور	اِس طرح ہسکو ہی شراب ضرور
دی کہ دی میں سے آفتاب ضرور	دی ہی دی ساقی شراب ضرور
جوں ہی بیہوش کو گلاب ضرور	یوں ہی ہشیار کو ضرورت فی
جنگ میں لا تو اب رباب ضرور	تار نغموں کا باندھ اِی مطرب
اِس گھڑی گھر تو ای سحاب ضرور	می و ساقی ہی مطرب و دف و دفی
آ تو ای رنگ آفتاب ضرور	ابر ہی اور مفتی دی و ناب . . .
آ تو ای خانمان خراب ضرور	گھر میں تھ بن نہیں ہی دل گتا . . .
وصل سی کہ تو کامیاب ضرور	گر ضرورت بود روا با شد

بی ضرورت چنین خطا باشد      یعنی اسدم نہیں عتاب ضرور  
 خوف روز حساب پھر کچھو . . . . . اب تو بوسی دی بی حساب ضرور  
 مطر بایا رکو ہی عسزم شکار      ق بیعت یہ کا باب دتاب ضرور  
 تمامہ فتراک سی بھی باندھی . . . اس کی پاؤں پڑی رکاب ضرور  
 غوث الاعظم یہی ہی وقت مدد . . . کرد ای فلک جناب ضرور  
 کبھی درہ پردری . . . . . بکھی      مہر ای شاہ مہ رکاب ضرور  
 قبر یک محسب متی کل دیکھی . . . متھی      ق گرچہ اس بی تھا اجتناب ضرور  
 می پھرک کر یہ رند سب بو کی . . . اس کا پونچھی اسی ثواب ضرور  
 گو ضرورت ہی تھ کو ای درویش      یک خالق سی ہی حجاب ضرور  
 پھر نہ کہیو کہ بھیجی گا کچھ      آج نواب مستطاب ضرور  
 بندگی کا بھی کوئی دین ٹھہرا      آج کنو اب کل ہی خواب ضرور

آہ گرم اشک سرد احوال دیکھ

عاشق کو ہی آب تاب ضرور





محکومت تھکراؤ بس چلی سنبھل کر دیکھ کر  
 کہیں کو ہی تابِ تعالیٰ بلِ بی وہ تیغِ زنگاہ  
 دیکھ کر ان کو وہ قامتِ یار کا یاد آ گیا  
 موعیب میں اس بدکیش کو لایا تھا پر کیا کول  
 مژدہ شہد شہادت ای جگر خوں گشتگان  
 میں فی مثلِ موبنایا تین کو لاغرا س لی  
 بلِ بی نخوت ہی ستم منہ تو لگا ایک طرف  
 برسے لی بیٹھا اگر اٹھو نہ برسہم ہوگی یار  
 جب سی گہنا تم نے پہنا تب سی وہ آنکھیں نہیں  
 دیکھو میری طرف سچ کہو ای آخر شناس  
 میری نظروں میں وہ گردن اور وہ آنکھیں پڑ  
 یوں ہنس آنکھوں میں میری دیکھ کر نبوہ تنک  
 پیچہ برتاب خواجہ ہی وہ یار چناہ

چال سب چلتی ہیں لیکن بندہ پرورد دیکھ کر  
 کا پتا خورشید بھی ہی جو قطرِ قطر دیکھ کر  
 کل قیامت میں فی کی سرود صنوبر دیکھ کر  
 ڈر گیا طرزِ مسلمانی وہ کانسر دیکھ کر  
 کچھ ادھر دیکھا ہی اس فی اپنا نچس دیکھ کر  
 فرق تار کھی نہ وہ اپنی برابر دیکھ کر  
 بلکہ بل کھانی لگی زلفِ سبگر دیکھ کر  
 محکو سودا کیا ہوا زلفِ مغنبر دیکھ کر  
 آپ کچھ اتر اگئی ہیں اپنا زیور دیکھ کر  
 کیوں فلک کو تونی دیکھا میری آخر دیکھ کر  
 رو دیا میں نے صراحی اور ساغر دیکھ کر  
 جس طرح سردار خوش ہوا اپنا لشکر دیکھ کر  
 ہنر زماں ہفت آسمان ہیں جسکو شہد دیکھ کر

پر ہنسا ہوتا ہی احسانِ میوہِ فصیح  
 میں یہ سمجھا رتبہ والای خند دیکھ کر



بے بس کو ہم ستا دیں یہ لیں عذاب کیونکر  
 ہجرستان میں جھکو آویگی تاب کیونکر  
 کافی جو سر کو قاتل یوی ثواب کیونکر  
 اس حیدنا تو ان کو فتراک سی نہ باندھا  
 کنج ب سی سرخیا ایما ہی کم تو سونا . . .  
 کنجواب پہن فی کی ہی اس بکدن کو کثرت  
 اس زلف کا ہوں گاہک کیا کام ہی جو پوچھوں  
 پان اس نے ہی چایا تک دیکھو متا شا  
 روی عرق فشاں کی اب لیجی کیوں کہ بوی  
 منظور قبل عاشق پر وہ میں ہی ہمیشہ  
 فکر شراب دل میں ذکر تباں ہی لب پر  
 وقت مدد ہی شاہا کوہ گنسہ ہی سر پر  
 آپ ہی کی ہی توجہ پھر ہم سی پوچھتی ہو  
 فی پان و فی مسی ہوں سوکھا ہوں اہل امی  
 کچھ بھی ہی تجھ کو غیبت محرم کو دیکھ اپنی  
 غیچہ کو میں فی پھر کا لایا دہن کو آگی

آخر ہیں ہم بھی عاشق کھینچیں گلاب کیونکر  
 جاو بگایا الہی یہ اضطراب کیونکر  
 یہ دیکھی کئی گاسر کا عذاب کیونکر  
 پاؤں پڑی نہ تیری ظالم رکاب کیونکر  
 سو جاؤں تو نہ ہودی مجھ کو عتاب کیونکر  
 انجواب جبکہ وہ ہو پھر آدی خواب کیونکر  
 غنہ کا رخ کیا ہی مشک گلاب کیونکر  
 بقا ہی یہاں زمر داب لعل تاب کیونکر  
 ریزش کی تب ہوشد ت بیچ گل کیونکر  
 منہ پر نہ اپنی رکھی قاتل نقاب کیونکر  
 میری دعا الہی ہو مستجاب کیونکر  
 سرخاک سی اٹھاؤں یا تو زاب کیونکر  
 اس طرح ہو گئی ہی دلی خراب کیونکر  
 تیری لب و دہن سی ہوں کا میاب کیونکر  
 یہاں سر اٹھا رہا ہی ہر دم حباب کیونکر  
 بوسہ نہ مجھ کو دیوی وہ نکمہ تاب کیونکر



کہتی ہیں دوست جھوٹے کتاب پڑھ تو پیدا کرو لیکن پڑھنی کی تاب کیونکر  
 اس کا رخ کتابی آتا ہی یا دھسکوا کیوں کر مطالعہ ہو دیکھوں کتاب کیونکر  
 کیوں کروہ غصہ صدق غصہ کی تیری احسان  
 کیوں کر عتاب کیوں کر پھر وہ عتاب کیونکر



کوٹھی پہ چڑھا کچی مری جان سمجھ کر  
 یہ شعر نہ ہو جو کہو آسان سمجھ کر  
 یہ اس کی نشانی ہی اسی سی ہی مری زلیت  
 کل شیخ کی گھر میں ملا دشمن رزی  
 تعظیم نہ کی زاد مغرور فی میری  
 تفسیر نہیں اس کی یہ ہی اپنی حماقت  
 یہ نالہ عشاق ہی لازم ہی کہ گل بھی  
 ہیں قمیس وغیرہ تو بھی اپنی ہی لڑکی  
 سرکار میں آوی گا یہ سرکار جنوں ہی  
 تم اپنی عنایت ہی نہ اریکو خداوند  
 میں اس درودیت سی کہاں جاؤں محمد  
 گرگا اسی صحرائی جنوں کا ہی یہ مجسوں

پریاں نہ آتے آویں پرستان سمجھ کر  
 دل دیکھو کہیں حضرات احوال سمجھ کر  
 پہلو سی نیکا لوری پیکان سمجھ کر  
 کچھ جھسی نہ بولا بھی مہسان سمجھ کر  
 ہم شاعر وہ حافظ قرآن سمجھ کر  
 کیوں آیا گئے پاس میں انسان سمجھ کر  
 آواز پہ غیب کی دھری کان سمجھ کر  
 بیٹھا ہوں الگ ان سی پرکھان سمجھ کر  
 یہاں ای بول دیوانہ ہو دیوان سمجھ کر  
 بندی کو غلام شہ جیلان سمجھ کر  
 آیا ہوں یہیں دولت ایمان سمجھ کر  
 تو اس سی اُلکھ خوار بیابان سمجھ کر

بہر طلب دل جو نہایت کی شتابی  
میں فی نہ پڑھا مطلع احسان سمجھ کر



نالگو ہوا بھی دل بھی نادان سمجھ کر  
 پنج جا بگو کھنٹ میری بخت سیہ سی  
 کیا کام مہ نوسی بھی میں اسی ہر دم  
 رنگ اپنا ہوا سنتی ہی ملتانی کی مٹی  
 نور زہرا اور ساقی کو شرکا ہی اب دور  
 ملکتہ میں الفت کی گور زہری سدا عشق  
 منجری جنوں کی ہا یہ تیار کی پلٹن  
 جرسیل تو صحرا میں ہیں اور کوہ میں کرنیل  
 کیا محتجب شہر کرد میرسی لیگا . . .  
 یار پ میں کہاں جاؤں کہ ہر دم بت کفر  
 جب بکھی لگا شب کو غصہ سی منعسم  
 ارمان سی ارمان ہی ارمان نہ تو فی  
 دل سرور ہی تم سی کہ با پی گرم تپا کی  
 میاں بوسی انھی لور کا دھری رہو گی تر وار  
 پھر دہل گجا جواب اس کا میری جان بھ کر  
 یہاں آیا لڑای شب بھجران سمجھ کر  
 دیکھوں ہوں تیرا عکس گریبان بھ کر  
 تو کیچھو مفر جان ب ملتان سمجھ کر  
 ایذا دی بھی گرو شش دوران سمجھ کر  
 آمادہ ہو تو رستم دستان سمجھ کر  
 ہاں دیکھو صف غار مفیلان سمجھ کر  
 ہی شہر میں چھوڑا بھی کپتان سمجھ کر  
 ام کرتی ہیں پیا نہ سیا پیمان سمجھ کر  
 ایذا بھی دیتا ہی سلطان سمجھ کر  
 اک رحم سا آیا بھی ہزیاں سمجھ کر  
 ارمان نکالی میسر ی اولان سمجھ کر  
 نیک شب بھی نہ یہاں موی زنتانی سمجھ کر  
 گالی نہ صناسب کو تو یکساں سمجھ کر



اے غزالِ مرغ زار طرز خاص احساں بس اب  
ایک غزل پڑھو اور اجونا مسلمان چھوڑ کر



قیں مت جانبدار غل زنجیر و زندان چھوڑ کر  
زلف پر چین سے نکل آیا دل آشفۃ شب  
سخت جانی میری سن کر وہ بت آہن گر آج  
پہلوان عشق ہوں آیا مقابل قیسیں گر  
شہر پھر خالی کیا اے مالہ آتش فشاں  
عین جذب عشق و الفت کی کشش اللہ سے  
برہم درہم ہوئی جمعیت خاطر مقام  
داسن حجر اور حبیب کوہ کو کر چاک چاک  
چھوڑ کر سہج کوچہ گردی مہر کر بالا سے بام  
اس فرنگی زادی کا منہ نکلتے گذری ہے غنچیں  
اب مرغان میر گہ مشہور ہے شیراز میں  
زاہد حیدر ان پھر اجب دان سے تبہم نے کہا  
کس طرف جاتا ہے دیوانے یہ سماں چھوڑ کر  
یہ وہاں آیا کہ نکلا چین خاقان چھوڑ کر  
میرا منہ تکنے لگا حیرت سے زندان چھوڑ کر  
ہٹ کھڑا ہو واسن و فرہاد میدان چھوڑ کر  
گھر کے گھر آؤ گئے گبر و مسلمان چھوڑ کر  
مھر کو یعقوب پہونچے شہر کنگان چھوڑ کر  
کون آیا منہ پر شب زلف پریشان چھوڑ کر  
اے دل دیوانہ اپنے حبیب و دہان چھوڑ کر  
بیٹھ جا پرے میں تو چلوں کوہان چھوڑ کر  
اب نگہ انجیل پر صفیہ یا امران چھوڑ کر  
کتر آتا ہے یہاں وہ میرا نیاں چھوڑ کر  
جا بے مرغی کیوں تو آیا اب مرغان چھوڑ کر

تو وہ احساں رند تو رانی ہے جسکے سامنے  
با ادب بیٹھے ہیں مجد شاہ ایران چھوڑ کر

ہی و در علم جو در کار تو حسن رکھو احسان  
در یہی ہی نہ در حیدر .... کرار کو چھوڑ



لے سوئے جھوڑ گیا سیر گلستان چھوڑ کر  
سروست قمری پھرے ہے بگڑی بگڑی باغ میں  
لعل اب پر غش ہوں گرد مست حنائی بھی ہیں خوب  
دشت میں جنوں کو چھوڑا کہ کن کو کوہ میں  
یہ میری سرخی ہے گر ہو روضہ رضواں دلا  
منہ اگر موڑوں جنا سے تو نہ پھر منہ دیکھو  
تم سرو سامان کے سامان میں ہو خافلو  
آئینہ دیکھا تو غرہ حسن پر اپنے کیا  
آئینہ ساز اپنے پیشے سے پشیمان سب ہوئے  
ہے روئی گندہ ناز غبط تھا لازم تجھے  
تجھ سے اس مجلس میں غوطہ ہو صادر یہ کہے  
سب اصحاب ثلاثہ سب گئی ہوں سے ہے بد  
آستان شاہ جیلان پر نہیں جانے کا تو  
حشمت دنیا کا منہ کالا یہ نکلے اس سے راز

نام حق بڑھنے لگے بلبل گلستاں چھوڑ کر  
کیا شگوفہ تو گیا سرو و خرماں چھوڑ کر  
کون لے مرجان کو نعل بدخشاں چھوڑ کر  
نائب اپنے ہم چلے یاں چھوڑاں چھوڑ کر  
منہ کیجھو آستان شاہ جیلان چھوڑ کر  
آزما ایک پہلے منہ پر تیغ پران چھوڑ کر  
مانے سب کے گیا سامان سلیمان چھوڑ کر  
روٹھ گیا آئینہ رو عاشق کو حیران چھوڑ کر  
کان اپنے پکڑے اپنی اپنی دوکان چھوڑ کر  
کیا یہ بد بولتوں نے پھیلائی ہے ناواں چھوڑ کر  
بلبل نالان کہاں جانے گلستان چھوڑ کر  
سب مقرر ہیں تو ہے راہی راہ ایمان چھوڑ کر  
لے سنگ و درخ و در فرعون دہان چھوڑ کر  
جب گیا کا لعل یاں خان دوان چھوڑ کر

لے یہ غزل نسخہ و ذب میں نہیں صرف نسخہ ج و د میں ہے۔



رہ کر تو ذرا روئیوای دیدہ بی . . . دیدہ  
رہ میں سی نہ پھر جای وہ باران کھ کر

احسان کا کہا دل تو بکرت کی طرح سی  
انکوں کو بہادیدہ گریان سبھ کر



نخوت و شنی کی ای شبنج تو اطوار کو چھوڑ  
بارغ جنت کو نہ دیکھوں تیری رخسار کو چھوڑ  
آگیا بس میں ہی بس اب کہیں انکار کو چھوڑ  
تھکوں میں چھوڑ دوں پر مٹکویہ کہتا ہے یہ دل  
رقص سہلی کا تماشا تجھی منظور ہی تو  
گر مقید ہی تو اس کا نہ رہی نام شراب  
بار بھراب تو اٹھا دل سی مری خانہ خواب  
اس کی آنسو سی سی بھتی ہیں ہر دم شیریں  
یوں بلی عشق میں مبر و خود تاب و توان  
شاد بی کو خدا زندہ رکھی ای مجھوں  
بند میں و حد کان قیس ہی سہلی سی کہو  
وہ تود تم فی سنا نانا ص مشفق کا ملوک  
میں بھی دو چار گھڑی ایسا ہی ردیا ناچار

چھوڑ نارش کا بھ فائدہ پندار کو چھوڑ  
نخل میں جادوں نہ اس سایہ دیوار کو چھوڑ  
نہ پھوڑ لہا مری ہاتھ سی تکرار کو چھوڑ  
ایسی تاب میں نہ تو ایسی طر حدار کو چھوڑ  
تو کلاکات کی اس مرغ گرفتار کو چھوڑ  
معتسب قیدی اس رند قدح خوار کو چھوڑ  
تیری دروازہ پہ آہنیا ہوں گھر بار کو چھوڑ  
کو اسکن جادی کہاں دامن کسار کو چھوڑ  
فوج جس طرح سی بھاگی کسی سردار کو چھوڑ  
اس پری کی نہ تو اس سایہ دیوار کو چھوڑ  
شلو اس طرح نہ تو عاشق غمخوار کو چھوڑ  
قطعہ سمجھانی یہ آیا تھا کہ اس بار کو چھوڑ  
دہ تاک پانچ تھا بچہ بھاکا ہی دستار کو چھوڑ

## ۱۔ فِرْد

اے دستِ جنوں دامنِ دلِ دارِ بچانا ۛ اور میرا گریباں جو بچٹ جائے تو جانے

## ۲۔ فِرْد

نہا دشتِ جنوں کی دیکھو جو دُست ۛ کیا ہے قبر میں ٹکڑے کفن کی کو



تیر پہلو میں نہیں اسی رفتِ سَای پرواز	طارِ جاں کی یہ پَر ہیں برای پرواز
یوں تو پَر بند ہوں یہ یادِ پروں پر میری	جو گرہ تیری ہی سو عقدہ کشای پرواز
ایک پرواز کی طاقت نہیں اس بپاسی بھی	اور جو حکم ہو صیادِ سوا ی پرواز
دیکھو نامہ نہ لایا ہو کبوترِ اس کا	کچھ مری کان میں آتی ہی عدا ی پرواز
بی پروا بالی پر غمش ہوں کہ یہ ہر دم ہی رفت	تھی پَر و بالی ہی تنگ ہم سی ٹھای پرواز
اپنی نزدیک تو اس دام میں پھنس کر میناد	کبھی کبھت کو ہو دیگی... ہوا ی پرواز

تو بھی اس تنگ ہی رنائی اُجھی احوالِ دشوار

دامِ فوں گرہِ جبریلِ برای پرواز



دلِ حاضر ہی اگر کبھی پھر نار سی دُزر ۛ میں تیری ناز کی صدقِ اسی انداز سی دُزر

ۛ یہ فرد صرف نسخہ دوا با میں ہے۔ نسخہ چاودہ میں نہیں۔

ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ



رمز دایما و کنانی تھی سب یاد ہیں یار  
 اپنی نا فہمی سی میں اور نہ کچھ کر بیٹھوں  
 دل کو تو سہج میں لیو بیگانہ میں جان چکا  
 ہم جہیں یا کہ مرے کچھ نہیں غم شوق سی آپ  
 میں اسی دم تری تر وادری کا توں لگا لگا  
 باز جدم سی در عدل شد عالم ہی  
 سہیا تعجب ہی اگر مردہ صد سالہ جہیں  
 ہی تھی خانہ نوابی ہی اگر مد نظر  
 ہم تو بھولی ہیں غم غمزہ غمازی رمز  
 اس طرح سی تمہیں جائز نہیں ایجادی رمز  
 یہی نکلی ہیں تری سہج کی آواز سی رمز  
 مسند ناز پہ فرما ئی اعزاز سی رمز  
 تیغ دکھلا کی میاں عاشق جاننازی رمز  
 بچہ قاز بھی کرتا ہی یہاں بازی رمز  
 کم نہیں میری مسیحا کی بھی ایجاد سی رمز  
 کبھی وای فلک اس خانہ بر اندازی رمز

رمز احساں سی ہی یعنی کہ غزل اور بھی پڑھ  
 سیکھ جائی کوئی اس چشم فسون ساز سی رمز



کسی کی تو یاد میں اب بھول گیا ناز سی رمز  
 چومی گل کو اسی طرز رکش سی دل ہی  
 میں یہ لکھ دیتا ہوں خط بھکھکی گا تو خط  
 ہی یہ قانون فراست کہ تو خود میں نہ ہو  
 ایک دین ہونی ہی یہاں طے سبھل افلاک  
 جان من جیم بسر کی ہی متنازل میں  
 نہ کناے ہیں نہ ایما ہیں نہ انداز سی رمز  
 بوسہ کی کبھی اس سر و سرا فرازی رمز  
 جھکو معلوم ہونی خط کی ہی آغاز سی رمز  
 جلا بجا پردہ میں نکلی ہیں یہ ہر سازی رمز  
 کچھ یہ مفہوم ہوی شور غلیو ازب سی رمز  
 ہم نے کی وصل کی یوں اس بت طنازی رمز

گھر نادل کا مری پیش نظر ہی تھو کو  
 میں یہ سمجھا ہوں تری گھر کی پتواری نہ  
 گل بسر چرخ یہاں دیکھ سکی ہی کس کو  
 یہی نیکی ہی سدا شمع سی اور کا ذی رن  
 بجای گلشت بنیں گلشن گیتی احال  
 طائر روح کی نیکی ہی یہ پرواز سی رن



چمکی سی بولا سراپا لاکی میری سر کی پاس  
 کیوں اہل تو بھی نہیں آتی ہی اس مضطر کی پاس  
 دولت عظمیٰ ہی بیکری سکی اسی جان من  
 کان کا بالا ہی تیرا گردنہ والا نہیں  
 اس بت ترسا کی صورت کو نہ ترساؤ بھی  
 کچھ تمہیں ترس خدا بھی ہی خدا کی واسطی  
 تیغ سی بولا خفا ہو کہ وہ یہ شوخ فرنگ  
 پاس ہی خامہ مفیلاں کا بھی اہل جنوں ہ  
 مدفن مومن اگر ہوشاہ مرداں میں تو پھر  
 قدر تو بک و عمر وہ ہی کہ بعد مرگ بھی ہ

جتنا سر کون دور تجھی اور بھی تو سر کی پاس  
 ہندو مل قہمت کہ نجر بھی نہیں بستر کی پاس  
 دل نہیں زلفوں میں تیرا سی ہی یاد تو رکھی پاس  
 تو تجھی بالا بتاتا ہی کہ ہی زر گر کی پاس  
 بس کہیں انھو بیٹھا دھول کی اس کی دس کی پاس  
 لی چلو جھکو مسلمانوں اسی کا فہر کی پاس  
 دل نہ ہم بھی گالی پانگی اور بوگر کی پاس  
 یہ وصیت ہی کہ میری قبر ہو گھر کی پاس  
 اور ہی رتبہ ہی اس کا خالق اکبر کی پاس  
 مسکرو دیکھو کہ آسودہ ہیں پیغمبر کی پاس

گردوں احال غم معشوق و می صدا آفرین ہ  
 پیرو مرشد واہ یہ بدعت خدا کی گھر کی پاس



## قطعہ ہفت شعر

دوش بہ دوش دوش تھا جھوٹے بت کرتے کوش  
پڑوہ در خیام عقل رخنہ گر حرم ہوش  
غازہ بہ روم سی بہ لب، پان بہ دین خباب کف  
ملک در علان بسطہ عنبریں بہ دوش  
پل میں سر نہیں وہ کرے دم میں شفا یہ مجھے  
آہ وہ چشم سے پرستہ واہ وہ لعل بادہ ہوش  
تائل عیش جان کر جا لی ہے دفن کیے  
سائل بوسہ جبکہ ہوں چمکے کہے کہ پوچھو  
عشق میں سب ہے بہتری دیکھو بہ چشم گہری  
رنگ قمر ہے شتری دیدہ تہہ فردش  
منکرے تھا شیخ کل آج یہ حال ہے کہ ہے  
جام بہ دست و نم بہ سر شیشہ بہ لب ہوش

نغمہ سرا ہر محنتا تاکہ ہو باغ باغ  
سوسن مد زبان نہو گل کی طرح تمام کوش



یہ نسخہ اور میں عنوان قطعہ ہفت شعر ہے لیکن صرف ایک شعر درج ہے۔ نسخہ 'ز' میں یہ  
قطعہ چھپا ہے صرف نسخہ 'ج' میں ہے۔



پھر آیا جام بکف گھنڈا را می واعظ  
 نہ جان مجھ کو تو مختار سخت ہوں مجبور  
 انار خلد کو تو رکھ کہ میرا پسند ہمیں  
 اسی ہی کامل پر پہنچ کی قسم ہی تجھی  
 ہماری درد کو کین جانی تو کہ تجھ کو ہی  
 کیا جوڑ کر تیا مت یہ کیا قیامت کی  
 کہ یاد آیا تجھی قد یار ای واعظ  
 جلائی گانہ کبھی یاد مگر خال اس آں  
 کوئی وہ بھی ہی سمجھا ہزار ای واعظ



بزم میں ما فیہ بھی شرب کو وصل رشک گاہی شمع  
 مگر یہ جاویتی ہی اس کو بزم میں روشن فیر یہ ہے شمع  
 ہاں رہی سو باغ میں دہری آسکی چمک  
 میں بھی نہ اک شمع کا پروانہ میری قبر پر  
 گل گریبان پاک میں کیوں نہ ہو بکد عشق ہی  
 کوہ طور عشق میں اس طور سی کو رومہ شاہ  
 میں فی محلی گل کی دین اک فریب اور گل ہی شمع  
 اس قدر مر بلو دہی ای غنڈ لیو گل ہی شمع  
 شمع رون کی ہی روشن بزم میں گل ہی شمع  
 اس لہی خلقت پر نہائی ہی آیا گل ہی شمع  
 لعن سی کہتی غمی یہ پروانہ نہ بیل ہی شمع  
 بجا رشتن ہوئی فصل و سیم و دل ہی شمع



جب کہ کب پیری میں نکلا کب رہی آنکھوں میں نور  
مطلقاً نسبت نہیں رکھتی ہی احوالِ دل کی شمع



مقام حیف ہی اور جایِ مدبر اور دروغ	مقیمِ بزمِ رقیباں ہو گلستانِ دروغ
بسنتِ بھولی ہی لیکن نہیں ہی یادِ دروغ	ہوا ہی زرد و مراغم سی جسمِ زارِ دروغ
بہارِ ہودی نہ ہو غیرتِ بہارِ دروغ	بہارِ داغِ جگر کس کو ہیں دکھاؤں آہ
نہیں ہی پاسِ کبوتر بھی ای نگارِ دروغ	جو کل ہیں کھای کھوں کی طرح بھی احوال
تمہاری منہ سی ہوں ای یارِ شرمسارِ دروغ	موانہ میں شبِ ہجرال میں کیا ہوا خجکو
کہ بلبلاقی ہیں یوں بلبلیں ہزارِ دروغ	گذر ہوا تھا یہ کس رشکِ گلِ گمشدن میں
جو میری حال پہ کھادی وہ ایکبارِ دروغ	دروغ کون ہی بالیں پر اپنی غیر اصل
نہ مونس اور نہ مشفق نہ غلگسارِ دروغ	نہ مجلس نہ ہدم نہ کوئی یارِ فوسس
ہوا ہی دل پہ مری اب وہ کارِ بارِ دروغ	نہیں تھا چلین بھی کارِ بارِ آفتِ بن
لاہی خاک میں میسلی وہ لالہ زادِ دروغ	کہاں رہا دلِ پرداغِ قیس و نسیا میں
ہوا نشا نہ اس پر پہ جالِ نثارِ دروغ	کرم کیا تری نادک فی اس طرف لیکن
مزد سی میں نے نہ بھاڑا وہ رگزارِ دروغ	جدھر سی یارِ گذر کرد عمر کو تو آ یا
دروغ تو فی رکھی تیغِ آبدارِ دروغ	گھوئی تشنہ پہ میری تجھی نہ رحم آ یا کہ
بہالِ زبان پہ الحمد آشکارِ دروغ	کرھا ہی دیکھ کی جھکو تو اس طرح ظالم

نہ دل کو تاب ہی فرقت میں کیا کروں حسان  
نہ چین دیتی ہی جان پر اضطرار و رینے



میری گردن پہ رہا جگر بے یاد کا حق	نہ ادا چھو سی ہوا اس ستم ایجاب کا حق
تم فی ارشاد کیا جو کہ ہی ارشاد کا حق	ناصحو گرنہ سبزل میں مری قسمت کا تصور
یار و دشوار ہی دہ یاد جو ہی یاد کا حق	یاد تو حق کی تجھی یاد ہی پر یاد رہی با
اسی صورت سی ادا ہو دی گاہ ہر یاد کا حق	اپنی تصویر پہ عذقی تری صدق کی راسی
کہیں ثانی نہیں اس صحن خدا داد کا حق	حق کو باطل کوئی کس طرح سے کہوی ایابت
تجہ پر شیریں ہی نہ خسر و کا نہ فراد کا حق	جاں کنی پیشہ ہو جس کا وہ لحق ہی تیرا
میری سر پہ ہی رہا اس مری جلا داد کا حق	بار احسان سی نہیں سر بھی اٹھا سکتا ہوں
سنی والا ہی سنا اس مری فریاد کا حق	سن کی کہتا ہی یہاں کون ہی سنا مت سن

وہی انسان ہی احسان کہ جی علم ہی کچھ  
حق یہ ہی باپ سی افروز رہی استاد کا حق



انکلا نہ اس کی لب سی میرا کام اب تلک	اشدہ صنم نہ ہوا... رام اب تلک
نام اپنا جس کی غم سی ہی بدنام اب تلک	دیتا ہی سن کی نام وہ دشنام اب تلک



پیغام یار آدمی یہ قسمت کہاں کر آہ  
آنا نہیں اجل کا بھی پیغام اب تلک  
نیری لبوں کی عشق میں میں اور فی پیوں  
نحو پر حوام ہی مئی کھفام اب تلک  
اندھیر ہی کہ خال جو یوں رخ پہ ای میاں  
مصحف سی ہند دُول کو نہ تھا کام اب تلک  
ابرو فی یک کپنی ہی تر دار و یکھ کر  
باری نہیں ہی سستی اسلام اب تلک  
گو مرچکا ہوں پر دل مضطر کی باتو سی  
میری نصیب میں نہیں آرام اب تلک  
بجرا مرا کہ بوسہ کا اس دن سی جان من  
ہو تا ہی دن ہی بھر کا یار و زحشر ہی  
ہو تی مئی جنگو بستر مئی پر بھی بیکلی  
ہو تا کسی طرح سی نہیں شام اب تلک  
پیغام بوسہ پر ہی تسلی کسی یہاں  
قائل ہوں ایسی شوق کا کہتی ہیں اسکو شوق  
دیکھا تھا راہم فی اب و لہجہ ای لبو  
در تبہ تری چشم کی کشتہ کا چہ کہ خلق  
دعدہ تھا شام کا نہ پھر ادہ برت فرنگ  
اس جنگو سی کہد و یہاں تو پ چھٹ چکی  
بالیں پہ میری آ کی کہا شور و حشر فی  
گذا تھا ر تلک ماہ کہ میں ایک شب ہال  
اک ریشنی سی ہی بلب بلب ہم اب تلک

اسحان میں جس کی نام پہ دیتا ہوں اپنی جاں

وہ جانتا نہیں ہی مرا نام اب تلک



گلاس کی ہیں سودا میں پریشان و خفا ہم  
 کچھ تم میں نہیں دیکھتی پتھر کی سوا ہم  
 گر سنگ سی مڑ چوڑی بتاں بات نہ بچھیں  
 گر مشک ختن میں نے کہا زلف کو پھیر کیا  
 اس گل کی سدا لاقی ہیں پنا کی وہ پشن  
 تم روتی و فاقی کو ہر خواباں میں عزیزو  
 وہ فرہی ہمارا کہ یہ سب ہوں گی فراری  
 کچھ اپنی ہی گریہ کا نہیں زور لگھا اب  
 کیا پوچھی ہی احوال ہمارا تو مری جاں  
 اپنی پہ نہ لیجاؤ تو اک بات کروں عرض  
 سبھاری تم ہم کو دلی ہم نہ سمجھی  
 القصہ یہ قصہ تو نہیں قصہ کو تاہ نہ  
 کو چہ میں ہماری تیر ہی بلوی میں ہمیشہ  
 اغیار کا ہنا نہ ہوا ہمسوزا دار  
 ست میری طرف گھورتی بس مہر ہی رکھی

کیا جانی تری زلف میں جو ہیں کون بلا ہم  
 رکھتا ہی قرینی سی بتو تمکو خدا ہم  
 پتھر ہیں یہ پتھر سی توقع رکھیں کیا ہم  
 انسان سی ہوتی ہیں مری جان خطا ہم  
 مرہون نسیم اور ہیں ممنون صبا ہم  
 یہ بھی ہی غنیمت کہ رہی رسم جفا ہم  
 اغیار فرومایہ کو ہونی دی ... فرا ہم  
 بدلی نظر آتی ہی زمانی کی ... ہوا ہم  
 دن رات تری جان کو دیتی میں ... دعا ہم  
 تم تو ہو بھلی کیونکہ کہیں تمکو برا ہم  
 ویسی ہی گرفتاری میں رہتی ہیں سدا ہم  
 کچھ اور نہیں سمجھی ہیں یہاں اس کی سوا ہم  
 ہم ہی تو سدا رکھتی ہیں دہاں غنمی با ہم  
 جو ہم فی کیا پاتی ہیں اب اس کی سوا ہم  
 مردم کو ذرا چاہی آنکھوں میں حیا ہم

بس جینی سی جی اپنا ہوا میر کہ احوال  
 ہم بزم یہاں پتھر میں ہماری سفیا ہم





ہاں خیال ان تری آنکھوں کا دل آرام دہاں  
 روز و شب عشق کی دولت سی یہ چاہی ہیں نصیب  
 تجھ کو غیرت نہیں ای گردش چشم ساقی  
 بی طرح اتہر ہی دلی میں ہوں کا چہر چہا  
 میں غلام اور ملازم ہوں نہ کبھی مجھی مکرم  
 میرزا نیلی مقصود سپہر نیلی کا  
 وجہ اس نام کی رکھی گاہی تاکہ شہر  
 زلف و قد کا تری رہتا ہی سدا اس کو خیال  
 گایاں غیر کو دی اور جہوں رشک سی میں  
 دام اتبا لک عیا و کو کہتا ہوں کہ وہ  
 آب پاشی سی تری کوچہ میں ہوں رکھتا ہر صبح  
 اور ہر شب ہوں تری در پہ شال درباں  
 خواب میں دیکھوں ہوں میں زگرے باد و باد  
 کچھ کی چاہی ہی یہ بیمار زنا نام دہاں  
 کہ تھائی ہی مجھی گردش ایام دہاں  
 حق تعالیٰ رکھی اس شہر میں اسلام دہاں  
 نہیں لازم ہی کہ دیکھی مجھی الزام دہاں  
 تجھ کو سر سبز رکھی خالق غلام دہاں  
 نیل چشم بد اعداد ہی یہ نام دہاں  
 دل سپارہ جو پڑ تھا ہی الف لام دہاں  
 اری دشمن تو دیا کر مجھی دشنام دہاں  
 مرغ دل کو مری رکھتا ہی یہ دام دہاں  
 کام کرتا ہوں یہ آنکھوں سی سرا انجام دہاں  
 کام میں تیری ہی رہتا ہی یہ ناکام دہاں

گل رنوں کی ہوں تصویر پہ تصدیق احسان  
 اک بغل میں مری رہتا ہی گل اندام دہاں



گرچہ دھمکتی ہیں آکر بھی اغیارِ مدام  
غش ہے میخانہ پہ یہ زندہ خوارِ مدام  
میں فی جہان کا تھا بھی روزِ درسی ایک دن  
گلِ زرگس مری مرتضیٰ ہیں اگتی اب تک  
کیا تجھی غل ہاسی میری سرپر رہوی  
کیا بیال تجھ سی کردل تیری گرفتار کا حال  
واعظا میرا تکفربہ تعصب مت... کر ق  
نخوت وجہہ و عمامہ سی کیا کام مجھی  
کچھ عہد میں تیری ہیں وہ فتنہ برپا  
راہ چینی کی نہیں بلکہ چیلی گی تلوار  
وہاں ہی پوشاک تراشیدہ بدن پر ہر روز  
کس طرح ہاتھ سی دل میزا بجاوی ظالم  
دلِ عشاق سدا زلفوں کی زنجیر میں ہی  
مانگ کی راہ کو یہ حکم ہی یوں صاف رکھیں

پھر بہ تبدیل توانی غزلِ احساں کھو تو  
ہیں پسند دلِ شاعر تری اشعارِ مدام



گر غزل اور سنا چاہی مری جان تو سن  
کھول آنکھیں کو احسانِ دل آنکھیں مل



میں ہی اس دشت میں رویا زخمِ باری مل  
نزع میں وہ ہیں نہیں وقتِ تغافل بی ہر  
یہی آثارِ خوابی ہیں تری جھانکتی ہیں  
یاد میں اس گلِ رخسار کی جی میں بھی یہی  
دور بہتر ہی مری پاس سے وہ سبز قدم  
زلفِ منہ لگتی ہی ہر گرشی اسی سے ہی عام  
خود بدولت سے نہیں فائدہ ہوتا سرِ مو  
دمِ غنیمت ہی کوئی دم جو کئی لطف سے یہاں  
کئی مایہ سی نیساں ہی بہت گریہ کنال  
جا کی اس در پہ یہ احسانِ کہاں نہ نواز  
آجی پاؤں کی بھی روتی ہیں ہر غازی مل  
دمِ رخصت ہی دیا عاشقِ بیمار سی مل  
چشمِ اپنی جو گئی رخصتِ دیوار سی مل  
خوب سار دنی ہر اک گلِ غزازی مل  
تو ہی ای زخمِ جگر مرہمِ زنگار سی مل  
اس سے مل ای دلِ آشفۃ نہ تو باری مل  
کام چاہی کہ کبھی آوی تو مختار سی مل  
ای لبِ زخمِ تو ہر دم اسی تلوار سی مل  
اسی کہہ دو کہ مری چشمِ گہرا سی مل  
کھول دروازی کو آ اپنی گرفتار سی مل

اس فی جب در کو نہ کھولا تو وہ برکت کی طرح

خوب جی کھول کی رویا درو دیوار سی مل



گر ہی دنیا کی طلب زیادہ مکار سی مل  
کب تک بخودی کہوں یا نہ اغیار سی مل  
یوں ہنساز خم جگہ اس لب سو فار سی مل  
گروفا چاہی تو ہم سی دغا دار سی مل  
کیفیت زلیست کی اس دور میں چاہی تو ما  
کچھ بھی زیادہ کی ہی صورت یہ عجب صورت ہی  
کب تک منہ کو تو پھیری ہی پھر لگا بخودی  
تجکوشا باش تیری سر پہ ہی طرہ ای دل  
رہا داس جو مری آنکھ سی دیکھا تو وہ ہیں  
اپنی جی کو تو جلا چشم کو رو بیٹھو ای دل  
نہ بگھ دولت دنیا کو تو دولت ای دل  
ہدف تیر بلا ای دل جس روح تو ہو  
کس کر مجھ کو خفا ہو کی یہ کہتا ہی وہ شورش  
کس گرفتاری میں ہر لحظہ گزار ہوں میں  
خاک حاصل نہ ہوا کار محبت سی آسی

دین ہی مطلوب تو اس طالب دیداری مل  
بگھ کو ہی شرم نہیں تو مری پینہ زاری مل  
ہنس پڑی جیسی کوئی یا رکسی یاری مل  
زر ہی درکار تو جا کر کسی زوداری مل  
چشم مست اسکی سی مل مردم سنجواری مل  
بخودی کہتی ہیں کہ تو صورت دیداری مل  
غفہ کو حق دے بس اپنی گنگاری مل  
اس شب تار میں اس طرہ طاری مل  
چشم فراہ گئی دامن کب ساری مل  
اب کسی اور مجھ کی سی دعو اندھاری مل  
یہی دولت ہی کہ اس دولت دیداری مل  
لب معشوق تو ہی پر لب سو فار سی مل  
کیا غضب ہی کہ تھی کہتی ہیں اس یاری مل  
جو ہی سو کھوی ہی چل اپنی گرفتاری مل  
قیس سا شخص گیا خاک میں اس کاری مل



پھر رخ کی باتھ سی گوری ہی ہیں مجبور سی ہم  
 شیخ کیا ہی نہ ڈریں رستم پر زور سی ہم  
 حق وہ سردار ہی عشاق کا لیکن یہ کہو  
 روم و چین کیا کریں ہی تفرقائت کافی  
 تھکوا ہی شاہ کا جوا ہر مبارک ہندم  
 پاس خاطر ہو جی اپنی ہم اسکی ہیں غلام  
 خاک پا اس کی ہیں جوا پنا رکھی باتھ میں دل  
 ہی دریہ دامن البتہ سوا اسکی کوئی نہ

کیا یہ اشعار پڑھی پڑھ غزل ددفا میر  
 تاکہ احسان ہو خوشی عشق کی خاک

یک شب ہجر میں یہاں تک ہو رنجور سی ہم  
 پاس آکر کھو صدق ہوں نہیں اتنی جمال  
 ہاں مگر لیتی بلا میں تری . . . دور سی ہم  
 یعنی بیزار ہزی مرہم . . . کافور سی ہم  
 اور محروم رہیں بادۂ . . . انگور سی ہم

آفریں آپ کی اکدن بھی نہ آیا دل میں  
 لب یار و لب ساغر ہی کہاں بعد فنا  
 جو کسی شب تو میں عاشق رہو رسی ہم  
 اور بھی شور مچا صور قیامت سی کہو  
 بیٹھی رہتی ہیں تری کوچی میں مجھو رسی ہم  
 ناتوانی فی غضب زور اٹھایا ظالم  
 تنگ ہیں بار عصای منزہ مورسی ہم  
 کوہ کانگ مجھتی مٹی اٹھانا یا اب

قبر احساں سی پست کر بھی کہتا تھا وہ گل  
 من گئی آج تو اس عاشق مغفور سی ہم



یا ہم ہیں اس خواب میں قبر و کفن سی ہم  
 آگاہ نستر سی نہ واقف سمن سی ہم  
 کیا چھن گئی خوابی میں اکروطن سی ہم  
 رکھتی ہیں کام اس گل ناز کبدن سی ہم  
 آخر یہ داغ لی کی چلی اس چمن سی ہم  
 پڑھتی ہیں شعر بھرتی ہیں آہیں تمام دن  
 احوال اسی جتنا ہیں سو سو جتن سی ہم  
 کہتی نہیں ہیں ایک بھی رکھتی ہیں دلیں یک  
 نوح کی شکایتیں چرخ کہن سی ہم  
 دوری میں کیونکہ آپ رہیں صبر کی قربیں  
 پوچھیں گی یہ بہ جناب اولیں نزن سی ہم  
 قائب ہی جب سی چشم لعبت فرنگٹ  
 واقف نہ حاضری سی نہ ہرگز بینا سی ہم  
 بدلیں نہ ایک اشک کو درہق سی ہم  
 ہم پاک رحیم لوٹ جوائم سی غوث پاک  
 یا شاہ لگ رہیں ہیں تمہاری چرن سی ہم



دور قی تری مزہ سی ہیں رکھتی نہیں ہیں خوف ہرگز سنان تم کیو دپشن سی ہم  
 اُلجی مٹی زلف میں کہ ہوا عشق آدی صاف  
 احال چلی طلب کو خدا و ختن سی ہم



غلطیہ شہرہ ہی یعنی بامستیاز ہو تم سخن کو کرتا ہوں کوتہ زبان دراز ہو تم  
 ہمیں تو روزہ اس ایام بخش میں ہی ضرور نماز پڑھتی ہیں جب ہم کہ بی نماز ہو تم  
 تمہاری پاؤں پہ جو سر رکھی وہ ہی سردار خدا کی فضل سی مستاز سرفراز ہو تم  
 ہیں آپ پادشہ ملک حسن ہم ہیں غلام خطاہی گر کہیں محدود ہم ایاز ہو تم  
 سوال بوسہ لب کا دیا یہ منہ پہ جواب زبان کئی گی کہ از بس زبان دراز ہو تم  
 نہ مال و زر کی تمنا نہ دین و دِل کی غرض قسم خدا کی بتو خوب بی نیاز ہو تم  
 سنوار و بگڑا ہوا کام یا علی میرا کہ کارخانہ قدرت کی کار ساز ہو تم

بلا لو ہند سی احال کو یا شہ جیلاں  
 کہ جانشین شہ شیرب و حجاز ہو تم



کیا رہی عاشق کہ جب لپٹی کفن میں استخوان ای ہمای عشق تو مت چھوڑ تن میں استخوان  
 کس طرح انھوں تری درسی کا اک ثابت ہی نہیں مدد کوہ محبت سی بدن میں استخوان

عشق ہی ای عشق تج کو تل ہی کچھ نالاں نہیں  
 استخوان سی نو عبت رکھتا ہی چڑای برہمن  
 انجمن آرا ہی ہم کیشول میں وہ ہندو پسر  
 گل ہزاروں غنہ ہیں باغ میں تعین نغمہ سنج  
 یہ قنای ہی کہ رہوی شمع فانوسی کی طرح  
 قدرت حق سی یہ بولی گل باواز حسریں  
 جان انساں ہی ہیشہ طعمہ بازار اجل  
 یاد ہی ہمو کہ ہم چلی تھی پنجول ہی کی بل

گل تو دوں گزری تھی احساں حال غیرت ہی کراچ  
 ایک بھی باقی نہیں اپنی بدن میں استخوان



میں جوئی بیٹی برائوں تو سبونی جھاؤں  
 تیری دہشت سی اگر چھوڑ دیا یہاں دامن  
 اپنی پوشاک کا کوچی میں تری حال ہی یہ  
 آبرورکھ لی بہر وہ تو اس طرح سی رو  
 منصفی کی تری قربان عجب ہی انصاف  
 چاک پر چاک دی دہشت جنوں فی یہاں ملک

گر عس منع کری اس کا ہو پی جاؤں  
 حشر میں کیونکہ چھڑاویگا مری جاں دامن  
 آستیں وہ ہی گریباں یہاں وہاں دامن  
 پات دریا کا بنی دیدہ گریاں ... دامن  
 میں تو محروم رہوں اور ہوں قربان دامن  
 بن گیا دہشت محبت میں گریباں دامن



دستگیری ہی مری آپ کی ہی ہاتھ سدا  
 آپ کا میں فی یسا یا شہ جیلاں دامن  
 در پہ کیوں اہل دول کی در حق سی آیا  
 اس لٹی کھینچی ہی درویش کا در بال دامن  
 غم دامن نہیں دامن سی فچی در کار نہیں  
 بس یہ صحر اکا سلامت رہی احساں دامن



جھو کو مت پھیرو کہ میں ستر تابیاں تلخ ہوں  
 برف ہوں آہ صحر ہوں نالہ شگبیر ہوں  
 کام رہتا ہی سدا گردن کشوں ہی سی بھی  
 پیچ و تاب حلقہ ہای جو شمشیر ہوں  
 تب جو مردی ہماری ای رقیبو دیکھو  
 جب کبھی واللہ بڑا وہ بت بی پیر ہوں  
 خالصیت سیاب سی ہی اس تری بی تاب میں  
 جل کی خاکستر ہوا ہوں تو بھی میں اکیر ہوں  
 سن کی شعر سردینہاں تک ہی طبیعت اپنی سر  
 موسم سڑا میں گویا داخل کشمیر ہوں  
 آئینہ روچین جب کو کچھ اسی صورت سی ہی  
 اپنی چھاتی سی لگا لگتا تری تقریر ہوں  
 دل تو زلفوں ہی کی پیٹوں میں ہوا سی چھٹ گیا  
 یک قلم بس میں ہی ظالم واجب التعذیر ہوں  
 درد دل کو میری جانا اس فی افسانہ نگر  
 چپ جو رہتا ہوں تو کیا کہتا ہی وہ بی سیر ہوں  
 گالیاں دیکر بھی ہوتا ہے خوش وہ بڑیاں  
 مدعا یہ ہی کہ یعنی میں بھی خوش تقریر ہوں

فی اشل آب بقا رہی تو کیا حاصل بھی

مردہ دنیا میں احساں دائرہ زنجیر ہوں

۶



ہی کرتی بھی ای غمخوار ہاں کہستی ہیں  
 چاہی بجز خجالت میں وہ سب ڈوب مریں  
 کاش سردارم و طہرتی فسردوس کہن  
 ایک نقطہ بھی زیادہ جو زبان پر آ گیا  
 بھیجتی تھ پہ لالہ مری جان و درود  
 چشم و بینی کو تری میں فی کہا صادق و الف  
 دیکھتی جھک رہی ہے کیا سر کو جھکا فی تر گیس  
 دور سی آہ کی جی میں ہی انہیں کو رکڑوں  
 منہ سی میری کہیں بکلا غمخوار ہاں کہستی ہیں  
 خود بخود آگ لگ آفتی ہی عزیزاں اس جا  
 بوسی مانگی تو دوا گشت سی ایما کیا  
 طرز انداز زبان و دوا دانا کہان

میں تڑپتا ہوں غم عشق بتاں سی احساں  
 حکما فضل الہی خفقاں کہستی ہیں

و





گر چہ کان ملاحت پہنی ایک بالی نہیں  
 خواب میں بھی دل خیال زلف سی خالی نہیں  
 آشنا کہنی سی کیوں چڑتا ہی وہ نا آشنا  
 ہی جگر میں شک کی سوراخ اس کی فم سی آہ  
 شیخ اپنی گفتگو سی قلباں بنتا ہی آپ  
 رند عمامہ طلب کرتی ہیں وہ خانہ خواب  
 رات سی بھی پڑی کا کل ہی دل کی میطرح  
 حکم والا ہو کر یہ دلی بھی چھپرہ آباد ہو  
 یا کبر ہی صبح کا فرقت کی شب بہت نہیں  
 نالہ آتش عنال ہی ہرق اس کو مت سمجھو  
 سر بسر پامال غم ہوں کیوں نہ اس صورت سی آہ  
 بس تری آتی ہی جھکو چین سا کچھ آگیا  
 اس نگہ کا فرسی کیونکر چنگ نہ رکھو نگاہ  
 میکدہ میں دہر کی اس چرخ میںا خام سی  
 کار پر وازان تقدیر خدائی خود بخود  
 میں غلام کمترین ہوں اس شہ لولاک کا

طائر خوبی کو تو بھی بی پروا بالی نہیں  
 جب سی دیکھی بال تیری فارغ ابالی نہیں  
 کہد واس نا آشنا کو آشنا گالی نہیں  
 گرد قبر عاشق مظلوم یہ جبا لی نہیں  
 درد نہ اپنی طبع املی سوی ہزالی نہیں  
 گھری باہر آن کر کہتا ہی گھر والی نہیں  
 یہ بای ناگہانی پھوڑنی والی نہیں  
 یا علی تم بن کوئی اس شہر کا والی نہیں  
 یا کوئی اس شہر نا پرستان میں گھر والی نہیں  
 دود آہ عاشقان ہی یہہ گستاکی نہیں  
 دسترس جھکو کف پانک بھی بول تالی نہیں  
 اب وہ بی چینی وہ بھالی وہ بیانی نہیں  
 یہ نگہ جاو سی کم ہی شرح بنگلی نہیں  
 لالی ہی بن کوئی ششی منی تو اعلیٰ نہیں  
 جس کی بن مرضی بنا فرودس کی دلی نہیں  
 باغ جنت میں سی رضوان فکرو بی دلی نہیں

دوسری دن کی عشق میں احوال یہ صورت بن گئی  
منہ پہ وہ رونق نہیں چہرہ پہ وہ لالی نہیں



کبھی کیا کیوں طفلِ آشک اپنی گلی کی بار میں  
جن کی خاطر دشمن جہاں یار اور اغیار میں  
چہر تو دیکھو سنا کر خاکِ غمِ دل سی کہاں  
اپنی ابروی جھگڑا ہی وہ آئینہ کو دیکھ  
پاؤں تک میں کیوں کر پہنچوں تیری زلفِ غری  
چشمِ پوشی کیا تری فہم میں ہے عینِ ثواب  
عشق میں جو سر پہ آوی اپنی سر پر سر  
یا خدا اپنی گرم سی کو کسی موسیقی کو بھیج  
قاعدہ اس کے ادائی کا نہ سمجھا میں کبھی  
لاغری کی کچھ نہایت ہی کہ میں بستر پہ ہوں  
کس طرح جھانکوں میں اس پردہ نشین کو دیکھ  
شیخ جی کی ہم میں قائل کیا ہی اک دانائی سی  
گر نہیں تیری دہن کی فکر میں پھر کیوں نہ  
خوبی قسمت تو دیکھ کچھ نہیں ہلکو خطِ سر

اس زمانہ کی تو کچھ لڑکی ہی ناہوار ہیں  
ہائی قسمت کہ وہ ام سے وہ بھی اب بیزار ہیں  
آج عاشق ہم کو صدق کی لٹی... دیکار ہیں  
میری منہ پر کیوں ہی تو کھینچی ہوئی طوار ہیں  
اس تنہا میں ملکتی اب ملک ای یار ہیں  
ہم سی یوں برہیز تجھ کو اور ہم بیمار ہیں  
باندھ کر سر سی کفنِ دینی کو سرتیار ہیں  
سینکڑوں مانند فرعون ابودھار ہیں  
یہ الف قد راستی کہنی سی کیوں بزار ہیں  
اور تجھ کو ڈھونڈتی پھرتی مری غمخوار ہیں  
دیکھتی میری طرف کو رخصتہ دیوار ہیں  
سجھ کی پردی میں وہ پہنچی ہوئی زنار ہیں  
منہ بچھب ای گل ہزاروں غنہ دگزار ہیں  
گرچہ ہم بدکار و بد احوال و بد کردار ہیں



آتش دوزخ تلک مجبور ہی ہم سی کہ ہم ... خانہ زاد دوران احمد مختار ہیں  
 می سی توبہ میں کروں استغفر اللہ سب غلط نام سی توبہ نہ اہم پڑھتی استغفار ہیں  
 اہل دل ہم جاں کر بہ زیارت تھی گئی  
 حضرت احوال کو دیکھا ایک دنیا دار ہیں



اس تپ سی انقلاب کی خاطر پریشان نہیں  
 گو ہو بہشت پر ہمیں راحت دہاں نہیں  
 قامت سی تیری حشر زمیں پر کہاں نہیں  
 ہاں کس طرح نہ باد کی گھوڑی پہ ہو سوار  
 اسی قبیلہ کعبہ آپ کی کوچہ میں تاق کر  
 ایکن نہ ہو جو اسکی شہجوں سی دوستو  
 میں فی ہی دوستی سی کیا دشمنوں کو دوست  
 بند و قلیں کیوں ہی چھوڑتی ہر چاند رات کو  
 یعنی نہ اس طرح کا ہو بیتک کہ شور و شجر  
 بن تیری آب تیغ کی چھلی کی طرح آہ  
 دشنام دی کی غصہ سی چسکی ہو اس طرح  
 باندھی پھری ہی تیری کمر جگر پہ تیغ کیوں  
 اس کا سب جو پوچھو عیاں ہی نہاں نہیں  
 تنخواہ اور وضع سی مستی یہاں نہیں  
 وہ زخم ہی نہیں کہ تن پر سپاں نہیں  
 گویا کہ منہ میں آپ کی ہر گز زباں نہیں  
 میں فی ہی اس کو پہنچ کہاوی میاں نہیں

اسی طالع مجستہ مدد کر کہ ایتلک  
 اس ماہ رز کی لب کو جو کہتی ہیں شہد ہم  
 کہنی نلک تو کہوی یہ بھو مسلح ہی  
 پوچھی ہی جھکویا تو میر رتک بھ سے پشتر  
 صحرای عشق وہ ہی بلاخیز جس جگہ  
 میں اپنی بیکسی پہ ہوں مرنے کے بعد مرگ  
 گر جی ہی رہا کو خدا مغفرت کری

احسان بزرگ خامہ اہل فرنگ ہاں  
 محتاج تو تیار نہ تو حطال نہیں



ان ابروؤں کی دل پہ تصویر کھینچتی ہیں  
 ہوتا ہی خاک ہی جب پھر کس لئی ہوس  
 بچھر مک نہ آیا وہ یار سینہ انگن  
 خرم پہ آسمان کی گویا گری ہی بجلی  
 تجھوں فی یوں پھر آیا اس نوجوان کا کوہ  
 تاثیر تو ہی یہ کچھ اپنی تین فلک پہ  
 مانند سک ہی یہ بھی اس نفس شوم کا ہم

اپنی پہ آپ ہی ہم شہر کھینچتی ہیں  
 تکلیف بہر اخذ اکسیر کھینچتی ہیں  
 اور انتظار ایتلک پچھیر کھینچتی ہیں  
 جس دم کہ آہ تیری دیکھتے کھینچتی ہیں  
 اب دھئی کہ صریہ بی پیر کھینچتی ہیں  
 پھر کیوں یہ نالہ ہی شہر کھینچتی ہیں  
 نقشہ وہی فقیر و ظمیر کھینچتی ہیں



گاہی وہ کھینچتا ہی گر پیر کھینچتی ہیں  
 دو دایہ کو جواہل تدبیر کھینچتی ہیں  
 سرمر کی جس گمراہی وہ غمخیز کھینچتی ہیں  
 تدبیر کیا حکم تقدیر کھینچتی ہیں  
 کیا کیا جفا میں تیری دلگیر کھینچتی ہیں  
 پتھراں پہ جس طرح سی زنجیر کھینچتی ہیں

دیجھو تو داد احساں یعنی قلم اٹھا کر  
 اک اور بھی غزل ہم ہی میر کھینچتی ہیں

کیا شخ جی کی جو درد رستی ہی کشمکش میں  
 نزدیک ان کی شاید تقدیر ہی معطل  
 آنکھوں کا دیکھ عالم رہتا ہوں دم بخود ہی  
 فرقت میں ہم تمہاری ناچار یہ اذیت  
 رہتی تھی آنکھیں پتھر اگئی ہیں ان کی  
 آنکھوں سے موج گریہ اس شور میں رواں ہی

پھر ہم بھی باقاعدہ سی بی پیر کھینچتی ہیں  
 نقش اسکی کیوں برای تشہیر کھینچتی ہیں  
 اس جنگجو کی منہ پر شہسیر کھینچتی ہیں  
 جب ہم منسی سی اسکی زنجیر کھینچتی ہیں  
 تب وہ مگر کی تیری تصویر کھینچتی ہیں  
 ہم کوئی تیری منت تا شیر کھینچتی ہیں  
 کچھ دم کھینچتی ہی تیرا جب تیر کھینچتی ہیں  
 گراہ کا کبھی ہم شہسیر کھینچتی ہیں

اور انتظار تیرا مایہ پیر کھینچتی ہیں  
 مشہور خود بخود ہی ہوتا ہی تیرا کشتہ  
 ان ابروؤں کی غش ہوں اوسان پر کہ ہر دم  
 کہو ہی ہی گڑی کو توڑی تو ماقہ نہیں  
 یہاں جب مصوروں کی کچھ رتی کمر ہی  
 منت گرد گرد پھر تو ہر دم مری دعا کی  
 پسلو سی گرنہ کھینچیں کھینچوں نہ میں اذیت  
 اعلیٰ ہی شور و خروش ہی سقف گردوں

اک لہس تو مسخر کر لیں وہ شیخ چلی  
چلی سدا جو بہر تسخیر کھینچتی ہیں  
ہر روز یہ جفا یں پھر تم نہ کیجونا لہس  
اب ہم بھی نالہ ہای شبگیر کھینچتی ہیں  
جانا ہوں کوئی یہاں سی کول بندگاں حشر  
تسذیع یار بہر نفسیر کھینچتی ہیں

دشمت جنوں بھی آیا قبضی میں اپنی احساں  
اب اور کوئی دن کہ جہا گیر کھینچتی ہیں



حقامت ہو مجھ کو ٹھکانی بہت ہیں  
مرا سر رہی آستانِ بہت ہیں  
بہت دور ہی اپنی نزدیک تو بھی  
تجھی یاد کافر بہانی بہت ہیں  
بہانی نہ کر مجھ سی ای چشم گریاں  
ابھی آشک مجھ کو بہانی بہت ہیں  
گماں تیری ابرو سی کم ہی وگر نہ  
کمی کیا ہی یوں کسا فی بہت ہیں  
مگر چشم و دہل اور جگر سب ہیں حاضر  
تو خاطر نشان رکھ نشانِ بہت ہیں  
کیشِ دل کی ہی کام کرتی ہی در نہ  
فسول سینکڑوں ہیں فرانی بہت ہیں  
جنوں نقد داغ جگر نا لگتا ہی نہ  
یہ کہہ دو کہ اب تو خرابی بہت ہیں

بہت کم ہی سچ اس زمانہ میں احساں

یہاں جھوٹ کی کارخانہ بہت ہیں





عشق ہی جسکو نہیں ہی ایسی ایمان نہیں	اپنی مذہب میں وہ کافر ہی مسلمان نہیں
چشم تر و رخ جگر کون ساسا مان نہیں	لہذا الحمد کہ اس میں کچھ ارمان نہیں
جان میں گرتو نہ آیا تو مری جان نہیں	آہ یہ روز اجل ہی جسراں نہیں
شب نہ فو کی طرف دیکھ کی کہتا تھا وہ شوخ	ایسا اپنی تو غلاموں کا گریبان نہیں
طالبِ لعل لب یار ہوں مطلب ہی یہی	آرزوی طلب چشمہ جو ان نہیں
چارہ ساز و فحی تبکیف نہ دو بہر خدا	میری پہلو میں مراد ہی یہ پیکان نہیں
عین حکمت ہی جو آنکھوں میں دیا سرمدی	چپ رہیں آپ کی غناک یہ امکان نہیں
تیغ ابرو کو تری دیکھ کی ہر دم ہوں نہ حال	دل ہی قبضی میں تری اور فحی اوسان نہیں
نیل کی کتری میں پریاں ہیں پرستان ہی	نیل گجرا ہی جو کہتی ہیں پرستان نہیں
نہ تسلی نہ تشفی ہی نہ نامہ نہ پیام نہ	میری جینی کامری جاں کوئی عنوان نہیں
گریہ شمع فی جوں شمع جلا یا محسوس نہ	شمع روئی ہی کہ وہ شمع شبستان نہیں

سخن حضرت احساں یہ عذسی کہو  
پھر اگر ناک چڑھای تو بچا کاں نہیں



تو بی نقاب ہی ای مد یہ ہیں شراب کی دُن کہ ناہتاب کی رایتیں ہیں آفتاب کی دُن

بلا حساب دی بڑی نہیں حساب کی دن  
عجب طرح سی پھری دیدہ پر آب کی دن  
لگی ہیں دن اسی کیوں کہ بھری شراب کی دن  
کہا تھا میں فی گئی میری اضطراب کی دن  
نہ آفتاب مرا آیا آفتاب کی دن  
کسی طرح سی فترتی نہیں عتاب کی دن  
اس آب و تاب سی کتنی بیچ و تاب کی دن  
خفا نہ ہو کہ چلی آتی ہیں خطاب کی دن  
بڑی عذاب سی کتنی ہیں یہ ثواب کی دن

جوان تو بھی ہی اپنی بھی ہیں شباب کی دن  
ہو اسفند تری انتظار میں آخر  
تری لبوں سی ہی روش عجب طرح کی ہیں مست  
قرار یہ تھا کہ اتوار کی دن آؤں گا  
ہوا و دھند الم آہ روز یک شنبہ  
وہ زلف مجھ پہ ہی بیوجہ رات دن بزم  
جگر سی شعلی بجھتی ہیں چشم سی آنسو  
نہ چاؤد شیخ جی آؤ قریب ہی ہولی  
پلائی می رمضان میں نہ محکوی ساقی

غدا بھر بھی دوزخ سی کم نہیں احساں  
الہی مجھ کو نہ دکھلایو عذاب کی دن



عیسٰی سی کہہ دو دخت رزی ہم یار نہ رکھتی ہیں  
خدا ہی ایک تسبیح میں سو دانہ رکھتی ہیں  
کہ نظروں میں کسی کی نگریں متانہ رکھتی ہیں  
یہاں ہم درود رکھتی ہیں شانہ رکھتی ہیں  
کہ یار داس سی کہی تجھ سی ہم یار نہ رکھتی ہیں

نہیں دُرتی کسی سی وضع بی باکانہ رکھتی ہیں  
یہ سودا ہی جو کہی زائد ال سودا نہ رکھتی ہیں  
نہ ہم جی سی غرض نہ خواہش بیما نہ رکھتی ہیں  
وہاں الجھای وہ زلفوں میں اپنی شانہ رکھتی ہیں  
اگرچہ یار ہی اپنا ولی یار نہ ایتنا ہی



خدا کہ ہی در دوازی پہ کیا در بان بچہ ہو  
 نہ حواریں پر ہیں غش عاشق اور نہ پریوں پر ہیں غش  
 وصال شمع ویاں آتش سوزندہ جاں ہی  
 جاسن بربخجی کی کس قدر کبھی بیاں سپج ہیں  
 اسی صورت کی اک دن آبی دل پر بڑا رکتی  
 لب گوراب تجھی ناصح مبارک ہو کہ عاشق تو  
 تاراجم فی شیشہ میں کیا ہی دختر رز کو  
 قصور ہی بتوں کا دل میں اور ناف سلفانی  
 مری پالیں پہ نہ کیوں ہی چایا کہد و گھر جائیں  
 ادھر میں کاو کاو نوک مرگالسی ہوں دیوتا  
 دعا دیوی نہ کیوں کر درج مجنوں ہسکوی لیلی  
 دندای جانہ برد و دشال یہ دوس آئی تھی اس کو سی  
 ہتھیلی پر ہی سراور پاؤں اس کو چہ میں ہی پاپنا  
 دعو ال پہ چاں جگر سی اپنی آغستای کہ ہم ہر دم

جو تم کو گھر سی آغست ہی تو ہم بھی خار تھی ہیں  
 وہ دیوانی ہیں ان کی جواہرین دیوانہ رکتی ہیں  
 گواہ صدق دعوی عاشقان پر و انہ رکتی ہیں  
 کردہ ہر لحظہ کو کر شانہ . . . رکتی ہیں  
 سبب یہ ہی کہ ہم بھی بچہ صددانہ رکتی ہیں  
 اب مشوق رکتی ہیں لب پیانہ رکتی ہیں  
 پری پر پڑھ کی افسوں اپنی پر و انہ رکتی ہیں  
 مسلمانوں میں اپنی ہم تنجا نہ رکتی ہیں  
 کہ یہ خانہ خواب اپنا ہی آخر خانہ رکتی ہیں  
 ادھر یہ گاؤں گاؤں مردم فرزانہ رکتی ہیں  
 کہ اک مدت سی ہم آبادیہ ویرانہ رکتی ہیں  
 کہ ہلکے بھی جگہ دیں کاش جو کاش نہ رکتی ہیں  
 خریدار محبت باعد میں بیع نہ رکتی ہیں  
 خیال بیچ تاب طسره جانانہ رکتی ہیں

دعا احساں کی ہر دم ای عیس ای مقصوب یہ ہی  
 خدا ان کو رکھی جو حرمت میخ نہ رکتی ہیں

خدا ہی مالک جاں ہی یہاں وہاں تم کون  
جو میری قتل پہ باندھی کر ہی لاؤ تیش  
دل اور میں تیری کوچہ میں شب گئی تو سہی  
دل اپنا آپ دیا میں فی ناصحا اسکو  
کہا جو میں فی نہ اہل زمین کو دی اگر دشمن  
طفیل ناصب عالم محمد ایزد بخش  
خدا کی واسطی سوچو تو ای بستان تم کون  
میں کون ہوں جو کہوں نکو ای میاں تم کون  
پکارا دوسری ہی ہسکو پاسبان تم کون  
جو میری نہ کی دھو منہ پہ ہر باں تم کون  
یہ سن کی جھکو لگا کہنی آسمان تم کون  
نہ کہ سکی بی ہرگز فرشتہ خاں تم کون  
عجبت یہہ فکر ہی انسان کہ یوں ہو دل کیوں ہو  
خدا ہی مالک عالم خدا یگانہ تم کون ہو



دل بہر کے نہ ایک دم کرا ہوں  
وہ سوئی ہیں آنکھو چھینے تار ہوں  
دو بوسہ نہ دو جواب جھکو  
اللہ بستان ہند ہے  
ہوں دشنہ غم سے پارہ پارہ  
کہہ واسطی جھوٹ بدلوں زارہ  
آؤ خیر زور کا خصیم تو ہے  
میں نصرت جگر پر شستہ جاں ہوں  
نیاں دو چشم سرمہ سنا ہوں  
ہوں ہوں پہ کیسیکی میں نوا ہوں  
دو بوسہ پہ دیکھو بیچتا ہوں  
اللہ اللہ کہہ رکھا ہوں  
سیماب نمط تراب رکھا ہوں  
میں بھی رندوں میں پار ہوں  
میں ایسے پری کا آشنا ہوں  
میں بستہ دل دشنہ پائ ہوں



پانی کی بلوں بلوں ہی قاتل ؛ آب دم تیغ سی جدا ہوں  
 کس سے کہوں واردات اپنی ؛ میں دلہ و دشتِ کربلا ہوں  
 دریائی الم میں کیوں نہ در بلوں ؛ بیگانہ دشمن سی آشنا ہوں  
 منت آپ کی اور میری منت اور ؛ منت بلوںی مجھی میں خفا ہوں  
 وہاں نامہ وہ میرا پڑہ کی روئیے ؛ یہاں نام پہ آن کی میں فدا ہوں  
 وہ مجھ سی سوا تڑپ رہی ہیں ؛ میں آن سے سوا تڑپ رہا ہوں  
 دم بہر گھری نیکل کے بیٹھو ؛ ہو جاؤ کھڑی کھڑی کھڑا ہوں  
 دم بہر کر ہی میری زندگانے ؛ یعنی پانی کا تلبلا ہوں  
 الہ اللہ شان تیری ؛ قربان جناب کبریا ہوں  
 بنی پردہ ہی اور سب سی پردہ ؛ اوسے پردہ نشیں پہ مبتلا ہوں  
 ای غزری وری نہ آنا ؛ اولم پڑی پر آسنا ہوں

إحسان عذا کہ دل سی احساں  
 قرباں شہید کربلا ہوں



ہم آجاتی ہیں چچی کہ وہ جب آرام کرتی ہیں وہ  
 چھپائیں چھپاتاں آنکھیں دیکھا کہ منہ سی وہ کستیں جو ہم ذکر انار و بستہ دیا دام کرتی ہیں  
 سر کرتی ہیں وہ ہر مجلس سے میری پاس سی یہاں تک کہ خواہ بدنام ہوتے ہیں ہمیں بدنام کرتی ہیں

شکم پر در قیامت کو نہ بچائیں تو میں چلوں  
 خواب حج اکبر ہسکو حاصل ہوگا ایسا  
 وہاں زلفوں کو تیری ربطہ ہی ہر صبح شامی  
 غم فریاد میں خسر دکائی بی نام بشیرین  
 جہاد لگی شمع رخ کی گریباں باندھوں تو کتنی  
 فدائی حلقہ ہائی چشمِ عدباں ہوں کو ایسا  
 غار شام سی تاصبح پیتی ہیں جی گنگوٹ  
 یہاں سماء فرقت فی ہمیں یوں مار ڈالا  
 کہ دُرخ کی لئی جنت کو یہاں نیلام کرتی ہیں  
 بدل ایک جام سی ہم جامہ احرام کرتی ہیں  
 یہاں ہم فکر ارہ ہر سحر ہر شام کرتی ہیں  
 نہ ماتم بلک سنگ بستون کھرام کرتی ہیں  
 درری آکر پر پروانہ وہ انعام کرتی ہیں  
 بیک گردش علاج گردشِ ایام کرتی ہیں  
 قنبر غم یوں سحر ندانی در آٹا کرتی ہیں  
 وہاں وہ کہوں کر زلفیں ابھی آرام کرتی ہیں

سلیقہ پر ہوں میں غش حضرت احسان کے ایام  
 عدا جانی وہ کیونکر ان بتوں کو رام کرتی ہیں



وہ قدہ دکھا کے نخوت عرصہ کو توڑ دوں  
 کیوں تارگریہ دل مضطر کو توڑ دوں  
 زور فغاں سی قلعہ اورد کو توڑ دوں  
 ضرب حیدر سی وہ مہجی نعرہ یاد ہے  
 تخیل شہر ترجمہ لازم ہی کیسطرح  
 قمری کا اور رخ چین کا نہ توڑ دوں دل  
 سرِ دہل کا غرہ شاخ صنوبر کو توڑ دوں  
 گوہر توڑ دوں رشتہ گوہر کو توڑ دوں  
 ملک فلک سی بگنہ بی در کو توڑ دوں  
 حیدر کہوں تو کد اژدر کو توڑ دوں  
 ملک و خوشی آبِ سخور کو توڑ دوں  
 کیوں شاخ سرِ دیوں گل اح کو توڑ دوں



گر ذکرِ بحرِ رحمت حقِ حشر میں کروں  
 از بہرِ تشنگانِ قیامت بہرِ طرف  
 بجا دوئی عشقِ زہرِ جبیناں سی وین ہی  
 گردوں دہوں سی پہ پہوں مانندِ محسب  
 مینا کو تو نہ توڑ نہ ساغر کو توڑ دہوں  
 گہرِ گہر کو میں بگاڑ دہوں درد کو توڑ دہوں  
 دہوں بہتی ہی پہ کی تیری گہر کو توڑ دہوں  
 توڑی اگر نہ بتِ سربِ گر کو توڑ دہوں  
 ایسا ہو کہ شیشہ و ساغر کو توڑ دہوں  
 میں کیونکہ صومِ خاقی اکبر کو توڑ دہوں  
 میں کی طرح سے بالی کو توڑ دہوں  
 دل میں ہی ابکی ایسی غلِ گرم میں لکھوں  
 پتھر کا دل جو آدہ سکا ہو پتھر کو توڑ دہوں



میں کی طرح سی خاطرِ دلبر کو توڑ دہوں  
 وہ آگ اور وہ آب ہوں پتھر کو توڑ دہوں  
 ہی مجھ کو پاسِ عشقِ دگر یہ بوقتِ ذبح  
 بڑ کر ہی آگ دیکھی بجاتے نہیں ہے چشم

اب ہر طرف سے میں تھک عبث کو توڑ دوں  
 سر پہیوں اس طرح سے کہ منبر کو توڑ دوں  
 گر تو نہ توڑی مجھ سے تو شکر کو توڑ دوں  
 سر پہیے تکبر عرصہ کو توڑ دوں  
 یوں جنہیں تھا غرور شکر کو توڑ دوں  
 اچھا تو بالکسی میں جہاں کو توڑ دوں  
 حیران ہوں کیونکہ سد سکندر کو توڑ دوں  
 یک زلزلہ سے لوح و حجر کو توڑ دوں  
 لغز جہنمی دل کا فر کو توڑ دوں  
 اس توڑ پر تو خاک دوں پھر کو توڑ دوں  
 میں وہ ہوں جو غرور سخن کو توڑ دوں  
 دہن دی نشانیاں تھی زلیلہ کو توڑ دوں

لازم ہی باغبان کہ بی نذر چشم یار  
 مسجد میں یاد آوری جو نام خدا وہ بہت  
 آئی دی فوج درد و غم و یاس کو دلا  
 گر سرسری سے آہ بھی کھینچوں تو سر بسر  
 قہقہہ پالکی میں مجھ سے کہا مانگ کچھ فقیر  
 میں فی کہا کہ بسر ہسکی یہ کہا  
 دیوار آئینہ ہی میرے اور کی دریاں  
 گرد و لوی سی ہجر کے ترپوں مزار میں  
 وہ ہوں سنگ در اسد اللہ دفعت  
 کہتی ہو غیر غیر نہیں پہوں توڑ دی  
 احال یہ مجھے اوسے بت عیارنی  
 گر اس زمین میں باندہ ہی جواہر کا قافیہ

یعنی دیا جواب کہ اس قول میں ہی کسر

ہی یہ غلط کہ سنگ جواہر کو توڑ دوں



دل دہی جنہیں نہیں وہ دلہ رادر ہیں  
 ہیر تو ہیرا ہی راجھا رنگ مرزاور ہیں

لاکھ دل دیتی جو ہوتے ہم دلا درادر ہیں  
 سخت دل ہی گر نہیں اور کی برابرادر ہیں



بہائی یہاں انخوان یوسف سی تو اکثر اور ہیں  
 ہنگو خصلت جسکی بہائی وہ برادر اور ہیں  
 نوکر عشق و جنوں جو ہیں گریباں چاک ہیں  
 جو جگر کو چاک رکھتی ہیں وہ چاکر اور ہیں  
 بردسی اشاری کل کئی اور یہ کہا  
 جو کہ یہ انداز سمجھیں وہ سخنر اور ہیں  
 یہ بھانز عشق وہ ہی ناخدا جسکا خدا ق  
 جو قدم رکھتی ہیں اس میں وہ دلاور اور ہیں  
 یاد بان ہفت آسان جسکی ہیں لنگر کوہ فنا  
 باد بان اوسکی جدا ہیں اوسکی سنگر اور ہیں  
 مرد احمد باش یعنی ہو مطیع مصطفیٰ  
 معتقد اونکا ہی رہ جتنی اور ہیں  
 رتبہ حیدر کو اصحاب ثلاثہ سی تو بید چہر ق  
 بر سر دعویٰ باطل در نہ گیر اور ہیں  
 جسکی بویکو دگر عثمان سدا ہیں مدح خواں  
 اس سوا وصف جناب پاک حیدر اور ہیں  
 بند کر آنکھیں نہ پی غصہ بجا و آ غظ  
 میں تو پی لوں غم میں باقی یکہ و صفا اور ہیں  
 کس طرح سی میں جیوں کیا کیا نگہ اونکا کر دل  
 کاشی میرا گلا پیر پیر کی گہر اور ہیں  
 روم پر کس نے ظفر پائی بغیر از جد شاہ ق  
 ملک بخشے کے سوا احان دیگر اور ہیں  
 کیا تعجب گر کہیں سب شہ بہادر شاہ کو  
 ہم غلام کرتے ہیں اور نوکر اور ہیں  
 یک زمین گور کا ہی گزستہ خطر انہیں  
 آسمان سے سات دشمن اپنی سر پر اور ہیں

حکم ہو تو غنقر سی پیر غرں احاطا پڑھ

ایکدوا شعرا اوس میں سے بہتر اور ہیں



آج کچھ بارہ دری میں آپ شہزاد اور ہیں کل کر جتوں اور تہی اور آج تیر اور ہیں

محتسب قاضی عیسیٰ مجھ پر نہایت غضب  
 جام می مینی پیا جائے سی باہر اور ہیں  
 میں تہاری پاس آؤں تم کہو جا اور پاس  
 اپنی قسمت اور میں اپنی مقدر لغز ہیں  
 منہ سے بی تی وہ الف قد کہوں پراو کا سوا ق  
 قاعدے میرے تالی کی مقدر اور ہیں  
 بندہ پرورد جب کہوں جزبہ ہو غصے یہ کہی  
 ہمتو بندہ کش ہیں چلیں بندہ پرورد اور ہیں  
 گوٹ کا سر پر کو پتہ پاس غیرت کچھ نہیں  
 آپ خوشی ہیں کھیلی آپ میں چوہر اور ہیں  
 اشک آنکھوں میں ہماری ہیں نظر بندا تک  
 مت دہر و طر فان اون پر طفل ابراور ہیں  
 چار پائی سی ہی عاشق کب گیار ہر جہیں  
 اوی سی گہراک ایسی خوشی خوشی نغی نغور ہیں  
 میں الگ کیونکہ نہیں شیریں فی آخو کو کھا ق  
 مختلط تجھ سی سان لشکر اور ہیں  
 نہ جواب او کی کہا خسروئی تو ہی جوئی  
 میں ہوں ایک دریائے عزم تجھ میں جوہر اور ہیں  
 نامہ میرا جو کبوتر لی گیا پر قینچہ سے ق  
 نیلی نیلی چسکی سے مجھ پر اور ہیں  
 دیکھ کر جھکو کہا گر یہ کبوتر خانہ ہے  
 کاہلی کم بھر نی شیرازی اکثر اور ہیں  
 اتنی میں کہاں رقیب رو سیہ مینی کہا  
 جسکو گرا لگ گیا ہی وہ کبوتر اور ہیں  
 خاک میں غلطاں ہی جنوں ہی سرفراز و رنگ  
 عشق میں احسانی خواہ خاک پتھر اور ہیں



اگرچہ میں نقلاں سی بند ایک عالم کی کوتاہی  
 تیری خاطر ہی جھکو ای اجل بس آج منتاہوں  
 اندھیرا چھا گیا آنکھوں میں جیسی تو گیا یہاں سی  
 کوئی آنکھوں سی رو دی اور میں آنکھوں منتاہوں



میری درد دل سی آسوائی چشم یار میں      آبداری مجھ سی ہے تیغِ بنگاہ یار میں  
 بار گل آنکھوں پہ رکھ کر تیرا میں کیا وعدا      میں فی موتی ہیں پروی موتیا کی ہار میں  
 دیکھ کر شرکاء و ابرود کلاہ یار کو      کہل جی سی پڑ گئی ہر کوچہ و بازار میں  
 ہستی ہیں تیریکسرخو ہیں بخود پڑی      گوشہ پکڑا ہی کہاں فی دم نہیں تلوار میں

ہم شبِ گرہی ہی کام احسان      گریہ سا گریہ ہی محبت میں  
 صبحِ آشکوں سی مہنہ کو دہوتا ہوں      رونا دہونا ہی میری قسمت میں

یاد احسان شاہ عالم اشک سی      دل احسان کباب کرتا ہوں  
 گڑیوں گریہ ہی دہریوں دانہ اشک      پہرہوں ہی اضطراب کرتا ہوں  
 ہر موسم و مستان میں      آفتاب آفتاب کرتا ہوں

میں جو عزتِ طلب اوس بزم میں آجاتا ہوں      پشت جو میرے طرف پہری چلا جاتا ہوں

تو کہہ گر وہ پکاری مجھ کو      تیری جبر کہنی اسی ایجان ہوا جاتا ہوں  
 راہ میں رہ رہ کی یہ ہی افسوس      ہر ماں تم تو چلی میں ہی رہا جاتا ہوں  
 بہتی یہ آؤں تو سبوی جاؤں      گر عیس منع کری اس کا لہو بیجاؤں  
 تم سے جا آہمکنار ہو ویں      دو آنکھیں چار تو ہیں دو دل بھی چار ہوں  
 تیری رستی میں عدم کی      موند کر آنکھ سبھی یار چلی جاتے ہیں  
 اسکی سوایا نہیں      تاب تسلیم نہیں قوت تنظیم نہیں  
 انہ نہیں کچھ اسمیں سیکاسچ      سچی خانہ کو سوچا تو وہاں سچ سچ ہی کہتی ہیں

ہاتھ دھو کے بیٹھے ہیں      خلیق ہے کہ پرے بیٹھے ہیں  
 عین تو ہواے ناصح      ہم نہیں روٹھتے ارے بیٹھے ہیں  
 ت سے ہم اے خانہ خراب      گھر کے ہوتے نگہری بیٹھے ہیں  
 نہ ڈرے عشق سے یار      تو نہ ڈر ہم تو ڈرے بیٹھے ہیں  
 لہ دبا بیٹھے یار      پاس الفت سے پرے بیٹھے ہیں  
 لہی کا دیوانہ ہوں      یاں تو پریوں کے پرے بیٹھے ہیں  
 رنگ سبز آنکھوں میں آنوا احسان  
 ہم ہرے اور بھرے بیٹھے ہیں



ہیں اسی وصف کے غم میں نعرہ زن کیوں اپنی نخلوں  
 کہاں باغ جناں ہم بے نصیبیاں مول لیتے ہیں  
 خدا محض نظر رکھے ان بتوں سے اسے سلطان  
 شہید عشق ہم میں کیا کفن درکار ہے ہم کو  
 اگر بوسہ نہ دو تم نقد دل لیکر تعجب ہے  
 جنہوں کو خیم بدلتا ہے عوض کبیر اعظم کے  
 غبار کلفت دست جنوں بازار دشت میں  
 یہ دیباے فلک نہ مہیا اگرچہ ہو تو ہو سیکن  
 بلا کر محکوم در دہر عزیزاں مول لیتے ہیں  
 کہ نقد عمر دیکر جنس عصیاں مول لیتے ہیں  
 وہ بے ایمان یہ ہیں جو کہ ایماں مول لیتے ہیں  
 جو ناداں ہیں کفن بہر شہیدان مول لیتے ہیں  
 نہیں ہم مفت لیتے لے سری جلاں مول لیتے ہیں  
 غبار خاک کوے شاہ جیلاں مول لیتے ہیں  
 گراں ہم بیچتے ہیں اور ارزاں مول لیتے ہیں  
 نہیں ہم مفت لینے کے مگر ہاں مول لیتے ہیں

غزل چو تہی سخی میری تو بولے وہ یہ خوش ہو کر

اگر بیچے کوئی دیوان احساں مول لیتے ہیں

بنائے قصر عمر اپنی ڈھے جاتی ہے یہاں ہم  
 بہار آتی خریدی مہینے ہے پوشاک تو روزی  
 ہمیں اس بوستان دہر میں ایک نام خم بس ہے  
 کسی کے لعل لب پر لعل ہیں ہم کیا تصدق میں  
 ہمارے لعل تخت دل نہ لیوے گا وہ یا قسمت  
 اگرچہ دل جگر اپنا پاس پر بھی نہیں ظاہر  
 نگہ دزدیدہ اسکی لئے ہیں نقد جاں کو دیکر  
 قصور عقل سے ہم قصر وایاں مول لیتے ہیں  
 جنوں سے ہم لمبی اب چاک گریباں مل لیتے ہیں  
 یہ پاس خاطر بلبل گلستاں مول لیتے ہیں  
 اگر شاہ بدخشاں دے بدخشاں مول لیتے ہیں  
 یہ مر جانے کی باتیں ہیں وہ مرجاں مول لیتے ہیں  
 ہم اس پردہ نشیں کا عشق خنساں مل لیتے ہیں  
 کہ جیسے جنس دزدی لوگ ارزاں مول لیتے ہیں

جگر کو دل کو مردہ دے تو اے بیک ابل جا کر

کہ بہر سینہ احساں وہ پیکاں مول لیتے ہیں

ہم تو منہ پر یہ کہیں گے تم بھی ایک قصاب ہو  
 گر کہیں غرض سمور و قاتم و سنجاب ہو  
 خاکساری اپنی وہ ہے جس سے آتش آب ہو  
 جب بہت سے بخت جاگیں پاس تب کھو جائے  
 کاش کے ہم کو عوض کخواب کی گنجواب ہو  
 پانی پانی دیکھ کر اس کو وہیں گرداب ہو  
 دل کو اے آہ جگر تاب آہ کیونکر تاب ہو  
 جب زباں اپنی نکالی بام سے میزاب ہو  
 اے طیبو کیا مفید اس وقت میں غلاب ہو  
 تجھے پیش نظر ہر سطر اسطرلاب ہو  
 رتم و افراسیاب و بیشن و مہراب ہو  
 بے سرو بے مبر و بے جان یہ خود و یخواب ہو  
 جب چھری پھیری غریبوں پر تو کیا نواب ہو  
 ہم بچتے شتم ہیں سن رکھو تم اے ستمخوا  
 ہم ہوا خواہوں یہ کب گرم غضب ہو شعلہ خو  
 اہل غفلت حسرت و افسوس سے کہتے ہیں یہ  
 جو دل بیدار رکھتے ہیں دعا ان کی ہے یہ  
 ناف کھل جاوے تری لیاں گراے بحر حسن  
 تابہ سوزاں غم پر تا بیک مدت رہا  
 شدتِ گرمی سے گرم دم نہ توئیں کیا کریں  
 ختم ہونے پر ہوں میں اب تم گلِ خطلی کھو  
 بات جو لکھی ہے پیشانی میں پیش آتی ہے وہ  
 میں یہ کہتا ہوں نہیں تجھ کو رہ الفتیں تو  
 بیدل و بیتاب و بے آرام و بیخود و بے خبر

گوہر بے آب احساں یہ تری اشعار ہیں  
 ایک غزل پڑھو اور جس میں کچھ تو آبِ تاب ہو

اس قدر رو چٹم گریاں تا مرے گرداب ہو  
 طالع خوابیدہ اب تو جاگ سونے دے مجھے  
 حباب آسا گریاں حلقہ گرداب ہو  
 خوبرو شاید کہ مجھ سے خواب میں ہم خوب ہو  
 اختلاطِ عشق جاں سوز بتاں میں کس طرح  
 حباب آسا گریاں حلقہ گرداب ہو  
 خوبرو شاید کہ مجھ سے خواب میں ہم خوب ہو  
 اختلاطِ عشق جاں سوز بتاں میں کس طرح



غارِ غارِ غم سے یارِ جاؤں میں ایک دن کہیں  
 تو اگر مسجد میں آوے اے غم نام خدا  
 چاندنی میں چاند سا کھڑا جو کھل جائے ترا  
 تاب کس کو ہے جو پھر ہر تقابل آسکے  
 خاک کو میں چاٹ کر کہتا ہوں اے باگوں  
 کیا نمود خط سے خطرہ کیوں کندر تو ہوا  
 التیام زخمِ دل سے ہے درِ بہبود بند  
 چشمِ دل جانِ جگر میں سحرِ الفت ہیں یہ پانچ  
 صد ہزار افسوس ہے یا بختِ آفتوں پہر

بزم وہ برہم نہ ہوتا حشرِ احساں جس جگہ

بحثِ زلف پریشاں فصیحِ اجاب ہو

پٹا ہے روگِ کفر کا یاربِ زمین کو  
 ہم ہیں وہ عشقِ پیشہ کہ رویا ہی کھئے  
 گر اس طرح سے خاکِ بسر ہم رہے مدام  
 گرچہ جواں ہوں ایک وہ ہوں پیرِ عاشق  
 کہتی ہے دستِ لب تہ مجھے آکے روحِ قیس  
 چھوڑ دیا خیالِ زلفِ تان تم نہ شیخِ جی  
 پوچھے تھا کون کل ہی کو بھٹکتی قیس کھصیاں  
 بھیج اب زمین یہ عیسیٰ گردِ دلِ نشین کو  
 رویا میں بھی جو دیکھئے روئے حسین کو  
 پہنچا ہی آسمان پہ جانوں زمین کو  
 ہے عشقِ میرے اس دلِ محنتِ قرین کو  
 کیا حکم ہے مریدِ عقیدتِ گزین کو  
 یکبار دونہ ہاتھ سے جسلِ المتین کو  
 اب تیرے لب سے شانِ ہوی انگین کو

یہ آہ جو ملک سے گذرتی تھی جان من  
 کیا تو نے اس پہ سحر کیا دل تو یکطرف  
 یہ آہ جس سے ڈر ہے کہیں وہیں کو  
 کرتی نہیں اثر تری کرتی ہمیں کو  
 اک مطلع بند سے احساں یہ جی میں ہے  
 پہنچا دوں آسماں پہ میں اس زمین کو

دکھلا دو نقش پائے رسول امین کو  
 لے آہ دل جو جاوے تو عرش بریں کو  
 تماشق سجدہ ہو مرے لوح جبین کو  
 بل بے شرار اشک کی گرمی کہ اب تلک  
 کھینچو سلام مصلیٰ گردوں نشین کو  
 مقامیں کمین بوسہ میں بولے اسی لئے  
 اک آگ لگ رہی ہے مری آئین کو  
 اشرف منہ لگاتے نہیں ہیں کمین کو  
 پھر تم بہت ہو پھیرتے اس گمترین کو  
 جب میں ہنوں گا آپ سے رو بہ کجے گلہ  
 لغت ہی بھیجے کما یزید لعین کو  
 دیکھو ہوں گر الف کو تو لے دل ہزار بار  
 کرتا ہوں یاد تیری قد و لہن کو  
 جب سین پڑھ کے دیکھوں ہوں دندان سین کو  
 آوے نظر جو لام تو آوے خیال زلف  
 یہاں تک کہ پہنچتا ہوں یم واپسین کو  
 کرتا ہوں تیری الفت دندان میں سین سین

تبدیل بحر سے وہ غزل پڑھ باب و تاب

احساں خوشی ہو جس سے دل سامعین کو

خط بندگی دوں جو اس مصمم دین کو  
 خطا ہی کروں کیا یہ خط جبیں کو  
 تصور سے گھر بیٹھی ہم جو متی ہیں  
 تری آستان کو تری آسین کو  
 پس ناقد آتما ہے اک شخص گریاں  
 یہ مجمل سا کہ و کچھ محمل نشین کو  
 ہمارا جگر اس نہیں نے جلا یا  
 الہی لگی آگ تیری نہیں کو



تزلزل میں سکان چسرخ بریں کو  
 کہاں زہرہ دیکھوں جو زہرہ جہیں کو  
 ڈوبوتا ہے آخر غرور آدمی کو  
 جو دیکھوں تسلی ہو جانِ حسریں کو  
 یہ بے پردہ کہہ دیجو پردہ نشیں کو  
 مری جان دھو ڈال روئے زیں کو  
 گیا دل کہیں کو گئی جاں کہیں کو  
 سدا جس سے دہشت ہے خرخر بریں کو  
 کہے تو ہلا دوں زمان وزیں کو  
 دل مضطرب جاں اندوہگیں کو  
 لئے جگو جاتا ہے کھینچی وہیں کو  
 خبر دی کسی نے جو اس ناز نہیں کو  
 بہم جمع کر اپنے دستِ حبس کو  
 یہ بولے پکڑ کر مری آستین کو  
 اگر پھر تو رووے تو رووے ہیں کو

تخل بس اے ناز کب تک رکھیں ہم  
 بظاہر مری زہری اب دوا ہے  
 سنا ہوگا احوالِ فرعون تم نے  
 وہ چھپتی ٹیٹو جوں جوں غلقِ دل میں ظہر  
 نگر پردہ ہے اس میں ہے پردہ پوشی  
 ہوئی صبح پس روکے اے چشمِ گریاں  
 تری جانتے ہی تفرقہ پڑ گیا یاں  
 ترے ناتواں کے وہ نالے ہیں ظالم  
 اگرچہ نہیں مجھ میں ہلنے کی طاقت  
 تری شامت اے شامِ بھراں کچھیرا  
 وہ کچھتا ہے لیکن کروں کیا کہہ دل  
 نہ کھانے کے اور روزِ دویکے میری  
 ہوئی دل میں اپنے پریشاں نہایت  
 یہ سوچے پکڑ ہو نہ محشر میں مجھ کو  
 اگر اب نہ کھاوے تو تو ہکو کھاوے

تجھے دیکھ کہتا ہوں اے جانِ اسٹل

ہزار آفریں میری جانِ آفریں کو

دو بھی بوسے مجھے اک ماہ میں اے ماہِ دُ  
 وضع یہ کیا ہے کہ نوکر رکھو تخواہِ ندو  
 خوش ادا اور تو کیا تم سے توقعِ انوس  
 اک گالی بھی تجھے آن کے نم آہ نہ دو

بے مزہ ہو کے جو بوسے بھی دئے کیا ہے نرا  
 یاد چشم بت مغرور دلائی ہے مجھے  
 ایک نجلت سی ہے نجلت مجھے عشاق تیرا  
 ایک بھی بوسہ نہ کہو پھر ناز سے تم  
 دو تو اک راہ محبت سے پاک راہ نہ دو  
 دوستو تم گل زر گس مجھے للہ نہ دو  
 کہ سرا انجام ہوئی نالہ دل خواہ نہ دو  
 ہم تو اک بوسہ تجھی دیو نیکی اے داہ نہ دو

در کیا بند تو دیوار سی آیا احساں

ایسی بنی راہ کو گھرا پی میں تم راہ نہ دو

گرنے ہوا تھی زبان شمع کو تعذیر نہ ہو  
 جان کر جاں کو میں نی ہی کیا تجھ پہ نشانہ  
 جو نہ قائل ہو ترا اور ہو تجھ سی منکر  
 آہ اس آہ کی ہاتھوں سی ہوں میں نالہ کنان  
 تیری گردن پہ مری دل کا مری جاں ہی خون  
 یہ مقرر کہ تجھی خاطر افیاد ہی یار  
 تیری حیرت زدہ کو تیندہ آوی ہرگز  
 مجھ سے برگشتہ ہوا آہ وہ برگشتہ  
 سر بھی شرمی رہی گلگیر گلگیر نہ ہو  
 نہ مری جان مری واسطی دلگیر نہ ہو  
 دین و دنیا میں الہی اسی توقیر نہ ہو  
 آہ کیا کیجئے گر آہ میں تاشیر نہ ہو  
 نہیں ممکن کہ گلی میں تری زنجیر نہ ہو  
 پر مری روبرو اس طرح کی توقیر نہ ہو  
 جب تلک سینہ سی چپاں تیری تصویر نہ ہو  
 ایسی برگشتہ کسی شخص کی تقدیر نہ ہو

نالہ وعد سی گھبرا کی یہ شب کو بولا

کہیں احساں کا یہ نالہ شب گیر نہ ہو

ہو کی شاگرد دکھا خط میں ہی بھائی مجھ کو  
 ہاں چلون سی جھلک کیا ہی دکھائی مجھ کو  
 کھول تو کان کہہ رکھے چونچ بنا  
 تیس گتاخ کی یہ بات نہ بھائی مجھ کو  
 آگ اس دست حنائی نی نگائی مجھ کو  
 خوش نہیں آتی ہی یہ ہرزہ سرئی مجھ کو



ہاتھ دھو رکھو تم اے اہل جنوں مجھ کی کلاب  
 بال پھر کھولی ہیں اس بت فی خدا خیر کرے  
 یہ جدا جان کو ہر روز کا اک روگ لگا  
 سا سر اگر جاویں سر ہونے کہوں سوس کا  
 اس کو کہتا ہوں کہ دی بوسہ ہی غفلت شعور  
 اہل آفات محبت تھی فقط دید بتاں  
 درسی اس بت کی نہ سر کو نگاہیں آگ دھما  
 درہ التاج شہاں نخر زماں ایزد بخش  
 جس گھڑی ہو دی گہر ریز ترادست کرم  
 ہی یہی دولت عظمیٰ کہ سدا رہی نصیب  
 نہیں ہی ہات سر آبد پانی مجھ کو  
 ایک اندھیر سا دیتا ہی دکھائی مجھ کو  
 پھر نظر آئی وہی شام جدائی مجھ کو  
 اپنی سر کی ہی قسم اس فی دلائی مجھ کو  
 نام سی دینی کی جودی نہ رکھائی مجھ کو  
 میری آنکھوں بی بیہ املا نہ پھٹائی مجھ کو  
 اس میں گو کچھ ہی کہی ساری خدائی مجھ کو  
 فخری فخر تری مدح سدا ہی مجھ کو  
 ہاتھ پھیلا کی کہی حاتم طائی مجھ کو  
 در دولت کی تری تا صبیحائی مجھ کو

غزل تازہ کہی مرہم ناسور کہن  
 اور اس طرح کی احسان فی سنائی مجھ کو

خواب میں کس فی صورت تھی دکھائی مجھ کو  
 کسی آواز کی سننی کو نہیں جی اپنا  
 میں سمجھتا ہی نہیں مئی بھی ہی کچھ شیشی  
 ہم دموا فاتحہ خیسر مری پڑ رکھو  
 صرف اوقات کروں صرف میں تیا تھ پہر  
 ہی اسی نحو سی جو آب سرشک تش دل  
 صورت و صوت ورہ غاۃ کجھو تو فی صنم  
 کسی صورت سی چہر نہیں نہ آئی مجھ کو  
 اپنی آواز یہ کس فی تھی سنائی مجھ کو  
 مئی یہ کس کی لبسیگوں فی پلائی مجھ کو  
 عشق فی سورہ اخلاص پڑھائی مجھ کو  
 چوہ عشق سی جب ہو دی رہائی مجھ کو  
 خاک پھر یاد رہی صرف ہوائی مجھ کو  
 نہ دکھائی نہ سنائی نہ بتائی مجھ کو

گر ہی تیری رسانی ہی بس ای آہ رسا  
 سر الم عشق سی اگی ہی نہ تھا چین بھی  
 فی سبب دن کو نہیں اوڑھ کی دہ رشک  
 سب کو تارو کی چھلکتی ہی دہ آویگا غرض  
 دل بیمار تو جی میں ہی مردوں تیری حضور  
 مات سی کہتی ہیں برہم ہیں وہ زلفیں مجھ  
 اس خرابات میں ای بادہ کشان ہو فیض  
 آج تک کل سی نہ ایک دم تھی بھی کل احساں  
 وہ کلائی نظر آئی تو کل آئی مجھ کو

سر بسر چاک ہو اسی تیر ہی میرا اب تو  
 کوئی جاتا ہوں تو ہر چند کہی جا اب تو  
 چشم تر سوز جگر آہ سحر ناز شب  
 دیکھ بھلی کو تری کان میں ای رشک قمر  
 دل عشاق کو دکھائی رکھی ہی ہر شب  
 تو ہی اس سحر محبت میں ہی ای عشق رفیق  
 دیکھ کر شکل کو ناصح کی یہ ہر اک بولا  
 تیری بیمار کو ممکن نہیں تو بھی ہوشغا  
 ابر بھی جس کی خجالت سی ہی پانی پانی

یہ تو حالت تری اس چپ سی ہی بچی احساں  
 کیا گذرتی ہی تری دل پہ تو بستا اب تو



مری جان ای مری جان مت نکالو  
 نہیں کی سوا منہ سی ہاں مت نکالو  
 متیں دل سی ایسی بتاں مت نکالو  
 مجھی شہر سی ہسریاں مت نکالو  
 مری سینہ سی وہ سناں مت نکالو  
 جگر سی مری تم دھواں مت نکالو  
 بان سک اپنی زبان مت نکالو  
 جٹ شاخ شانی یہ ہاں مت نکالو  
 مری روبرو ناگہاں مت نکالو  
 مجھی میکدہ سی مغان مت نکالو

بس اب ذکر جانے کا یہاں مت نکالو  
 نہیں تو نہیں ہاں تمہیں بھی قسم ہی  
 خدا سی ڈرو جینی دو ظلم چھوڑو  
 اشاروں کا یہ وقت ای ماہر و ہی  
 یس سن کی جی سن سنا ہی سن تو  
 لگاؤ قلبان کو منہ سی ہسردم  
 مری گرمی آہ سی ناصحاں تم  
 نہیں کیا دل چاک شانی کی قابل  
 مجھی مار ڈالو پر اس زلف کا ذکر  
 نکالو مری جان تن سی و لیکن

پھر آخر وہ شاعر ہی احساں کی خن ہیں

زباں سی زبوں مفسداں مت نکالو

کہ میری زیست کی ای جان من سبب تم ہو  
 نہ میں کہوں ہوں کہ شہور تا طلب تم ہو  
 سبب ہی ہی کہ رنجیدہ بی سبب تم ہو  
 کہ ہر بان شہ آفاق مجھ پہ اب تم ہو  
 شہنشاہ مجم خسرو عرب تم ہو  
 کہ مری روبرو آنکھوں کی روز و شب تم ہو  
 یہ عاشقوں کی کہا دفع یہاں سی سب تم ہو  
 کوئی نہیں ہی گمراہی بی ادب تم ہو  
 زیادہ تو بھی کہوں گا کہ اک وجہ تم ہو

جیوں میں کیوں کہ خفا مجھ سی آہ جیت تم ہو  
 اگرچہ آئینہ رو ہو پہ سنگدل بھی ہو صاف  
 نہ بی سبب ہی یہ رو تا سبب کہوں کیوں  
 نہ جوں گمان ہی کشاکش کا سہم پی در پی  
 تمہاری نام کے قسربان یا رسول اللہ  
 اگرچہ دور ہو نزدیک بھی ہو یوں گویا  
 سنا جو نالہ کہیں گھر سی آن کر باہر.....  
 کہا جو میں نے خطا کس کی ہی تو کہنی لگا  
 ہزار باغیں کھینچی ہیں سز و سربفلک

بصلا میں نزع میں ہوں یا کجاں بیتیم

گردم ہی نکل جای تو اس دکھ سی بھلا ہو  
انسان کا گزر کوچی میں اس شوخی کیا ہو  
منہ پر نہ گلا ہو دی تو غیبت وہ گلا ہی  
رہوی یہ ترسائی دیوار سلامت  
میں کھول کی کہتا ہوں کھلی جب دل عاشق  
بیتابی دل دیکھ کی پوچھوں ہو ہر اک سی  
پھر زیست کی کیوں کر بھی آہ یہ توقع  
سو مرتبہ گرد اس کی بھی آہ پھر آؤ  
جب میں نے کہا چاہتا ہوں میں تجھی واللہ  
جنت کا یہ سب ذکر فراموش ہو واعظ  
ای آئینہ رو خاک ہو اب زیست کی موت  
کچھ سانس رکا آئی ہی رہ رد کی یہ ڈری  
کچھ شعر پہ میری ہی نہ چٹک ہیں ہزاروں  
دنیا میں نہ کس طرح سے مغرور ہوں امن  
ہی تربیت یہودہ کو یاں مجھی منظور  
گر میری غزل میں ہو خطا کہد وعدہ سی

ہی کس طرف اس وقت مزاج آپکا احتال

ارشاد ہو طبع جو کوئی اور کہا ہو



کب فرط خوشی سی وہ رکھی پاؤں میں پر  
 ہر بند سی نکلی گی صدا بندہ ہوں تیسرا  
 دل شل کتاں کیوں کہ نہ مکڑی ہونکہ جیل  
 تو چاہی تو صحت ہو یہ بیمار کو تری  
 آئینہ بآئین دگر دیکھی ہی تم کو  
 خط غیر کو لکھی نہ لکھی محکومہ نو خط  
 دوزخ بھی لگا آتی تری طوف کی خاطر  
 کب آئینہ ماہ سے دل اپنا ہو روش  
 شرکان تری نشتر ہیں رگ خواب کی خاطر  
 انصاف یہی ہی تری درگاہ میں ای عشق  
 جی بٹھا ہی جاتا ہی یہ کیا شور ہی اٹھا  
 عالم تو بالا ہو لب بام پہ گاہی ق  
 کہوین کہ سوا نیزہ پہ غور شید ہی آیا  
 میں کون کیا چہیز ہوں یا شاہ تہارا  
 ہی حکم خدا سی وہ ترا حکم کہ دو ہیں  
 حل کبھی مرا عقدہ عنایات سی اپنی

قاتل تری فزاک میں جو صید بندہ سا ہو  
 بندی کا اگر بند سی اب بند جدا ہو  
 اک چاند کا مکڑا سری سینہ سی لگا ہو  
 میں جانوں اگر حضرت عیسیٰ سی شفا ہو  
 ای قبس تمہیں قبلہ ار باب صفا ہو  
 کیا لکھی جویوں ہی میری قسمت میں لکھا ہو  
 ای آتش دل رتبہ ترا اس سی سوا ہو  
 آئینہ کو آئینہ سی کس طرح جلا ہو  
 بخواب تیرا چاہی بے خواب سدا ہو  
 اک میرا جگر طعنه صبر برق ملا ہو  
 اغلب کہ جنازہ تری کشتہ کا اٹھا ہو  
 خود شنید لقا میرا اگر آن کھڑا ہو  
 اَلْعَظْمَةُ لِلَّهِ حُجُبِ مَشْرِ بَہا ہو  
 جبرئیل سزا دار ہی گر مدح مرا ہو  
 پھر مادی تری حکم سی گر حکم خدا ہو  
 شاہ دو مرا شیر خدا عقدہ کشا ہو

جب زلف کو میں بھیروں یہ کہتا ہی کہ امکان  
 تو اپنی خبر لی تجھی سودا نہ ہوا ہو

نمک داغ جگر پر خوشنما ہی کس قدر دیکھو  
 اسی شام دسحر کو عاشقو شام دسحر دیکھو

نہیں چرخ مقوس سی ہی حاصل جہ فر دیکھو  
 فلک بھی مستعد جنگ ہی شام و سحر دیکھو  
 نعلی آگ کے شعلہ ہیں دل سی سر بہر دیکھو  
 نہ ہی سر رشته وحدت و صورت کہ کہہ نہ لانا  
 چراغ افروز نہر و قبلہ آتش پرستان ہوں  
 مثل ہی ناؤ کس نی ہی ڈبوئی خضر فی یار و  
 نگیں جب جرب ہوتا ہی نہیں مٹی ہی نعل کا  
 دل و جاں و جگر آؤ نہ آور و برو اس کی  
 ارادہ او کی بوجھے کھی ہی طفل اشک اپنا  
 غلام کترین کس کا ہوں دیکھو ای ملائک تم  
 لگایا خاک مردم نی ہی سر مر اپنی آنکھوں میں  
 بغیر اس چشم کی ہرگز نہ سمجھو سر مر ای مردم  
 کہیں در بخت کی موسیٰ شاعر ہی ہم ہاں لجا

بجز پیکان کیا شاخ کہاں کا ہی ثمر دیکھو  
 ہلال و مہر سی رکھتا ہی یہ تیغ و سر دیکھو  
 اگر باور نہیں سینہ پہ میری ہاتھ دھر دیکھو  
 بساں تار سچ سو گریہاں سی ہی سر دیکھو  
 گری ہی کس طرح سی برق میری پاؤں پر دیکھو  
 یہ دل ناچار رکھی ہی بھی آنکھوں پہر دیکھو  
 جوتن پر در بنوگی پھر نہ ہوگی نامور دیکھو  
 وہاں جاؤ جہاں میں تم جہاں اپنا مقدر دیکھو  
 بساط اسکی تو دیکھو اور یہ عزم سفر دیکھو  
 گنہ میری نہ دیکھو جانب خیر البشر دیکھو  
 نہیں یہ خاک ہی خاک سیدی بھی تبر دیکھو  
 پڑی آنکھوں پہ چھپر چشم غور کر دیکھو  
 کشاکش میں نہیں پڑتی کبھی عالی گھر دیکھو

سفاوحاں کا مطلع مطلع ہو حال سی میری

ادھر بھی جہر بانی سی فدا رشک قسم دیکھو

سر پر خاک و آہ گرم و اشک چشم تر دیکھو  
 مجھی اپنی نظری کیوں گرایا اسکی آنکھوں نی  
 لگاؤ آپ اپنی ہاتھ سی مندل تم اس سر کو  
 قیامت میں ہی کیا باقی کہ نکلا ہر قبلہ سی  
 لگن میں کس کی میں جوں شمع جلتا ہوں ادھر دیکھو  
 لگی کس کی نظر مجھ کو تم ای اہل نظر دیکھو  
 ہماری درد سر کا سر اگر سمجھو اگر دیکھو  
 ہوا اس طاق ابرو پر ہی میکا جلوہ گر دیکھو



قضاوے لو آکھوں پہر پیجھوئی صیونے قضا ہی کیا تا پار بجلو اس قدر دیکھو  
 سدا آنکھوں میں پھرتا ہی خیال خطا بنز اس کا مری قسمت سی گھر بیٹھی ملی بجو خضر دیکھو  
 کسی ملک دردناں کی غم میں جو رہتا ہوں رگ شرکاں اشک آلود ہی تار گھر دیکھو  
 مری صندوق کی تختی بنانا بسید مجنوں کی وصیت یہ ہی گر حالت مری نفع دگر دیکھو  
 اگر احسان دل اپنا دی تو لی مجھے مبارک رہی  
 کسی سے کیا تمہیں حضرت سلامت اپنا گھر دیکھو

## غزل

کس سے احوال کہوں اپنا میں لے یا رکھ تو مل کے اغیار سے مجھ سے ہے بیزار کہ تو  
 نہ میری بات کو پوچھے ہے نہ دیکھے ہے ادھر ایک دن یہ نہ کیا عاشق بیار کہ تو  
 کس طرح سے ہے تہا حال دل غین کچھ تو کیوں غم سے ہے اس طرح سے شر کہ تو  
 روز بادیدہ تر خاک بسر بھرتا ہے نہ رہا شہر میں اک کوچہ و بازار کہ تو  
 دہاں میں جا کے جتا ہے یہ ہیبت اپنی آج تک کل ہیں دل کو تیرے زہار کہ تو  
 سخت بیکل ہے کل کو چہ غم سے اب تو اس قدر کب ہے اذیت کا سزاوار کہ تو  
 یوں ہی فریاد کناں نعرہ زناں خاک بسر ہے اک شب آئیو میرے پس دیوار کہ تو  
 چاہ میں تیری ہی ڈوب ہے کنوئیں میں غم کے جوں زلیخا ہیں یوسف کا طلبگار کہ تو

میرا احسان ہے میرا عاشق صادق ہے صنم  
 جبکہ یہ بھی نہ ہو میں پڑ ہوں اشعار کہ تو

درد دل میں ہوں کس اے یا رستم گلکہ تو  
تو وفادار ہے اے یا رجبنا کار کہ تو  
جامے کس کے یہاں ہاتھ میں رہتا ہے طاق  
تم ہو بدخند نہ میں 'میں ہوں وفادار کہ تم  
بھکویوں خوں میں ڈبو کر یہ کہے ہے قاتل  
زخم دل پر میرے کل نون جہنم کی لہے  
اس سے پوچھوں شب وصل میں ہیں چھوڑ کر  
ہر تاباں سے یہ ہر سال ہے مراد داغ بگر  
تجھ کو کہتا ہوں کہ اے برق چمک کر پھر آ  
اور یاری کا مزہ لوٹ دلا ایک نہ بن  
کوہ غم دل پہ میرے دوش پہ تیشہ تیرے  
شب کو آکر وہ گلے سے یہ چپٹ کر لوں

اس سے پوچھے ہے جو احسان وفا پیشہ کبھی

بے وفا کون ہے کہتا ہے وہ عیار کہ تو

چھیڑوں توڑی کو تو ٹکٹوڑے جتا جانتے ہو  
گوٹ محرم کی دکھا ان میں یہ پانا پھینکا  
کپھوں زنجیر تو بس فل ہی مچا جانتے ہو  
نقد دل جیت لیا زور جو جانتے ہو  
سرو قامت مجھے بالائی بتا جانتے ہو  
نیلی چھتری پہ فقط سیر سنا جانتے ہو



فغا سرالائے کبوتر تو اڑا دو اس کو  
 تم یہ کہتے ہو کہ اب تک نہیں ہم جانتے کچھ  
 جالی انگیا کی ہے وہ جال کہ شہباز پھنسے  
 میری خواہاں ہو جو خواہندہ نہیں ہے کوئی  
 چمن دہر میں جب کا طوطی بولے  
 اگر ہیں اشک میرے آیتہ سمجھو سمجھو  
 خط جو لکھتے ہو تو لکھتے ہو نصیحت ناصح  
 ابھی لڑکے ہو کبوتری اڑا جانتے ہو  
 کچھ اگر کہئے تو سینہ کو چھپا جانتے ہو  
 ایک صد حیف کہ چڑیا ہی پھنسا جانتے ہو  
 میری خاطر ہے کسے میرے سوا جانتی ہو  
 پھر تو طوطی کی طرح آنکھ پھرا جانتے ہو  
 خاک سمجھو ہو کہ آہوں کو ہوا جانتے ہو  
 یہ بھی لکھو میرے لکھے کو مٹا جانتے ہو

## غزل

اس سیاہ بخت کے تم حال کو کیا جانتے ہو  
 لب شیریں پہ خط سبز دکھا جانتی ہو  
 آتش دل کو بھی اے جان بجھا جانتے ہو  
 روٹھتے مجھ سے ہو اور ٹھیکو روٹھا جانتے ہو  
 دل مرحوم کی محسروم ملاقات سے ہوں  
 سفر ملک عدم سے وہ پھر امیراجو ان  
 فرط الفت سے یہ فرمایا ظفر سے احسان  
 عرض کی میں نے کہ میں زہر ہوں تم ہوشیار  
 سر مٹا لکھوں میں ہی لب پہ لگا جانتے ہو  
 شہد میں گھول کے تم زہر بلا جانتے ہو  
 یاں نقطہ پان چبا آگ لگا جانتے ہو  
 نہ منافی ہو تم عیش مست جانتے ہو  
 جو گذرتی ہے میرے دل پہ وہ کیا جانتے ہو  
 پیر زادو کوئی ایسی بھی دوا جانتے ہو  
 ہم تمہیں جانتے ہیں تم ہمیں کیا جانتے ہو  
 نخر زہر ہے کہ زہر کو زہر جانتے ہو

اور یہ اور عنایت ہے گدا پر اپنے  
 گرچہ استاد ہوں شاگرد شہا جانتے ہو

قطرہ

ابو قفسر بن ابکر بن شہ عالم  
 عروس عیش ہمیشہ تیرے کنار میں ہو  
 یہ حکم حق ہی نہ اٹھائے فلک عدوتیرا  
 حسی چینی میں پیدا نہ ہو مدد میں ہو  
 کہاں نصیب میں لیے زائد ریای کے  
 وہ کیفیت کہ توہ رند بادہ خوار میں ہو  
 ہوا ہوں ہاتھ میں دل کے اس طرح عجوبہ  
 کر دل میں ذبح اگر میرے اختیار میں ہو  
 وہی ہوں عاشق بیدی کے کچھ کہیے  
 جس کی جان میری جان کے دو انار میں ہو  
 گلوئے تشنہ عاشق نہ آب کو پہنچے  
 سیان جو ہر اگر تیغ آید ارم میں ہو

قطرہ بہ حاشیہ

وہ آہ کھینچ وہ نالہ کر اے دل نالان  
 کہ کھلی سی رقیبیاں نابکار میں ہو  
 نہ برق میں وہ چمک ہو نہ وعدہ میں دکر لک  
 نہ وہ غریب سحاب نگرنگ بار میں ہو

قطرہ

لے سنا ہے قیس نے مذکور حشمت جمشید  
 کہ خوش نصیب نہ ایسا کسی دیار میں ہو  
 کیا کہ تیس ہتر بان ناقہ لبیلی  
 کسی شمار میں اور کس قطار میں ہو  
 کہا یہ میں نے سہر قہر درست وہ احسان  
 کہ بولتے نہیں تم کیوں اگر مزار میں ہو  
 کمال شور محبت دل فگار میں ہو  
 چھپے نہ چھپ چھپ لبیل اگر ہزار میں ہو  
 تم تو یہ ہے کہ وہ کام جان کنار میں ہو  
 پھر اوس پستی دل غرق منجد ہار میں ہو  
 تصور سرگبویے عمریں ہے جھٹھے  
 میں کہ خوشبو میرے مزار میں ہو  
 پیشم زاد دل دارا داغ اپنا ہے  
 کاج طرح لالہ زار میں ہو

فرد

یہ بیماری میں قدرت ہے کسی کی چشم جادو  
 پیانی کان تک کھینچا کسی کی نخت ابرو کو



نور و سی نہیں خاطر میں سہم کو لاتی ہو سلام لیتی ہو یا مکھیاں اڑاتی ہو  
کہا تو کچھ نہیں مستحق محبت فی یہ خوب سو بھی کہ پہلی ہی منہ سجاتی ہو  
اگرچہ شاہ ہو خواب میں چور بھی ہو ولی

کہ میری پیلوں میں آئی سسی دل جراتی ہو

دل کو چیرا کی عشق کا مجھ پر رکھا گناہ  
مال دل خربز جگر فتگان پہ جسم  
انصاف کچھئے میرا ہی یا آپ کا گناہ  
میں نے کہا تو اب ہی کہنی لگا گناہ  
کچھ جسم کچھ قصور بھلا کچھ ظالماں  
بار و گرنہ ہو گا یہ باز خدا گناہ  
بولاکہ سر پہ لیو ی یہ میری بلا گناہ  
سمجھی ہیں اس زمانہ میں جو دو سنا گناہ  
کیا جانتی کہ مجھ سی ہو آہ کیا گناہ  
جنت میں جھکواس کی گلی سی ہی ملی

احسان پر گناہ کی فضل و کرم نئی بخش

یا رب بحق حضرت خیر الوری گناہ

سرزمین دراز نہاں جانتا ہی وہ  
یہ گر یہ کیا ہی رتبہ کہاں جانتا ہی وہ  
یہ بچا ہی دل سی چیز کو اک تار زلف پر  
پوچھی جو نام کہیو کہ بد نام نام ہی  
تیرا گدا جہاں ہی مری جاں جہاں میں  
منہ گالیوں پہ کھول دیا اور آپ کو  
جس کی نظر پڑی ہی یہ تیری بہار حسن  
ای گر یہ تم کہ گر ئے شادی کی بار ہی  
یہ بے عیاں کہ جو ہی نہا جانتا ہی وہ  
کب قدر سیر آب رواں جانتا ہی وہ  
اندھیر ہی کہ اس پہ گناں جانتا ہی وہ  
یہ میرا نام نامہ براں جانتا ہی وہ  
نام اپنا نرگ شاہ جہاں جانتا ہی وہ  
مساند غنچہ تنگ دہاں جانتا ہی وہ  
ای گل بہار غلہ خزاں جانتا ہی وہ  
جس غم سے تقا میں گر یہ کہاں جانتا ہی وہ

دل میرا جان کسی ہی فدا تیری جو رہ پر ای جان یہ رنج راحت جان جانتا ہی وہ  
 ہوتی زبان بند ہی کچھ اس کی روبرو شاید قسوں عقد سناں جانتا ہی وہ  
 احسان ہی سینہ کو بی ہی آہیں ہیں لگتے ہیں  
 ان کو ہی فوج و طہیل و نشان جانتا ہی وہ

جس طرح ابرسیہ میں برق کی ہودی چمک زریب دیتی ہی سہی اس طرح رنگین کی ساتھ  
 جان میں ہی جان میں ملک ملن دکھ تیرا ہوں میں یعنی تیرا عشق میری جان ہے میری جان کی ساتھ  
 یہ قیامت ہی کہ محشر میں رہوں اس کی جدا محشر میں کیجھو یا رب شہ جیلاں کی ساتھ  
 عشق میرا سرسری ای باہوس مت جانیو سر لگا رکھا ہے میں فی کوچہ جاناں کی ساتھ  
 زور تیرا بردریا بار مجھ پر کھل گیا شہر طایسا پانہ صی گا میری دیدہ گریاں کی تھا  
 غم بھی آیا دل میں یوں پلٹا ہوا ہرہ عشق جس طرح کوئی طیفلی آئی ہی جہاں کی ساتھ  
 یاد ہی اس رخ کی محکو مجھ سے نا صبح تو بیت بنخشا ترک ادب ہی حافظ قرآن کی ساتھ  
 سر رکھا پاؤں پہ لاکر نہ مانی تو بھی بات کیا کروں گلگشت گلشن ایسی نافرمان کی تھا  
 کب اٹھی تعظیم کو سنم اسی تم سو کہو سہی دئی اس کی سر پہ ہیں مندیوں کی تھا

دادی و حشت میں عینوں فی یہ گھر اگر کہا

ساتھ دنما سخت ہی مشکل ہوا احساں کی ساتھ

کہو ی دو دن اس میں جاؤں گڑل موزن کی ساتھ بل گیا یا رب نہ رکھو تو بھی احساں کی ساتھ  
 ربط آہ سر دیوں ہی دیدہ گریاں کے تھا جس طرح ہوتی ہیں اک ٹھنڈی ہو باراں کی تھا  
 رخ دنیا فکر جتنی ترس حق عشق بتاں سو طرح کی ہیں قضائی لگ ہی انسان کی تھا  
 بس رفوچکر ہو یہاں سی ملت رفو کا نام لی اس گریباں کو تو نا صبح عشق ہی داناں کی تھا  
 تیر تو نکلی گپا برای چارہ سازو یہ کہو کاشش کی نکلی یہ مری جاں بھی پکیاں کی تھا



کیا ہی جو روئی پھارا آن لڑ بکری کی طرح رات بکری پر بھی بکری تیج جی میراں کی ساتھ  
ای وفا دشمن یہ تیری عشق میں ثابت ہوا سہرے ہیکار زیاں ہی دوستی ناداں کی ساتھ

دیکھ یہ آہ شررا بار شہر ات سے نہ دیکھ  
ہنکس دھمتی ہیں دکھایا ہے ہمارے دل کو  
اور تو ہم سے محبوں کو محبت سے نہ دیکھ  
اسکھ تیری ارے بے دید پھری ہے ہم سے  
کہہ دیا کس نے کہ تو عین غایت سے نہ دیکھ  
کس نے بہکایا اس خاک بر کو اپنے  
چشم الفت سے مروت سے فتوت سے نہ دیکھ  
دیکھنا دھتہرا از کو ہے بہ پیری زاہد  
ایک مرشد ہے کہیں کعبہ کو رغبت سے نہ دیکھ  
اس زمانے میں کہاں چین ہزاروں میں گر ایک  
تھک دھمت سے نظر آوے تو دھمت سے نہ دیکھ  
حاکم شہر بھی اب رشتہ تبسج غلط  
سو گراہ کام میں رکھتا ہے فراغت سے نہ دیکھ  
دل عاشق تو ہے آہوے حرم سے ممتاز  
ارے قصاب ستم پیشہ قنات سے نہ دیکھ  
کیا دکھائی نہیں دیتا ہے کنواں ہے اے دل  
طرف چاہ دھن دیکھ توبہ غایت سے نہ دیکھ

وہ ہے حجام میں تو ان کو حماقت سے نہ دیکھ  
جھانک کے بھاگ دلا دیکھ فراغت سے نہ دیکھ  
منصہ ہم سے فقیروں کو حقارت سے نہ دیکھ  
عزت کو نین میں ذلت سے نہ دیکھ  
دیکھ اس لب کو دلا دیکھ خیانت سے نہ دیکھ  
طرف شام نفس کے شامت سے نہ دیکھ  
پہلے بھڑی جان کے تو دیدہ رعیت سے نہ دیکھ

گیا تھا ہمراہ اوس کے میں کل گیا وہ گھر کو کیا ہوا نہ  
دریغ یہ ہے دروغ گو کو میں پہنچایا خاں

موی سر کو نہ سوار شب یلدا پہنچی	اور نہ جھومر کو تری عقد ثریا پہنچی
سچ نہ ہو تو تیرا جھوٹا ہی پیغام پہنچی	بھی جی کا بھلا کچھ کم نہ سہارا پہنچی
زندگی کیوں کہ ہو جب تیری طرف سی ظلم	نہ تلی نہ تشفی نہ دلا سا پہنچی
نہ زمیں بلکہ فلک پر جو چھپو گی مجھ حسنی	وہاں بھی جا کر یہ کہوں گا مرا بھرا پہنچی
پہنچی ہی چشم با بیاں دل اس کو چہ میں	جس جگہ جنس ہو دلال وہاں جا پہنچی
غیر وہاں جای جہاں یار پہنچی تیرا پٹنگ	شیر کیوں کر نہ ہو بہ اس کا یہ پایا پہنچی
زندگی ہو چکی اشرف کی ای بندہ نواز	سخت شکل ہی جو پایا یہ رزالا پہنچی
یہ ستانی سی مری جگہ کو ہی حاصل ظالم	تجھی سو ذی کمی خلقت تجھی ایذا پہنچی



کیا ٹکیندہ ہو عاشق کہ فریاد ہی تو تیری زیندہ ہیں بازو تری زیریا پہنچی  
دل میں رکھتا ہی وہ ہر عملی عالی قدر  
کیوں نہ احسان کو ہم مطلع اعلیٰ پہنچی

سردوش شہ لولاک پہ جب جا پہنچی پھر تو اون پاؤں کو کیوں کرید میا پہنچی  
لب جان بخش کا تیری جو سنا شہرہ وہیں سوچ کر چرخ پہ سارم پہ میجا پہنچی  
نہکت گل سی ہی شہر معطر... آدھا سر مو کو نہ تیری عنبر سارا پہنچی  
کیوں نہ آشفقہ ہوں شانہ تو بلائیں آہ دست اپنا نہ سوزلف چلیپا پہنچی  
میں وہ تشنہ ہوں کہ یک قطرہ پھوڑو ساقی جوں لب جام جو لب تک لب دریا پہنچی  
جذبہ عشق ہی کیا جائے تعجب و سحر تیری دامن کو اگر دست زینجا پہنچی  
سحر عجیب اب جو ہوں ہی سیر جہاں جگونیب اس گرہاں کو کہاں دامن صحر پہنچی  
کیفیت زیت کی ای محنت شہر ہی کیا دست جب تک نہ سر گردن مینا پہنچی  
قار ہای مژہ سی کجھو ضیانت جھنوں تیری صحر اس اگر ناتہ لیسلی پہنچی  
پہنچا مجھ پاس نہ تو اور نہ نشانی پہنچی جان ہونٹوں پہ نہ کیونکر مری پھر جا پہنچی  
کچھ بھی خاطر ہونشاں میری نشانی کی طریق ایک پہنچی تیری پہنچی کو اگر آ پہنچی

پڑھ بہ تبدل قرانی غزل ایسی احساں  
طرز کو جس کی نہ میرا ورنہ سودا پہنچی

بارغ میں جب کہ وہ دل خون کن ہر گونہ پہنچی بلبلانی ہوئی گندار میں بلبل پہنچی  
صد مہ شام اہل محکو نہ بالکل پہنچی گر میری داد کو کل تک بھی وہ کاکل پہنچی  
دل بھی ٹیکر سلم آہ مقابل پہنچا نیزہ بازار ان مژہ جب بہ تغافل پہنچی

ہر کو چہ تیرا جھاڑی ہی بجاروب شاعر  
اپنا یہ منہ تو نہ تھا آپ تلک ہم پہنچیں  
ہم رہ یاس دالم دشت جنوں میں کل ہم  
گر تری وزن پہ میں ساری توانی باندھو  
خانہ آباد تمہارا ہو کہ ہم حضرت عشق  
درد و غم یاس دالم سوز دل و داغ جگر  
تو پڑھا مجھ کو دعای قدح ای و اعظ شہر  
جب گیا حسن تو آیا تری اخلاص کا بار  
قبر ایک رند پہ قل پیرمغان فی تھا پڑھا ق  
ترس عقبی ہی تو میخانہ میں رہ ای زاہد

کہ اسی طرح ہم تجھ سی تو سل پہنچی  
آپ کا جب کہ ہوا ہم پہ تفضل پہنچی  
پتھل بہ تامل پہ تجھ تسل پہنچی  
دم تراناک میں ای باب تفضل پہنچی  
نفع کو تم سی بایام تو کل پہنچی  
تھی جو آپ فی بھیجی ہمیں بالکل پہنچی  
کل کسی طرح سی مجھ کو قدح مل پہنچی  
اب ترقی ہی تب ایام تسننل پہنچی  
شعریہ ہم فی سناسنی کو جب قل پہنچی  
تنبکو وہاں بجا کان میں قفل پہنچی  
رشک گل باغ میں بیٹھا تھا ہم بھی اصل

یہ غزل پڑھتی ہوئی وہاں پہنچاں پہنچی

تیری خوبی کو نہ لاکھوں میں کوئی گل پہنچی  
کیوں کہ نسبت دوں تجھی سر دی ای تھا  
رشک گل گل نہ کبھو ہو دی چراغ الفت  
کوئی گل تو تو اچھائی ہی تجھی غم ہی ہی  
میں نہ کہتا تھا کہ قابل مری غفلت ہے تیری  
غم کی دلدل میں ہی دل میرا وظیفہ دلدل  
تو زمیں پر جو رکھی پاؤں تو پھر تابلک

نہ ہزاروں میں تجھی ایک بھی بیل پہنچی  
تو بھی وہ ہی تجھی طوئی بھی نہ بالکل پہنچی  
جس کی دولت سی مری ہاتھ یہ یہ گل پہنچی  
کیس صدمہ تری پہنچی پہ نہ ای گل پہنچی  
میرا جراتھی اوجیاں تغافل پہنچی  
کاش اس دل پہ مری وہ سب دلدل پہنچی  
تیری دیوانوں کی زنجیر کا کیوں قل پہنچی



کبھی معافی بھی کہیں توں ای چرخ کھن  
 جب جوا لوں سی مدد پیر مغاں فی چاہی  
 مکتب کی سرنا پاک پہ رکھو اخم می  
 یہاں تلک محبت شہر ہی لرزاں اب تو  
 طوطی ہند کی وہ روح سی فیض ہے تجھی  
 تجھی احسان نہ کبھی بلبس اسل پہنچی

طرز طر آری وہ اس طرہ طر آری ہی  
 صدمہ برق غم عشق جہاں سوز بتاں  
 دل کو میری ہی کیا خاک جلا کر اس فی  
 باؤلی ہو کی نکل بھاگی زلیخا آخر  
 جان بیجان سمجھ کر نہ مری پاس سی جا  
 رخ پہ جب خال کو دیکھا تو کہاں فی کیا  
 بولا سر رشتہ یہ کچھ آج ہی ایجاد ہیں۔۔۔  
 پان کو جس فی لبوں میں تری دیکھا بولا  
 کیفیت زیست کی اس دور میں ای درکش ۱  
 مجھ سی کہتی ہو تجھی تجھ سی سرو کار نہیں ۲  
 اس زمین میں غزل اک ادب بھی احسان تو سنا  
 دافنی یہ ہی کہ لذت ۳ تری اشعار میں ہی  
 جان لگی ہوئی اس زلفا سید کار میں ہی م  
 دل بیمار گرفتار اس آزار میں ہی

نہیں لی بیچ کہ بیچ اس تری دستا میں ہی  
 آبِ شیریں ہی رواں دامن کسار میں ہی  
 اثر آبِ حیات اس تری تلوار میں ... ہی  
 جان اصلا نہیں اس عاشقِ ناچار میں ہی  
 ایک سو شکر کہ چرچا بھی دو چار میں ہی  
 دھوم چوری کی ہر اک کوچہ و بازار میں ہی  
 دل نعل میں نہیں اب رخسہ دیوار میں ہی  
 جو کہ جیتا ہی مری جان وہی ہار میں ہی  
 عدل بجاتو نہیں عشق کی دربار میں ہی

سرخ پھینٹا جو بندھا ہم پہ کھلا از میاں  
 بسکہ گریاں غم فرما دیں ہی کوہِ مدام  
 تیری ابرو کا جو کشتہ ہی وہ زندہ ہی مدام  
 تجھ کو بھی کچھ ہی خبر رووی تھا جو آٹھ پر  
 تیں پانچ اس میں نہ کر جاشی شش و پنج ہی یار  
 دزدی دل پہ مکر توئی جو باندھی ہی میاں  
 کس فی جھاکا بھی اس روزن دیوار سی آہ  
 بازی عشق وہ جیتا نہ جیا جو کہ یہاں  
 یہاں سزا ملتی ہی ہر اک کو بقدرِ رتبہ

پا بہ زنجیر محبت کو جو مارا احساں ...

تب سی زنجیر طلا گردن دلداد میں ہی

پر ہم نہ فریب بت کشمیر سی چھوٹی  
 ہاتھی بھی نہ جکڑا ہوا زنجیر سی چھوٹی  
 جو ہر نہیں ممکن ہی کشمیر سی چھوٹی  
 اچھا ہوا ہم روز کی تعمیر سی چھوٹی  
 ہر شب کی گمہ روز کی تقصیر سی چھوٹی  
 ہم اس پہ نہ حرصِ عرس و میر سی چھوٹی  
 ہیں شام کی گیسو غم شبیر سی چھوٹی  
 یارب یہ گلو جلد خن زیر سی چھوٹی

میرے کی کئی کھا کی قسم ہیر سی چھوٹی  
 قسمت کا بی زلف گرہ گیر سی چھوٹی  
 امکان ہی ابرو سی تری ہیں نہ جدا ہو  
 اس خاؤں دل کو جو کیا ضبط ہی تم فی  
 مرہون اجل ہم ہیں کہ ہم اس کی بدولت  
 آویختگی نلک سی ہیں وہ نعمتِ عظمیٰ  
 ہی صبح کٹی چاک گریباں کو اپنی  
 بنی دین گلا گھوٹے ہیں دینِ نبوی کا



سیرغ سی صدرغ اگر ہوں لور بجائ  
ان بالہوسوں کو تو مری جان اڑادی  
جیتا نہ کوئی ایک تری تیر سی چھوٹی  
ہستی ہیں کہ ہم زلف کی زنجیر سی چھوٹی  
زلف عرق آلود کو تو چھوڑ دی منہ پر  
زنجیری یہ کو لا ہی جو تندہیر سی چھوٹی

حیرت ہیں ہی صورت فردوس سی احساں

ہم سی وہ گلی کوچی میں تصویر سی چھوٹی

دشنام اور دی تو بھی اخراج سی  
اس بانکہ پن پہ میں ہوں تصدق کہ ای میل  
عاشق کو آگ وصول ہیں یکلام وکاف سی  
ششیر نکلی پڑتی ہی ہر دم غلاف سی  
آوں گائیں بھی کعبہ کو تم جاؤ شیخ جی  
کھانی کو غم ہی اور ہی مینی کو خون دل  
سوتی میں کس کار وئی منور ہی کھل گیا  
بیفائدہ نہ تیغ دسپر کو سنبھالئی  
ہی صاف صاف یہ کہ نہ لون بوسی کس طرح  
دل میرا زلف کو ہی دی ای خال مت جھگڑ  
عنبر خجل ہی زلف سی پر ہی نئی یہ بات  
جاگیر دل ہی بوسہ مزاحم تو کیوں ہوا  
طالب نہیں ہیں محض خدا کی یہ صوفیاں  
ہی ان کی صاف طبع کو دوق انکشاف سی

ماہ صیام میں بھی ہر روز عید ہی

احساں عجب ہی گر نہ نکل اعتکاف سی

لبوں کا بوسہ دیا کب جو خط دکھانہ سکی  
شراب دی چکی سبزی ہی جب پلانہ سکی

جو ہم پہ گزری کسی کو وہ ہم نہ سکی  
 شب آ کی آتشِ فرقت کو تم بھانہ سکی  
 ہلا یا چرخِ بریں کو تو کیا ہوا نا لو  
 تو رازِ عشق کو کیا سمجھی ناصحا بہات  
 پکڑ لیا تجھی ہمراہِ دخترِ رز آج ق  
 یہ کہد و پیر مغاں سی ہی ہی دقتِ دو  
 جنھوں نے سر کو اٹھایا تھا بحرِ دنیا میں  
 نہ کج جو غرہ دولت یہ کل ہی دیکھا ہی  
 ہمیشہ آن کی باتیں ہیں ناصحِ مشفق  
 عزیز و رونا ہی جب آیا وہ خود کام  
 اٹھا اٹھا کی سہراب دیکھتی ہو غیروں کو ق  
 یہ سہرا اٹھایا کہ سر کو اٹھایا جانبِ غیر  
 جو سہرا اٹھاوی الہی وہ سہرا اٹھا نہ سکی

یہ جی میں ہی کہ پس پردہ وہ پڑھوں مطلع

کہ عذر ان کا کسی طرح پیش آنہ سکی

اگرچہ خلق کی چرچی سی منہ دکھا نہ سکی  
 ہماری حال پہ اک خلقِ روی اور فوس  
 جلا سکی مٹی مری دل کو نہ زندگی میں تم  
 کھو نہ منہ سی یہ پھوٹی نصیب پھوٹی کو ق  
 جھکا تھا خلق کے آواز بھی سنا نہ سکی  
 بہانی سی کھو دو آنسو تم بہا نہ سکی  
 چراغِ قبر پہ میری کھو جلا نہ سکی  
 بلا لوتا کہ وہ شکوہِ زباں پہ لا نہ سکی  
 بلا سی کہہ سکی پر جگو تم بلا نہ سکی



کہ نزد بان فلک پر کوئی لگانہ سکی  
خوشامدی مری مجلس میں کوئی آنہ سکی  
روٹھانی کو تو میں موجود منانہ سکی  
کہ اب کی کوئی گر یہاں یہاں سلاہ سکی  
وہ رتبہ پاؤں کی چھلی کا تیری پائے سکی  
یہ دعا ہی کوئی وصوم یہاں چانہ سکی  
مزه وہ بوسہ کا بہت پانہ سکی  
زبان اپنی کوتا لوسی ہم لگانہ سکی

ہماری گریہ کا احسان ہی ہم پہ ای امتاں

جھڑی یہ ہم فی لگانے وہ گھر کو جانہ سکی

جہاں میں جوہی پھو لاری زبان پری  
دماغ آہ کا اس پر بھی آسمان پری  
یہ خون ناخن خوں گردن تباں پری  
نہ صرف پائش پر پر نہ پر نیل پری  
کرم اسی کامری مشنت استخوان پری  
مکان اس کامکان پر نہ لامکان پری  
جو میری دل پہ اذیت ہی میری جاں پری  
یہ فرض عین مری چشم نو چکان پری  
یہ عذیب خوش الحان کا خالہ پری

کند بام پہ اس مہ کی کس طرح پھینکوں  
جو میں فی گل کی خوش آمد کہایہ دریاں  
تم ایسی ہو کہ تہاری قدم ہی پوجی یار  
ہوایہ حکم جناب جنوں سی ای نامہ  
اگرچہ میرے فلک نالہ ہی تو ہو لیکن  
لگانے یا سرمہ نہیں اس نے ہی دکھائی آنکھ  
فغاں ہی اپنی مہرا مہرا سی لٹی ہر دم  
زبان یا د جو آئی نکالی تانا لوسی

مرا تو میر آہ شہر نشاں پری  
کوئی فلک زدہ ایسا نہیں زمیں پہ کہیں  
گلی میں ان کی گل سرخ کی نہ سمجھو مار  
اوس ہی بستر گل پر بھی بیکلی بلبل  
تہا ری ناوک ابرو مکان پہ ہوں تیراں  
یہ کون جانی کہ وہ کس مکان کا یہی مکیں  
کوئی نہ کچھ کہو آخری میرا بخت بگر  
تری لگی کو نہ آنکھوں ہی کیوں رکھوں رنگین  
ہزار بار ہی بال ہما سی جھکو عزیز

ہیں ہی آم کی طاقت تو آہ اب تو ذرا یہ زور صنعت کا اس تیری ناتواں پر ہی  
 تو وہ ہی نام خدا جس سی ای بہار امید بہار حسن بتاں دسبدم خزاں پر ہی  
 نہیں زنا ہی کوئی پیسہ راہ عشق تو  
 خدا اسی رکھی احساں نوجواں پر ہی

دلبر یہ وہ ہی جس فی دل کو دغا دیا ہی  
 تیج ستم سی میرا جو خوں بہا دیا ہی  
 نقش قدم گلی کا تیری بہنا دیا ہی  
 ای چشم گر یہ زار ہی روئی کو تیری زحمت  
 سر رشتہ وفا کی کیا شمع و ہم افق  
 دل دیکھی جان کا مفت اک روگ ہی غریبا  
 جاتی نظر جد صبری اک نور جلوہ گر ہی  
 تو پاں کھا کی ہنسنا اک سہل سا ہی سمجھا  
 کیوں ہم سے ہو بگڑتی ہم فی تو شیخ صاحب  
 کیوں کر نہ میری دل کا شیشہ ہو مگر ہی مگر  
 پاؤں سی کیا جگایا تو نے ہی مجھ کو گویا

کیا جانوں عشق کیا ہی لیکن کسی فی احساں

اک آگ کا سا شعلہ دل کو لگا دیا ہی

سن رکھ ادھاک میں عاشق کی لایاں والی  
 عرش عظم کی یہ نالی ہیں بلانی والی  
 یہ صدا سنتی ہیں اس کو چہ کی جانی والی  
 جان کر جان نکھو کون ہی آنی والی



تو بھی ٹھنڈا نہ رہی جیسی جلانے والی  
 یہ وہ کافر ہیں کہ مسجد کی ہیں ڈھائی نوالی  
 یہ بھی اک جنگ ہی او آنکھ لڑائی نوالی  
 چٹکیوں میں ہیں یہ جو بن کی اڑائی نوالی  
 تیری ہنسی یہ مینتی ہیں ہنسانو ا لی  
 سخت ناخواندہ ہیں یہ تجھ کو پڑھائی نوالی  
 یہ میرا رنگ ہی او پان چبائی نوالی  
 اری بی رسم اری دل کی ستائی نوالی  
 گھڑی گھڑیال کی گھڑیال بچائی نوالی  
 ای جنوں کون ہیں یہ غل کی بچائی نوالی  
 تم سلامت رہو احوال سنائی نوالی  
 تجھ کو قسربان کروں ہاتھ لگائی نوالی

✓ چین تجھ کو بھی نہ ہو مجھ کو ستانے والی  
 کب ہیں اس دل سی بتاں ہاتھ اٹھائی نوالی  
 ✓ جنگ ہی گر تجھی منظور ہی پھر آنکھ لڑا  
 ✓ کی تو عیار سی سازش ہی دلی فخر دہن  
 ✓ ان کی ہنسی پہ نہ جان کی ہنسانی سی نہ ہن  
 ✓ بن بلائی تیری آکر تجھی بہکاتی میں  
 اشک خونین کی ہوں میں سیل میں دوبارہ ہتا  
 یوں تو گھر گھر کا جلدی سی کبھی مول کی را  
 ✓ گزری جو مجھ پہ سو گزری ہی نہ گزری تجھ  
 کیوں نہ ان نالوں کو میں پای بہ زنجیر رکھوں  
 ✓ جب کہا میں نے کہ سن حال کہا طعن سی یہ  
 ✓ پاؤں کو ہاتھ لگایا تو لگا کہنی سرک

مطلع مطلع احسان سی تو ہو رشک قسربان  
 تجھ پہ عاشق ہو ی پیغام کی لائی نوالی

کہدی عیسیٰ سی کوئی دلی وہ جا ہی حضرت  
 تیری صدقہ مجھی پھر کہہ اسی انداز سی تو  
 آشنا کس کی ہیں لی دید ہیں یہ دیدہ دل  
 ان کی رونی پینسی آتی ہی بجو احساں  
 چھو کری یہاں کی ہیں مردوں کو بلا نیوالی  
 تجکو مدتی کروں الفت کی جتا نیوالی  
 ہیں یہ دیدہ ودانستہ ڈبانیوالی  
 دروہیں پانی کو ہیں کیا آگ لگا نیوالی

ہم فقیروں کا نہ بی سرسیر کھلا ہر بار ہے  
 بوسہ جب مانگا تو یہ کہا  
 سر را پاؤں سے ٹھکرا کر مجھی دو گالیاں  
 سایہ بال ہمای کچھ نہیں ہم کو غرض  
 کیا مری تو بہ ہی تو بہ کچھ ہی اس تو بہ سی  
 حضرت دل جان کو اول ہی کی رو میں مٹھی  
 کچھ نہیں معلوم ہوتا یا اپنی کیا کروں  
 سرسری اسکو نہ سمجھو میں بھی امراد ہے  
 ہم سپاہی ہمارے پاس  
 واہ وا کیا آپ کی رفتار کیا گفتار ہے  
 ای پری سایہ تری دیوار کا در کا ہے  
 تو بہ بھی تو بہ سی میری پڑھتی استفادہ ہے  
 کچھ نہیں آخر نہیں یہ عشق کا آزار ہے  
 کیا سبب کیا داسطہ کیوں مجھ سیادہ بیزار ہے  
 چونک احساں چوک مت اے دشمن ناموس عشق  
 تو ہی سوتا دوست تیرا روز و شب بیدار ہے

سنتا نہیں اک بات وہ مغرور کسو کی  
 کس طرح لگا رکھوں نہ میں آبدل دل  
 کہدو کہ دعا یوی بمقدور کسو کی  
 پھر طبع ہوئی سائل انگور کسو کی  
 غیرت کو نہ کھو خالق غیا کسو کی  
 غیروں سے تو مل لیک دعا اپنی تو یہی



کیا ہی تعلق رہوی نہ میں روؤ نکام دم  
 یہ جھکو متا ہی کہ یا شاہ ولایت  
 ہی عید کا دن آکی گلی یار سی لگ جا  
 جب کوہ کن خستہ ہوا بولی یہ شیریں  
 پہنچا ہی دیا ہائی بھی مرگ کی نزدیک  
 پھر جہام بھی دیکھو اس وقت تو ساقی  
 یاروں کی ہمارو کی مرا حال یہ اُس ہی  
 بولا کہ مری سامنی پھر ذکر نہ کیجو  
 اس کو چہ سی خم خم ہی نکلتا تو مہ نو  
 بی نور کی رودنہ میں ہی چھلا ہوا بیٹھا  
 میں سورہ نور آج ہی بی نور کو بخشوں

آنکھوں سی ہی خاطر بھی منظور کسو کی  
 پھر ہو دی ملاقات بدستور کسو کی  
 غلین نہ کر خاطر مسرور کسو کی  
 مرقد پہ لکھو سورہ والطور کسو کی  
 ہی کاکل پر بیچ بہت دور کسو کی  
 یاد آئی بھی زنگس مخمور کسو کی  
 ہونٹوں پہ ہی جان ای بت مغرور کسو کی  
 مرجانی دو صورت ہو دی درگور کسو کی  
 خونریزی ہی اُس شہر میں مشہور کسو کی  
 سنتا ہی نہیں یہ دل مجھور کسو کی  
 گر آوی نظر صورت پر نور کسو کی

آنکھیں ہیں جو احسان کی کھلی بعد وفات آہ  
 تنگتا ہی یہ رہ عاشق مغفور کسو کی

آتی ہی بس سنائی جائیکی  
 شوق سی جمعی یوں بگڑ بیٹھو  
 اس کی قانون سی ہوں میں واقف  
 وہ نہ ہو میں جیوں جگہ نہ رہی  
 قیص صحرائی اور دعوی عشق  
 تجھ کو خو ہی مری کڑھائی کی  
 لیک ٹھہری نہ منہ بنائی کی  
 مجھ کو پروا لگی ہو گانے کی  
 آئینہ رو کو منہ دکھانے کی  
 بات ہی جدا بن آنے کی

وہاں پر قیاس کو پان لھانیکسی  
 نہ قبا پہنچا رہا خانیکسی  
 ہی ہی بات مار کھانیکسی  
 ساتھ سونیکسی منہ چھپانیکسی  
 وضع یہ تیری مکرانیکسی  
 روز دہشت ہی روٹھ جانیکسی  
 جان من فاسخ دلائیکسی  
 تجھ کو فرصت ہو سر اٹھانیکسی  
 جس سی ہم فی کی یہاں سدانیکسی  
 ہت تری آخری زسانیکسی

نام رکھو نہ اپنا ہر جبا  
 زلف کو چھیڑتی ہی کہنی لگا  
 مجھ سی بھی پردہ یہ تو کرم ہوئی  
 مت ہنسی جان قتل کرتی ہی  
 زندگی میں بایں تپاک اخلاص  
 بعد مرگ آہ تجھ سی کس کو امید  
 بیٹھ ای آہ بس خدا نہ کری  
 مستعد بدی ہوا وہ ہی  
 نیکیاں کرتی ہو بدی حاصل

### یاد مسجد میں آوے گی احساں کیفیت اس شراب خانیکسی

تیرے کڑوں کی اور بھی جھنکار گرم ہی  
 کیا سری پاؤں تک وہ طرحہ لو گرم ہی  
 گریہ پہ آج چشم گہرا بار گرم ہی  
 اس دم تو رکھ دی ہاتھ سی تلوار گرم ہی  
 جس کی لپٹش سی یہاں سر ہر فارم گرم ہی  
 حضرت بغور سنئی کہ یہاں گرم ہی  
 کیا ان دنوں میں پھوٹ کا بازار گرم ہی

اس شعلہ رو کی ایک تورفتار گرم ہی  
 زلفیں دھواں ہیں جن بھجھو کا پری پچال  
 نسا نکا کس طرح سے بازار سرد ہو  
 اس سوختہ جگر کی ابھی تن پہ ہی لگی  
 اس دشت میں ہی کون سا تفتہ جگر رکھا  
 اپنی غزل جو پڑھتی ہیں کہتی ہیں دونوں  
 جب میں پڑھوں ہوں شر تو پوچھی ہی رہ



گلابک ہی تیری سر کی یہاں شمع ہی  
 شاید کہ تیرا آتش دل سی ہی جل گیا  
 مت کیجو ذکر برق جہاں اسکی ادب و  
 بیٹھا تھا کون سوختہ تکیہ لگاں ہاں  
 قربان ایسی بت کی جو توں آن کر کہی  
 کیوں تیرا جسم عاشق بیسار گرم ہی  
 ملک کھینچ آہ سرد کہ شاید ہو دلو کو چین  
 احسان سبب ہی یہ اسی ازار گرم ہی

گوجکو نہایت گلہ ابرو سی ہی تیری  
 ائی عشق تو بازو ہی مرا جھکو ہو قوت  
 مسحور نہ ہم ہی ہیں کہ یار ائی دلم  
 تکیہ پہ نہ ٹھہرے گا کسی طرح میرا سر  
 بارانی باراں سرشک ابریں لس ہی  
 وحشت زدگان سی تجھی کیوں بارہی حشت  
 چون گاہ تب عشق نی جھکو ہی بتایا  
 طفل سرشک اپنا تری در سی ہی ڈرتا  
 آگونی آتا ہی تیری سہم سی عاشق  
 زائد ہو چھو یہاں سی مجھی دم نہ کیا کر  
 انبار میرا نالہ و فریادیں وہ ہی  
 پر خاطر ابرو مجھی اب روسی ہی تیری  
 بت تو مجھی قوت بازو سی ہی تیری  
 ان زگس جادو کو بھی جادو سی ہی تیری  
 باز س مری جان نہ زانوں ہی ہی تیری  
 شتم مجھی مطلب نہیں پٹو سی ہی تیری  
 جاری تو ہی سلسلہ گیوسی ہی تیری  
 کیا نفع طبیب اب مجھی کا ہو سی ہی تیری  
 چپکائی کہ خطرہ اسی لو لوسی ہی تیری  
 اک تیرے ای یار وہ مشکو سی ہی تیری  
 دم ناک میں آیا مرا چھو چھو سی ہی تیری  
 البتہ مجھی ربط سنگ کو سی ہی تیری

کچھ اپنی بغل دیکھ کر روتا ہی تو احسان  
ہاں اٹھ کی کیا کوئی تو پہلو سی ہی تیری

آنکھوں میں مروت تری ای بار کہاں  
نوح خط تو ہزاروں ہیں گلستاں جہانیں  
آرام بھی سایہ طوبی میں نہیں ہی  
لاؤ تو ہو آج پیوں دخت سررز کا  
فرقت میں اس ارد کی گلا کاٹوں گا اپنا  
جن سے کہ ہو مربوط ہی تم کو ہی میمون  
دیکھوں جو تجھی خواب میں می ای کہنغان  
سنی ہی اس آواز کی کچھ ہو گئی وحشت  
دن چینی دو جب دیکھو غار تنگ اسکی  
اس دن کی ہوں صدقی کہ تو کھینچی ہوئی لہو  
ہنتی تو ہو تم مجھ پہ لیکن کوئی دن کو  
ای غم بھی یہاں اہل تعیش نی ہی گھلا  
جب تک کہ وہ جھانکی نقاد ہر ہر سی ہم تو  
اس مر کی سرکتی ہی یہ اندھیری احسان

معلوم نہیں رخنہ دیوار کہاں ..... ہی

بس اپنی بہتری اشکوں کی ریل بھی ہی  
یہ چشم عشق کو لڑکوں کا کھیل بھی ہی



ہزار نامی میں دیکھنا نہ یک اثر بلبل  
تو کیا سمجھ کی بھی اپنا سیل بھی ہی  
جہاں جہاں ہیں ہی پلٹن وہ شوخ شگفتہ رنگ  
سجھوں کو اپنی اسیروں کی جیل بھی ہی  
نہ دلبروں کی تلوں پر تو دل لگا ہی دل  
یہ وہ نہیں ہی کہ تو جیسے تیل سمجھی ہی  
جو پاؤں والوں تو کہتا ہی بس سرکہ حسان  
مگر کسی کو تو اپنا دبیل سمجھی ہی

نہیں سنتا نہیں آتا نہیں بس میرا جلتا ہی  
مکمل ایجان تو ہی وہ نہیں گھر سی نکلتا ہی  
جلا ہوں آتشِ فرقت سی میں ای شعلہ دہشتا  
چراغ خانہ بجو دیکھ کر ہر شام جلتا ہی  
نہیں یہ اشک و سخت دل نری الفت کی دولت  
مرا یہ دیدہ ہر دم محل اور گوہر اگلتا ہی  
کسی کا ساتھ سونا یاد آتا ہی تو روتا ہوں  
مری اشکوں کی شدت سی سدا لگی جلتا ہی  
وہاں ہوں اگر آنکھیں تو وہ دل کو چراتا ہی  
جو میں دل کو طلب کرتا ہوں وہ سنکھین جلتا ہی  
مری پہلو و سینہ میں بتوں کی رہ گئی فخر  
خدا کا فضل جس پر ہو تو وہ اس طرح جلتا ہی  
سدا ہی میری قسمت جوں سدا ہی حلقہ ہی  
اگر میں گھر میں جاتا ہوں تو وہ باہر نکلتا ہی  
وہ بحر حسن شاید باغ میں آویگا ای احسان  
کہ فو آ رہ خوشی سی آج دو دو گز اچھلتا ہی

نہ باغ و باند معنی سی غش یہ جادو گناہ داروی  
مگر تعویذ اس بازو کا باندھو میری بازوی  
نہ بڑھتی سراپا کی لیا دل میری پہلوی  
جو روٹھوں بجای مجھ سی تم روٹھی ہو کس لوی  
یہین سٹی رہو پان اپنی منہ سی دومی منہیں  
قسم تم کو مری سر کی نہ سر کو میری ز انوں سی

یہ لکھ میں سمجھتا ہی نہیں کل کی گئی کل ہی  
 ہوا دشتِ محبت طے عزیز و دوستو ہرگز  
 نہ خسرو سی نہ شیریں سی نہ محبوبی شادی  
 فغان ہی شور ہی فریاد ہی نالہ ہی زاری ہی  
 کہا باز و کو بانہ صو خون کو لو ہاتھ سی میری  
 مبادا اوس سرور گل رخسار کی کو کای غم جو  
 پس کا کل ہوں سرگرداں بڑا بول آجیش آیا  
 نوید گر یہ شادی مبارک ز غم دل تنگو  
 لب زخمِ جگر فی تیر دل و زکمان ابرو  
 الف قامت ترا یم دہن جو نہ نوں نوں ہی  
 نصیحت نامحوں کی مارتا ہوں دعا پر ہر دم

نہ زاہد ہوں نہ میکش ہوں نہ مینا ساز ہوں احسان  
 نہ مجکو کام مینی سی نہ مینا سی نہ مینسی سی

بس خاکِ قدم دیکھی تکرار بہت کی  
 چڑھو تجھی رہ بچہ تکرار بہت کی  
 ہرگز نہ گئی پیش نہ آیا مہر بنی ہسر  
 لائی کشش دل ہی تہیں تمنی تو ورنہ  
 اوس چشم فی دیکھا دل جیسا کو میری  
 مٹی مری اس خاک فی ہی خوار بہت کی  
 خوش رہ کہ خوشامد تری ای یار بہت کی  
 ہر چند کہ زاری پس دیوار بہت کی  
 یہاں آئی میں اک عمر تلک عار بہت کی  
 بیمار فی کل خاطر میرا بہت کی



در و کی تصور میں ہوا قتل مراد دل  
 عشاق میں میں ہی ہدف تیر ہوں ادسکا  
 اس طرح کا بی دید تو گم ہوگا جا نہیں  
 صورت تری آگے ہی بھوکا تھی دیکھن  
 یہاں اٹھ پر جنس سی و نام فی دکھائی  
 یارب نہ رہی نام جدائی کر رہ عشق  
 معلوم کوئی دن کو تجھی ہوگی حقیقت  
 ہر چند کہ خط سی بھی دھواں شکل ہی ایسہ  
 گھر میں نہ تری کو دسکارات میں  
 بیوہ کی آثار نہ دیکھی کبھو ہرگز  
 کم ہم سا خریدار ہم پہنچی کا اس کو

بولا سر منصور سردار پہ احسان  
 حق ہی کہ سزاوار تھی پندار بہت کی

پوچھی نہ خبر کبھی ہماری  
 ہم لائق بندگی نہیں تو  
 ای دیدہ نم نہ قسم تو ہرگز  
 سیاں تیری کری بٹ بٹ کھیں  
 ہم جان بچی کہ جان کی ساتھ  
 چلنی کا لیا جو نام توئی  
 لی خوب خبر اجی ہماری  
 بس خیر ہی بندگی ہماری  
 ہی اس میں ہی بہتری ہماری  
 پھر ایسے ہی زندگی ہماری  
 جا دیگی یہ جانکنی ہماری  
 بس جان ابھی چلی ہماری

بگری ہو بلی بھی بات کہتی      قسمت ہی بری بنی ہاری  
 اس زلف کی سلسلیں ہیں ہم      ہی عمر بہت بڑی ہاری  
 کیوں کرتے کئی زبان تہائی      ہاں اور کرو بدی ہاری  
 کہتی ہیں پلٹ گیا وہ رہی      تقدیر الٹ گئی ہاری  
 اب بنتی ہیں ہم یہ لوگ درنہ      مشہور تھی یہاں ہنی ہاری  
 ہم آہتی ہیں ملک عشق کی      بیٹی کسی فی کھی ہاری  
 کیا کام کسی سی ہکو احسان

ہم اور یہ کیسی ہساری

ہم تمہاری ہوں نہوں تم ہاں مگر اگر دو چار کی      ایک کی ہوتی ہیں کب صاحب مگر دو چار کی  
 عشق میں چھی رہی اپنا قدم ممکن نہیں      ہم میں سردی کی کو بیشتر دو چار کی  
 عشوہ و ناز و کرشمہ غمزہ و آن و ادا      ہم تو کشتہ ہیں نہیں آٹھوں پہر دو چار کی  
 بند جو اغیار فی باندہا غائبہ پر کھلا      آشکارا ہو گئی ہم پر ہنر دو چار کی  
 اپنا نقشہ بیٹھی تب جب ایک نقشہ بیٹھی      ناک پر دو تین کی اور کان پر دو چار کی

گرتی دامن دولت سی نہ لگتی عاشقا      کیوں گریباں چاک ہوتی ہر سحر دو چار کی  
 چار قاصد و ہاں تھی بھی دور کی ظلم فی ظن      اس کی کوچہ سی پھری ہیں نامہ ہر دو چار کی  
 نخلِ مژگاں پر شمرخت جگر میں ان دونوں      ہم نہیں محتاج ای رشک قمر دو چار کی  
 عشق نقد داغ دل دیتا ہی خوش ہو کر      یعنی یک - یک رہتی ہیں یہ نادر شمر دو چار کی

آٹھ نو اشعار پھر کہہ پانچ سات احسان نکر  
 اس سی بہتر سن چکا ہوں شمر دو چار کی



خاک میں ملتی ہیں تجھ سے روز گھر دو چار کی  
 جھکومت چھڑو معاذ اللہ میری لب تلک  
 یہ غرض میری نہیں دس بیس کو تو قتل کر  
 گزرا ق سیر میں ہو وصال اپنا دلی  
 کیا زمانہ آگیا اور کیا ہیں مردم سیر چشم  
 ستوش و ترنج آویں جی میں اک سفاکش بنے  
 چارہ ساز و بسی جا کر حال دل میرا کہو  
 ابرو مژگان چشم و غل و زلف خطا ہیں ہر  
 ہر طرف کوچی میں تیری شور ہی ہنگام رہی  
 نذر ہو رہتی ہیں تیری در پہ سر دو چار کی  
 نالی سراپاں تو پھٹ جائیں  
 ایک اتنا چاہیے ہو دل میں ڈر دو چار کی  
 ہم تو منت کش نہ ہوں گی بہر دو چار کی  
 ان تلک طلب بھی آجادیں اگر دو چار کی  
 چار اگر پاتی ہو کہدیں دو ہی گردو چار کی  
 کہنی میں البتہ ہوتا ہی اثر دو چار کی  
 تو نہ فن میں آدلا بار دگر دو چار کی  
 خون ہو رہتی ہیں وہاں ای بخر دو چار کی

چارہ احسان بچارہ ہی یہ ای چارہ ساز  
 اس تلک ناچارے چل دوش پر دو چار کی

چنگیاں لی ہی کر اٹھ بیٹھ جو مرجای کوئی  
 کیوں کی گزریگی نہ گزرو گی جو تم پارا دہم  
 مری مرنی سی ترا شہرہ ہوا یا قسمت  
 ایک دم کا بھر و سا نہیں مانند حیات  
 شمعیں سرنہ کٹی اس کا یہ امکان نہیں  
 دل مرا تم نی چرایا مجھی الٹی ہی فیکر  
 آپ کی عہد میں یہ رسم ہی دیکھی ہم نی  
 ای سنگرتی ہا تقوں سے کدھر جای کوئی  
 پس یہ مرضی ہی کہ بس جیسی گزرجای کوئی  
 کہ بگڑ جای کوئی اور سنور جای کوئی  
 بحر ہستی میں عجب آگی ابھر جای کوئی  
 بزم خواباں میں جو بادیدہ تر جای کوئی  
 نہ خبر پای کوئی تانا نہ بچھر جای کوئی  
 کہ گنگار کوئی اور ہو ڈر جای کوئی

گھر سے نکلو کہ میں گھر کی نہ کچھ یاد رہی گھر میں بیٹھی چوٹی ہستی ہو نہ گھر جانی کوئی  
یوں تو سمجھائی سنی آتی نہیں احساں کو سمجھ  
کیا تماشاً ہو کہ دل لیس کی مکر جانی کوئی

کہ ۱۲۹  
۱۲۹

جان اپنی چلی جانی ہی جای سی کسو کی  
وہ آگ لگی پان چبائی سی کسو کی  
بجھنی دی خد آتش دل اور نہ بھڑکا  
کیا سوئی پھر فل ہی در یار پہ شاید  
کہد و نہ اٹھائی وہ مجھی پاس ہی اپنی  
جب میں نے کہا آئی من جانی بولی  
چچی میں جو کچھ بات کی میں فی تو یہ بولی  
یارو نہ چراغ اور نہ میں شمع ہوں سکن  
پاتا نہیں گھر اس کا سمجھتا ہی نہیں ہیں  
جب اس کی کہا میری سفارش جس کوئی  
اک طعن سی یہ ہنس کی لگا کہنی کہ بیشک  
ہم اور بھی روٹیں گی منائی سی کسو کی  
ہم تو نہیں دینی کی دبائی سی کسو کی  
ہر شام کو جلتا ہوں جلای سی کسو کی  
اس بیت کی معنی بھی بتائی سی کسو کی  
حاصل بھی رلائی سی کڑھائی سی کسو کی  
ہم روٹتی موتی ہیں رلائی سی کسو کی

کہتا ہی کہ احساں نہ کہی لگا تو سنی لگا  
مطلع یہ کہا میں فی کہا سی کسو کی

یہ رنگ نہیں میرا ستای سی کسو کی سوکھا ہی ہو پان چبائی سی کسو کی



ہم گوہیں پتنگ اور ہوتم شمع صریحا  
 گوشہ ہی میں نہ مٹتی ہیں عین فراست  
 دوبارہ جوتی کہتی ہیں ڈوبا ہی ستارا  
 خط و تختی آپ کی موجود ہیں جھپٹاں  
 سر پاؤں بھی کچھ بات کاٹھی ہی کہیں یاد  
 پیار سی یوں اپنی تو نہ پھیرتا آنکھیں  
 چاروں طرف اندھیر نظر آئی ہی جگہ  
 اغیار اگر بھول دیں دستار پتہ دکھ  
 کیا قاتی ہو کیوں یاد کنای سی کوکی  
 سو جھی یہ ہیں آنکھ دکھائی سی کوکی  
 شہرہ یہ ہوا غوطہ لگائی سی کوکی  
 کیا فائدہ یہ جھپٹل پڑھائی سی کوکی  
 ہاتھوں کی لکیریں بھی مٹائی سی کوکی  
 یہ چشم نہائی ہی سمجھائی سی کوکی  
 دیکھا ہی یہ کچھ زلف دکھائی سی کوکی  
 کیا فائدہ ہی سر پہ چڑھائی سی کوکی

چسکی سی یہ کہتا ہی کہ پھر شعر و ترنہ احساں

پڑھتا ہوں غزل اور پڑھائی سی کوکی

افسار گئی خشم میں آئی سی کوکی  
 جو خون کر کے خون لیا جائی ہی اس ہی  
 ہٹ ہٹ کی تری کہنی سی جگہ ہوئی ہٹ  
 ججا جاؤں جو تو کہو لی کہ لی بوسہ رخسار  
 کچھ اس میں بگڑتا ہی بھلا یا رسو کا  
 اس عہد کا ناتا بھی ہی اک شتہ کا آراء  
 ای سوزن بزرگان تجھی یکوی ہی  
 لے شعلہ  
 ہم کو بھی نہیں خوف ہی تم شوق سی بگڑو  
 کام اپنا بنائے کی بنائی سی کوکی  
 عقدہ یہ کھلا فصد لگائی سی کوکی  
 ہٹنی کا نہیں اب تو مٹائی سی کوکی  
 رخ کو پھر اچھائی سکھائی سی کوکی  
 جو کام بنی ہونٹ ہلائی سی کوکی  
 اس دام میں پھنسیلو نہ پھنسی سی کوکی  
 برگشتہ نہ ہم ہی ہو سکھائی سی کوکی  
 بھڑکوزہ جھٹ ایک لگانے سے کوکی  
 بگڑو ہوا اگر بات بنائی سی کوکی

گر زندگی باقی ہی تو ای سبز خطر پھر ہوتا نہیں کچھ نہ ہر کھلائی سی کو کی  
 کہتی ہیں کہ کچھ تو ہی جو وہ تجھ ہی کرتا میں چور بننا آنکھ چرائی سی کو کی  
 گودر پتی احسان ہیں شیطاں دلی وہ  
 حق اپنا نہ چھوڑیگا چھڑی سی کو کی

غیر کی دل پہ ای یار تو کیا باندھی ہی  
 بااہوس جامہ عریانی عشاق کو دیکھ  
 یوں شرر چھڑتی ہیں جیسی کہ ہوائی ہی چٹی  
 دل سرگشتہ بھی ایک بلا میں ہی پھنسا  
 یہ تو تجھ سی نہ ہو آؤ شب تار میں یا  
 دیکھ کر توڑا گلے کا کوئی دل دیتا ہی  
 بے وفاماندہ کی رکھی تو نہ تجھ پاس ہوا  
 ناف آہو میں نہ کس طرح سی جا کر وہ چھپی  
 ایک جھگڑا لو کی دختر یہ ہوا ہی عاشق  
 جب جفا سی تری ہوتا ہوں خفا غصہ سی  
 جب کہا میں فی کہ جوڑی کو مری جان نہ باندھ  
 کھول کر بالوں کو آشفقت و برہم ہو کر  
 سہل یہ طور ہی احسان غزل اک اور بھی لکھ

ہی وہ اک باد فروش اور ہوا باندھی ہی  
 تو گر بیاں سی کیوں اپنا گلاب باندھی ہی  
 اک سماں آہ مری تا بہ سما باندھی ہی  
 کبھی کھولی ہی کبھی زلف دو کا باندھی ہی  
 تار شکوؤں ہی کا تو صبح و سنا باندھی ہی  
 منڈ چراپن سی تو کیوں اپنا گلاب باندھی ہی  
 کیا کروں پاؤں مرادست وفا باندھی ہی  
 شک کی مشکیں تری زلف رسا باندھی ہی  
 دل مرا جان کی جھگڑی کی بنا باندھی ہی  
 ٹکٹی میری طرف مہر و وفا باندھی ہی  
 بند محرم کی میں باندھوں گا تو کیا باندھی ہی  
 پیری کہنی سی کہا میری بلا باندھی ہی  
 ہی کھلا سب پہ تو مضمون بندھا باندھی ہی



نالہ جوں رعد نہ رعب اپنا سدا باندھی ہی  
 سلسلہ اشک مسلسل کار ہے حشر تلک  
 آہ بھی برقی نط اپنی ہوا باندھی ہی  
 سہرہ عشاق کو کون اسکی سوا باندھی ہی  
 توڑی ہی فرق اہل دست قضا باندھی ہی  
 کیوں تو ای کا ودی سجد میں گدھلا باندھی ہی  
 باندھ کر اتھ ادب سی یہ کہا میں فی بیکار  
 ق آب کی پانی مبارک کو حنا باندھی ہی  
 ہنس کی بولی مری تقدیر مونی لگی آئی ہی یہ  
 میں باندھوں ہوں تنہا کو مجھے کیا باندھی ہی  
 نصف شب کہو ہی توئی مراد نہ کھولا  
 اب وہ بہتان مری سر پر کھلا باندھی ہی  
 دام اس زلف سی پھر دام لٹی توئی دلا  
 قرض بہتر نہیں کیوں اپنا گلا باندھی ہی  
 کس کی آمد ہی کہ ٹیل کی گئی پاؤں میں پھول  
 گٹھریاں باغ میں فنجوں کی صبا باندھی ہی  
 تیری ابرو کا بڑا کون منکے گاساں  
 کون اس عہد میں تر واد بھلا باندھی ہی  
 مطلب اس کا ہی نہ چکا ہوں سی واسطی آپ  
 پٹی زخموں پر مری ماہ نقا باندھی ہی  
 بندگی میں تو یہ بندہ بھی ہی ای بندہ نواز  
 دست سی اپنی تو کیوں بند قبا باندھی ہی  
 اک ادا سی یہ لگی کہنی بھی آن کی آپ  
 ق تو تو مضمون ادا سب سی جدا باندھی ہی  
 اس ادا بندی کا لیکن یہ عوض ہی احسان  
 میں اسی باندھوں گا جو سیری ادا باندھی ہی

دلربا تجھ سا جو دل بینی میں عیاری کری  
 پھر کوئی دلی میں کیا دل کی خبر داری کری  
 کس کو اس کا غم جو جس دم غم وہ زاری کری  
 ہاں مگر نیز ای غم عاشق کی فنجواری کری  
 جس صحت میں ہوا اس چشم ہی یہ حال دل  
 جس طرح انسان کو بے حال بیماری کری

تو مسلمان ہو کی کافر کی طرف داری کری  
 ہر طرح سی بیطرح تیری طرف داری کری  
 سچ ہی یہ انسان کو حیوان بیکاری کری  
 ہر گھڑی کی پاسداری ناز برداری کری  
 اس کو دادوں جو میری خریداری کری  
 گرد زربت چاہی پردوں کی تیاری کری  
 سادہ غیرت سی ہمیشہ گریہ و زاری کری  
 اشک خوین سی یہ بندہ جوی خون جاری کری  
 تجھی یوں توڑی نہ یاری بخت گریاری کری  
 ہووی طالع جب مر طالع بد دگاری کری  
 میں یہ ڈرنا ہوں مبادی اب بھی عیاری کری  
 سوتم آٹھوں پہراک نو گرفتاری کری  
 بل بی تیرا ہوٹن بی ہوشی میں ہشیاری کری  
 میں ہوا ہلکا ہوں تو کیوں مکی جی بھاری کری

منہ لگادی زلف کو برہم ہو مجھ پر حیف ہی  
 کیا طرح جینی کی ہو جب حال دل ای جان کی  
 آدمی بیکار بار عشق ناکارہ ہی محض  
 یار جب تو ہی نہ رہوئی کسکو مطلب ہی کہ یار  
 میں خریدار لک کا ہوں جن کا یہ مجھ پر داری  
 مر گیا ہوں عشق میں پر دہ میں کی ہنڈھیس  
 ذکر جوئی شیر ہر دم اس لٹی عاشق سی ہی  
 تیری ٹھلوں میں سنای رشک شیریں تو بھی  
 بخت میں بخت میری سخت دشمن ہیں وہ دوست  
 مشرق خانہ سی وہ خود شید عالم تاب تب  
 بعد مردن دیکھ کر جھکو جھجک کر یوں کہا  
 کیا کروں کیوں کر جیوں جب دل پہ میری ہنسنو  
 مست می ہو کر جو میں لپٹا تو یوں کہنی لگا  
 مر گیا تو ٹل گیا کوہ الم سینہ سی یار

شعر احسان میں وہ جادو ہی بقول

جن سی ساحر ساری کب و نگاری کری

دباں کی سب اہل محلہ چھوڑ کر گھر جائیں گی  
 مت کر وقصہ کو بر با کئی ہی گھر جائیں گی  
 ایسی باتوں سی سنایم مفت میں مرجائیں گی

تری کوچی میں جو ہم نالوں کی خوگر جائیں گی  
 ہاتھ جب تجھی اٹھاوے گی کہ ہم مرجائیں گی  
 گھر نکھو میرا سا کر یہ کہ ہم گھر جائیں گی



ہم تو ای پردہ میں اس گھری باہر جائیں گی  
جانب کوئی تباں جوں باد سر جائیں گی  
اس قدر چھپر و لگا انکو وہ بھی رو کر جائیں گی

دولت دیدار سی میری دل در جائیں گی  
گہ خدای تیغ و گہ قربان بن جائیں گی  
کچھ بھی غیرت ہی اگر جان وہیں جائیں گی  
یاد دین ساتھ لیکر شور محشر جائیں گی  
ای تو تو دھکی سی تہا دی کیوں ہم در جائیں گی

جائیں گی ہم در سی تیری لیک با صد نالہ آہ  
یہ غزل احسان کی پڑھ کر اکی تنگر جائیں گی

ہاتھ جب غیروں کی یوں چلوں کی اند جائیں گی  
خاک آب گریہ سی آتش بھی ناچار ہم  
کیوں تو رونما ہی دلا آتی دی روزِ وصل کو  
ٹھنڈی ٹھنڈی سانس بھر نہی تھی ای بدم  
ای خداوندی کریم ای کار ساز ای بنی نیاز  
کھنگانِ شوق فانی جب ملک ہی دم میں دم  
پنجرہ مژگانِ خوں افشان عاشق دیکھ کر  
نغمگانِ خاک بھی جائیں گی جب ہم زیر خاک  
بوسہ مانگا ہم فی دھکا کر تو یوں کہنی لگی

داغ بردل نالہ برب دست بر سر جائیں گی  
سینہ پر داغ کا جب لیک محضر جائیں گی  
ہاں مگر نالی مری اوپری اوپر جائیں گی  
گاہ بستر پر گئی ہم زیر بستر جائیں گی  
آہ دست و تیغ قاتلِ خون میں بھر جائیں گی  
بہرِ غمخواری مگر لڑکوں کی پتھر جائیں گی  
ایسی ٹی ہی ہم فی پکڑی ہے کہ مٹ کر جائیں گی

ہم نہ اس درسی نقطہ بادیدہ تر جائیں گی  
کیا قیامت ہوگی محشر میں تیری خونین کفن  
تو نہیں آتا ہی جو کوٹھی پر ای دریایِ حسن  
گریہ بیباکی دل ہی تو وقتِ خواب آہ  
یوں حاوی تیری دیوانگی سر پر وقتِ نزع  
دم بدم بھرتا ہوں آہیں اسلمی میں وقتِ نزع  
خاک کوئی یار پر ہم گئی جوں نقش پا

زیر دستوں سی تہاری جھٹیں جاتی ہیں بیش  
 روی زلف و قد یہ تیری رشک گل جی نیار  
 باز آئیں گی تپش سی تبہ دل و جان و سگر  
 فوج غم ہلکار کردل پہ مری ای جان من  
 گرہی پردہ ہی تیرا ہم سی ای پردہ نشین  
 آئیں گی کیا کیا زمیں پر زلزلی ای فتنہ گر  
 بکوں نہ جی بھی کہ دل سا اٹھ گیا پنا جگر  
 بنی ستوں سی کوہ کن وادی سی جنوں نعروں  
 سر بر سر عشق بھی دوڑ لگا ہم بھی ساتھ ساتھ  
 ایسی نقشہ سی جہاں ہی یار کا نقش قدم

قصہ کعبہ فرض ہے کوچی میں اس دلداری کی

گر مقدر میں ہی احسان ہم مقرر جائیں گی

مرا بھی نخل دعا مج کو بار دکھلاوی  
 ہمیں مدینہ کو پروردگار دکھلاوی  
 امید بوسہ کہاں جب عذار ہی اپنی  
 اجر گیا ہی دیار دل اس میں اب کوئی  
 عنان صبر نہیں تھمتی زینہار بھی  
 وہ روز روزن دیوار میں سی راز کہیں  
 الہی یار خط مشکبار دکھلاوی  
 خدا رسول خدا کا مزار دکھلاوی  
 ہزار عذر سی وہ گل عذار دکھلاوی  
 ہماری بستی کو اجر ادا یار دکھلاوی  
 سمندر ناز نہ وہ شہسوار دکھلاوی  
 یہ روز روز ہمیں روزگار دکھلاوی



کیا یہ میں فی کہ اس آشنا کا قائل ہوں  
 بغل پیٹ کی بونی تھی ہی نہ نظر  
 دیکھہ میں کر د ذکر محنت رندو  
 کیا جو وار فی میں دل کو بونی ہی کوئی  
 جو کم ہو وی تو دل اپنا ہاتھ پر رکھ کر  
 خیال اس کی جو پستان کا بھول بھی جاو  
 ہماری منہ کو نہ کھلاوی کہہ دنا صبح سی  
 نہ لالہ زاد کو دیکھو کھو مری صاحب  
 وہ آر سی ہی لئی ہاتھ میں مرا مطلع

یہ اسکو لکھ کی کوئی دوستدار دھلاوی

ہمیں نہ ان کی ایک دم سنگار دھلاوی  
 رخ مراد خدا محکویا ر دھلاوی  
 ہوئی مشق ستم اس ہماری نو خط کو  
 قلق سی دل کو مرہ بجان پر ہی آن بنی  
 یہ دکھ نہ دیکھ سکوں گا کہ میری مہر کو فلک  
 اہل سی کہہ د کہ بس اب نہ اس سی زیادہ  
 نہ کیوں کہ پھولیں مری دست پاکہ بیہ گل  
 بھروں جو فکر میں زلفوں کی آہ برہم ہو  
 جو پوچھوں دل کی خبر بوجہ نگاریں سی  
 تو آئینہ کو ہمیشہ بہار دھلاوی  
 کہ یعنی تیری قدم ایکبار دھلاوی  
 کوئی ہماری بھی لوح مزار دھلاوی  
 خدا کسی کو نہ یہ اضطراب دھلاوی  
 تو آپ دیکھی ہمیں انتظار دھلاوی  
 عذاب زندگی ستعار دھلاوی  
 گلی میں بہن کی پھولوں کی ہار دھلاوی  
 کروں جو ذکر مزہ کا کٹار دھلاوی  
 ملال کر کی کبوتر نگار دھلاوی

غیر دیکھے ہے جھلک تیری کیلئے پردہ میں  
 تیرے قدموں کو لگوں تو مرا تیرا جو بلند  
 اب کے تو ایک غزل ست سے پڑھ دے  
 شب کو جانے جو نشہ میں وہ نشہ میں کو لگے  
 سن کے بولے میرے دشمن کا بنا دستِ خوب  
 میں کہا شاعرِ پرن سے یہ باتیں باتوں  
 سامنے جھوٹوں کا تو سردار ہے کم طرف ہے تو  
 بات کچھ کہہ تو نصیحت کی ادھر دیکھے ہے کیا  
 تو نے تم کہہ عالم کو نیا یا ہے مگر  
 ساقیا اس کی تشفی میں بہر کیف یہ کہہ

آتش اس پردہ کو لکا تیری چلوں کو لگے  
 زرِ خالص ہے جو پار میں کبھو آہن کو لگے  
 تا نظر تیری نہ اس نظم کے گلشن کو لگے  
 میں یہ بولا کہ نہ ٹھوکر کس دشمن کو لگے  
 آگ اس جسم کو جو بے بولے کہ بگھر میں کو لگے  
 بولے جھلسا اٹھے لوکا تیرے اس فن کو لگے  
 تن کو کیا ہاتھ نہ تیرا مرے برتن کو لگے  
 کیوں لگا گھوڑے لوکا تیرے بچن کو لگے  
 آگ اس تیرے دل شیوہ شیوں کو لگے  
 بس گئی ایسے ہے خنکے تیری سوکن کو لگے

### غزل

نقدی داغ دل غم الفت میں مل گئی  
 راحت نہ ایک دن شبِ محنت میں مل گئی  
 راہ مانگ کی نہ جاہد محنت میں مل گئی  
 یک زخم تیغِ منہ پہ لگا کر مجھے کہا  
 فرماں سخنِ اقرب ہم وصل سے میں دور  
 عالمِ تمام مکملہ ذاتِ احد سمجھ  
 روحی عروسِ عیش تو پروا نہیں ہے کچھ  
 بارہ برس کی عمر میں ہے چودھویں کا چاند

دولت لکھی تھی جو میری قسمت میں مل گئی  
 نختِ ہاری خاکِ معیت میں مل گئی  
 یہ تو مڑک ہے کوئی محنت میں مل گئی  
 رنگت تیری شہاب کی رنگت میں مل گئی  
 تبعیتِ فراقِ طبعیت میں مل گئی  
 وحدت کی راہ ہم کو کثرت میں مل گئی  
 تنگی میں غمی الگ وہ فراغت میں مل گئی  
 صورتِ سبکی کی چاند کی صورت میں مل گئی



احساں کی راہ قطب تو مکہ کی راہ تھی  
 ایک ارزو تو تھوڑی سی مدت میں مل گئی  
 صد شکر بادشاہ کا مجرا ہوا نصیب  
 دولت جو لکھی تھی میری قسمت میں مل گئی

### قطرہ

میں یا لکھوں تو یار تو بڑھ کر خفا ہوا  
 خوشی شکر ساری شکایت میں مل گئی  
 لکھی تو نقطہ چاٹی مرا اس میں کیا قصور  
 ظالم صداقت اپنی صداقت میں مل گئی  
 بابت کی بدال مرا لکھی بذریعہ کیا  
 اصلاح خوب آج تو بابت میں مل گئی  
 غلت نشیں ہے دختر رزخ میں ترا ہدا  
 وہ مل کے تجھ سے تیری ہی ملت میں مل گئی

عیب گیری سے حذال ہنر کرتا ہے  
 قصہ آہو میں مک اوقات بسر کرتا ہے  
 رخ پہ وہ زلف ادھر گاہ ادھر کرتا ہے  
 صبح کو شام کبھی شام سحر کرتا ہے  
 دست بر سینہ اگر تو ہے تو لازم ہے تجھے  
 ابر مجرا تجھے اے دیدہ تر کرتا ہے  
 زاہدا سجدے میں یہ دیر نہ کر بھید ہے  
 گنج قرار دن پر تو حسرت سے نظر کرتا ہے  
 زخمی نام نہ ہو نقش نگیں کے مانند  
 نام داری ہے مفر نام مفر کرتا ہے  
 میں کہا بیٹھے جی بولے کہ رات آدھی تجھے  
 کیا اجی بیٹھوں کبھی میرا خطر کرتا ہے  
 میں نے جب سچ سے رکھا صبح  
 اس طرح کی بھی دعا کوئی بشر کرتا ہے  
 پاؤں کو ہاتھ لگایا تو بہ عذر تقصیر  
 بولے یہ فعل تینا بار دگر کرتا ہے  
 گل رچنا کو نہ لاپاس ہمارے ہدم  
 اپنا دل بوی مسافر سے خند کرتا ہے

سر پر چشم بتاں کی کہوں کیا چیز ہے یہ  
 داغ دل کو رکھوں عشق میں کس طرح عزیز  
 اثر گردش چشم بت پر فن ہے یہ جو  
 اس تیرے در سے کہاں جادے دیوانہ تیرا  
 تجھ کو ہے غم سزاوردی مری جاں مجھ پر  
 بے خبر ہے خبر احوال سے میں تیرے نہیں  
 کیا وہ مومن ہیں جو کہتے ہیں کہ سو ابر کھیل  
 یہ وہ فرقہ ہے کہ شیطان علیہ العین  
 کیا گلشن میں شغل سی دیان تجھ کو  
 ہر بانی سے نہ اٹھ غیر کی تعظیم کو تو  
 عاشقان غزل تلمذہ تو پڑھ لے احسان  
 اس کو گولا لگے یعنی یہ شب اول شباب  
 مدام زلفیں ہیں برہم چین سدا سرکش  
 تصور صف ترگاں ہے مے کشور دل میں  
 زبس یہ فوج چٹری ہے اسکی دہشت سے

گھر کے گھر کھودے اور گھر کرتا ہے  
 کہ میرے واسطے یہ سینہ سپر کرتا ہے  
 بحر کو جا کے میرا اشک بھنور کرتا ہے  
 کار زنجیر ہاں حلقہ در کرتا ہے  
 تیز دنداں سدا میں سفر کرتا ہے  
 مجھ کو ہر کار کے ہر کارہ خبر کرتا ہے  
 سوے خیر البشر اے یار گند کرتا ہے  
 ان کے مکروں سے شب روز حذر کرتا ہے  
 غنچہ لالہ کو شرمندہ مگر کرتا ہے  
 فتنہ برپا ابھی یہ رشک قمر کرتا ہے  
 نظر عشق سے معشوق نظر کرتا ہے  
 توپ کیوں صبح کی یہ توپچی سر کرتا ہے  
 چراں کس نے ہیں کسی رویا گھڑی  
 پناہ تیری کہ تو نے تباہ کی گھڑی  
 بغل میں جبرخ کی ہے ہر شب ہی ماہ کی گھڑی

سرخ چٹھا جو بندھا ہم پہ کھلا رازیاں  
 تیرے ابرو کا جو کشتہ ہے وہ زندہ ہے مدام  
 بسکہ گریاں غم فرما دیں ہے کوہ مدام

نہیں بے ایچ کہ تیج اس تیری دستاویز  
 اثر آب حیات اس تیری تلوار میں ہے  
 آب شیریں ہے رواں دامن کو ہلا میں ہے



تھکو بھی کچھ ہے خبر دے تھا جو آٹھ پہر  
تین پانچ اس میں نہ کر جائے شش بج ہے یہ  
جان اصلاح نہیں اس عاشق ملیا رہی ہے  
ایکو شکر ہے چسپاں ابھی دو چار رہی ہے

قحبہ دنیا سے یوں ہم کردفن سے لگ چلی  
اس پری سے شب جو ہم دیوانہ میں سے لگ چلی  
جوں ہی آیا سیرگفتن کو میرا سر و بلند  
عادی ظلم و ستم تو کردہ شور و شغب  
یوں الگ ہو تم کو لگ لگیں نہ دو بار کہیں  
گو ہر اشک اپنی لے نبیان یہ چشم ہم نہ دیکھ  
چن چل کہنے سے تیری چل چل ہوتا ہے جی  
جوں جوان پر طمع ایک پیرزن سے لگ چلے  
لگ نہ لگ لے جانی کو لوں سو بخت سے لگ چلے  
شرم سے شمشاد جھک جھک کر چین سے لگ چلے  
عیش سے ہو کر الگ رنج و غم سے لگ چلے  
دل تمھارا بھی کیا یہاں شکن سے لگ چلے  
آب میں یقینیت میں یہ حیرتوں سے لگ چلے  
جال جب یچھو تھیں بدین سے لگ چلے

ق

نخل بند اہل لے لے گئی کیا کیا نہال  
باغیاں قضا نے اس قدر کی پرورش  
مطلع تازہ پڑی گئے اور بھی احسان کہ پھر  
بعد مردن کون ہم سے خستہ کن سے لگ چلے  
روم روم اپنا تو ہے شام غریبی پر نشان  
آج کچھ کڑوا ہوا شیریں سے خسرو ہے ستم  
بای ری قضا وہ پستان لے تیری قدرت کریم  
اس چمن سے میں اب لگنے اس چمن لگ چلے  
اللہ اللہ کیا ادبان یہ بود باہی کس لگ چلے  
دل کسی سے جب لگا شعر و سخن سے لگ چلے  
لگ چلا ہم سے کفن یا ہم کفن سے لگ چلے  
اپنی وہ جانی کہ جو صبح وطن سے لگ چلے  
وہ بھی عیاری اگر ہو کو کہن سے لگ چلے  
کچھ انا را بان دنوں سرو چمن سے لگ چلے

سحر ترائی عشق میں پرہیز لازم ہے یار  
 سب زنون میں بدترین زن ہے یہ دنیا  
 میں تمھاری عقل پر دیوانہ ہوں تم کیوں پلا  
 عشق ہی اسی عشق جان فرما تو دے درد  
 غم یاں تو بکا ہوا کھڑا ہے  
 ہلتا نہیں تیسری در سے یہ عشق  
 خونین کفن شہید الفت  
 ملک گوشہ چشم ادھر بھی کوئی  
 دامن کا ہے گھیر کر دجائیاں  
 یوں دل سونگل میں میں نے پالا  
 یہ سوختہ آبلوں میں دیکھو  
 کیا سمجھے سنا ز عشق تاج  
 مجری کو تمھارے ابروؤں کے  
 گر گریہ ہے خزانہ دل  
 میزان نہیں ملتی میری اوکی  
 گھر سے تو نکل کہ در پہ احسان  
 پلکوں سے گری ہے اشک ٹیپ

قطع

یاں ادوی کی فتح ہے جو صرف تیرے لگ چلے  
 وہ عجب نامزد ہیں جو اسی زن سے لگ چلے  
 اس دوانے یا دے سچی سرن سے لگ چلے  
 مژدہ احسان زخم نو داغ کہیں سے لگ چلے  
 قدوی ہے خدا ہوا کھڑا ہے  
 مدت سے ملا ہوا کھڑا ہے  
 دولہ سا بنا ہوا ہے  
 کونے سے لگا ہوا کھڑا ہے  
 کیوں جی وہ گھرا ہوا کھڑا ہے  
 یہ مجھ پہ پلا ہوا کھڑا ہے  
 سے لدا ہوا کھڑا ہے  
 قبلہ سے بھرا ہوا کھڑا ہے  
 خراب جمعکا ہوا کھڑا ہے  
 میٹھے ہی گا کیا ہوا کھڑا ہے  
 غصہ میں پلا ہوا کھڑا ہے  
 کیا غم میں گھرا ہوا کھڑا ہے  
 پٹ سے وہ لگا ہوا کھڑا ہے

شجر کوہ جی آہوئے ہامون ٹھہرے  
 ہے ٹھہرا یہی میرے دلی میں ہے مضمون ٹھہرے



کوہ دوریا میں ہے تاثیر بر وقت یلان تک  
 ٹھہرے کانپے ہے سمندر درونِ آتش  
 ٹھنڈے کانپے ہے فرما دیہ کہتا ہے یہی  
 سراٹھایا ہے یہ سردی نے کہ عشاق کی اب  
 ہاتھ سے ٹھہر کے دم گرم ہے بولی لیلی  
 ٹھنڈے ٹھنڈی بے آتش ناز تیرے مرغ  
 بلی ٹھہری ہو ا بلی برودت احسان  
 سنگ میں لعل صدف میں درکنوں ٹھہرے  
 شل لکان زمین ساکن گردوں ٹھہرے  
 مجھ کو اندیشہ ہے شیریں کا نہ گل گل ٹھہرے  
 بسر نوک فترہ اشک بر جلوں ٹھہرے  
 کر بیا بیاں میں میرا آہ نے مجسٹوں ٹھہرے  
 کیا تعجب ہے اگر خم میں غلاطوں ٹھہرے  
 بھگو ڈر ہے نہ میرا ناظم سوزوں ٹھہرے

ولہ

دلوں میں ہاتھ میں سبھو شراب کے بدلے  
 سمجھتے زینت دیا ہے چشم اہل علم  
 ہاتھ میں میرے نہیں محرم سنہری رات سے  
 کیا ہی بادل نظر آوے ہیں دھواں ار مجھے  
 برق چمکے ہے دکھا موج تبسم مجھ کو  
 مجھ کو مسجد سے نکالائیں اب لے یہ ثواب  
 برہمن ہیں متلاشی کمن لاغر کے میرے  
 تیرگی اتنی آگئی اس آئینہ رو کے سپر  
 اس شب تار میں غم سفر کوئی صنم  
 جو جلا دوں جو اگر روئے عیث مجھ کو عشق  
 جب خیال آیا کہ اڑ کر تیرے در پہ پہنچوں  
 کبھی ستارے نہ ہوں آفتاب کے بدلے  
 دو شال میں نہ خریدوں کتاب کے بدلے  
 چھٹ گئی ہیات گیا سونے کی جڑیا ہاتھ سے  
 آج تو دے بطے اے بت مے خوار مجھے  
 ابر بر سے ہے دکھا ل گھر بار مجھے  
 زاہد تو ای تبناخا نہ خمار مجھے  
 زلف کافر نے دیا رتبہ زنا ر مجھے  
 سانس لینا بھی ہو اب تو ہے دشوار مجھے  
 بس ہے یہ آہ جہاں سوز مدگار مجھے  
 میں جھٹک دو جو اگر ٹوکا پلیدار مجھے  
 خواب میں آئے نظر جعفر طیار مجھے

جس سے دیوار ہے دیوار سے  
 بوسے بتلائے لوں رشک گلستاں کتنے  
 جھڑ جھڑایا تو گرے چشم سے پیکان کتنے  
 ایک انسان کے ہمراہ میں شیطان کتنے  
 توڑ ڈالے سر پر شور سے زنداں کتنے  
 وہاں مدقون ہیں شاید دل ہریاں کتنے  
 جکے ہیں طاثر قدی بھی شناخواں کتنے

اس پر ہی کا دس دیوار ہے دیوار سے  
 ہیں عدد رشک گلستاں کی ہزار اور کئی  
 تیرے محنوں کو تیرے تیر کا زبس ہے جلا  
 ساتھ اغیار میں کیا اس سے کروں بات بھلا  
 تیرا دیوانہ مقید ہو یہ ممکن ہی نہیں  
 تیرہ گرمی دوزخ ہے جو لے سو فغان  
 شجر طور کی شاخیں ہیں وہ ساتھ

## غزل

جس سے سب واقعی ادبی عجب شے ہے  
 عاشقی واقعی عجب شے ہے  
 جان من دل لگی عجب شے ہے  
 الغرض خاموشی عجب شے ہے  
 اے خدا بے خودی عجب شے ہے  
 تیرا کہنا نہ جی عجب شے ہے  
 ایک سے دوستی عجب شے ہے  
 عیب پوشی اجی عجب شے ہے  
 اودی پوشاک بھی عجب شے ہے  
 مت کہو آری عجب شے ہے

ذات اسکی کوئی عجب شے ہے  
 واقعی عاشقی عجب شے ہے  
 جس کے دل کو لگی وہی جانے  
 اس میں ہرگز نہیں ہے جایی سخن  
 بے خودی گر ہو خود تو آ کے ملے  
 اسی پہ تیرا ہوں وقت بوس و کنار  
 ایک سے تین دن نباہ کہ دوست  
 منہ پہ کہدینا عیب عیب ہے یہ  
 کیا دھواں دار شعلہ رو ہے بنا  
 عامی اس سے اہل دید کو ہے



سر کو اس کے قد سے کیا نسبت  
 قبلہ و کعبہ اس کو سمجھے ہے  
 حرم شیخ جی عجب شے ہے  
 یار جی منصفی عجب شے ہے  
 چپ بھلی خاموشی عجب شے ہے  
 ہونٹ ہوتے ہیں دقت خندہ جدا

## قطع

اگر جنگل میں شب جائے کھوئی تو کیا تجھے  
 میری تنخواہ لوٹی ان ٹیڑوں نے جو ملی ہیں  
 مگر تحقیق ہو تو چور کی شکل کی رہائی ہے  
 عجب اندھیر ہے کہتے ہیں اس میں روشنائی ہے  
 کہاں چشم دوات احسان ہے روشن کو اپنی <sup>مطلق</sup>

ولہ

برائے حضور والا

نہیں یہ اشک خونین رات عشرت کی جوانی  
 بری ہوتی ہے آہ سر و عاشق جاں میں دیکھو  
 سر انگشت مرہ پرچم نے مہندی لگائی ہے  
 نہ دیکھو تم میری جانب کو یہ کس نے بھلائی ہے

مخمل عیش میں جب یار نہ دیکھے احساں طلقہ ماتم کا ہوا علقہ اغیار مجھے

## غزل

اب تو اس آہ فلک فرسا کیا احوال ہے  
آسماں حسن تو ہے جون تارا خال ہے  
مھر کھڑا چاند میکا ماہ نو خال ہے  
داں مھر کے مخراسن کھڑا ایک روال ہے  
کون کہتا ہے کہ زیر زلف قاتل خالی ہے  
جون تنگ اہل خراہین بڑی دھال ہے  
شہر میں ہر تال ہے مٹی نہیں ہر تال ہے  
خیمہ افلاک جس کی ایک پرانی چال ہے  
جنس ابرو سے تیری ہر طرف بھونچال ہے  
پان ہو سر سبز جس سے تیرا نہی لال ہے

## قطعہ

دکھا یا زلف کا عالم تو بس میرا یہ عالم ہے  
نہیں ہے غری زیر نگین تاج دوران میں  
اساس جبر و میہم ہے بنائے عقل درم ہے  
اگرہ شاہ جہاں یہاں ہے برائے نام غم ہے

## غزل

جھک کر چھوڑا تو پھر ان کو بھی نہ چھوڑا میں نے  
سر کو پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں پیشیاں کتنے



حکم محکم ہے یہ اس طرز ظفر پر آسان  
 باز آیا میں تیرے حکم سے اے یک غلام  
 یہ کیوں ترکا اڑانا ہے گر ہو سہل زگار  
 عید کی شب بھی میسر نہیں دیدار مجھے  
 زندگی سے ہے کیا عشق نے بیزار مجھے  
 میں ہوں وہ داغ محبت کے نہ چھوٹوں تلخ  
 بوسہ لب تو لب جام کو دیتا ہے فقط  
 میں نے اتنا ہی کیا تھا کہ تو لو سن ہے عزیز  
 لوگ کہتے ہیں کہ بے جرم نہیں تجھ سے خفا  
 میں دعا دوں تو کہتا ہے یہ ہر ظالم  
 اپنی حرمت کی قسم کرتا ہے تجھ کو ذلیل  
 تجھے سر کی قسم دلیں تو رکھو غبار  
 شعبہ بازی یہ زلف سیاہ یا رکھ دیکھ  
 گردش انجم و افلاک سے بے خاک و مٹے

تو بھی شاعر ہے سنا آن کہ اشعار مجھے  
 روغن قار نہ مل اے بت عیار مجھے  
 سوچتے چائے اب معنی تہہ دار مجھے  
 ناخن شیر ہے یہ ماہ نواے یار مجھے  
 کسی دشمن کو نہ ہو جو کہ ہے آزار مجھے  
 گر کلیجے سے لگائے کوئی یک بار مجھے  
 کبھی دوچار لے اور کبھی دوچار مجھے  
 گالیاں اس نے سنائیں سر بازار مجھے  
 کیونکر بگڑ کر تو بتاتا ہے گنہگار مجھے  
 کون کو سے ہے کھڑا یہ پس دیوار مجھے  
 اپنی عزت کی قسم کرتا ہے رکھے خوار مجھے  
 تجھ کو آنکھوں کی قسم رکھو نہ میار مجھے  
 دن ڈھلے روز دکھائے ہے شب تار مجھے  
 نظر اتنا ہی نہیں اب تو کوئی یار مجھے

بگڑے کوئی ہے سنو تا کوئی  
 کوئے جانان میں ہے مرنا کوئی  
 کوئی چڑھتا ہے اترتا کوئی  
 جان ہوتے نہیں مرنے کوئی

پھر نیا د آج ہے گر تا کوئی  
 کوئی دیکھو کہ میرا دل ہی نہ ہو  
 سخت ہے قحبہ دنیا بے شرم  
 اے اجل جا کے میرے پاس ہے یا

بھی ہی روز قیامت کا ہول ای دھلاوی  
 شب فراق تو وہ ہی بلا کہ اک پل میں  
 جواب خط کو طلب کیا کروں کہ جب تامل  
 گلوں کی کان لگی پھر نہ بلبل غناک  
 ہمیشہ رہی نکل داغ دل پہ یا قمت  
 کہ عشق ہم کو یہ لیسل و نہار دکھلاوی  
 بدھری اس کا گدھری کوئی بھی احسان

کسی طرف سے وہ رہ گزار دکھلاوی

محفل عشق میں جو یار اٹھی اور بیٹھی  
 رقص میں جب کہ وہ طار اٹھی اور بیٹھی  
 کثرت خلق وہ محفل میں ہی تیری یک شخص  
 سر اٹھانی کی بھی فرصت نہیں دیتا ہی  
 خوف بدنامی سے تجھ پاس نہ آئی ورنہ  
 درد کیوں بیٹھی بٹھائی تیری سر پر اٹھا  
 تیری دیوار تو کیا گنبد دوار بھی یار  
 آپ کی مجلس عالی میں علی الرغم رقیب  
 آپسی اب تو اس احقر کو سر دکار نہیں  
 حضرت دل سپرداغ جنوں کو لے کر  
 چوں دلیرانہ کوئی منہ پسر کو لیس کر  
 کفش دو زبان کی جب اپنی برا بڑھیں  
 تو ہر آیت تو گوارا نہیں رہندوں ہم کو  
 ہی دو ملا کہ سبکبار اٹھی اور بیٹھی  
 بیقرار سی یہ بیمار اٹھی اور بیٹھی  
 نہیں ممکن ہے کہ یکبار اٹھی اور بیٹھی  
 چو حساب سر جو یار اٹھی اور بیٹھی  
 ہم کئی بار سن ای یار اٹھی اور بیٹھی  
 کہ خلق سے تری سو یار اٹھی اور بیٹھی  
 چاہیے آہ شرر بار اٹھی اور بیٹھی  
 باجارت یہ گنہگار اٹھی اور بیٹھی  
 جس جگہ چاہی سر کار اٹھی اور بیٹھی  
 یوں بر عشق جگر خوار اٹھی اور بیٹھی  
 شیر خوشخوار کو لکار اٹھی اور بیٹھی  
 ایسی مجلس میں تو پیرا اٹھی اور بیٹھی  
 اپنی اس بزم میں سکار اٹھی اور بیٹھی



رو نون کانوں کو میکڑ کنہی ہی اسکی ہنرا کدو سو بار یہ عیسا راٹھی اور بیٹھی  
 بیٹھتی اٹھتی اسی طرح کی لکھ اور غزل  
 جس میں احسان ہو نہ پیکار اٹھی اور بیٹھی

بیشکوں میں وہ دل آزار اٹھی اور بیٹھی	تعلیم یہ بیمار اٹھی اور بیٹھی
بیشکوں دو کر ی نادان محبت ہی ہی	کیوں نہ اس ڈنڈ میں یہ زار اٹھی اور بیٹھی
بحر الفت میں ہی آٹھوں پہر اپنا یہ حال	جیسی ڈوبا ہوا چار اٹھی اور بیٹھی
طاقت اٹھنی کی نہیں تو فی بٹھایا ایسا	اب یہ حالت ہی کہ نیکیا راٹھی اور بیٹھی
لگ گئی گرچہ تھی بستر سی یہ عشاق تری	باری کھا کر غم بسیار اٹھی اور بیٹھی
وقت آنی کی مری جان تری پاؤں کی سدا	سن کی اس طرح یہ بیمار اٹھی اور بیٹھی
بستر خواب سی جس طرح کہ بروقت ادا	با ادب زائد دیندار اٹھی اور بیٹھی
ہی پری کی بھی یہ صورت تری مغل جی کی یا	جیسی خدمت کو پرستار اٹھی اور بیٹھی
دل ہے یوں مغل غولین جہان میں تجھ بن	جوں کہوتز کہیں ہشتیار اٹھی اور بیٹھی
شب جو ہمایہ میں تم آئی پری سی بن کہ	دل کی بیتابی سی ہم بار اٹھی اور بیٹھی
رات اپنی تو اسی خوف ورجا میں گزری	جھانکنے کو پس دیوار اٹھی اور بیٹھی

بازی عشق کو عشاق میں سچ ہی احسان  
 تیری ہمت ہی کہ تو بار اٹھی اور بیٹھی

میرے ایک دل پہ سو سو بار صدمہ جا لگنی کا ہے  
 جیوں کیونکر ارجی تم بن عجب اجل جی کا ہے

اٹھی ہی درد میٹھا میٹھا میری دل میں غم  
 وہ ہنستا ناز سی تیرا لانا ہی سدا محکو  
 فلتش ہی خارِ عزت سی رگِ جاں میں ہی ہر دم  
 کیا کیوں غیر کو ای غیرت گلِ بزم میں داخل  
 ترا حق ہے کہ تو بنیا لگاوی شہرِ میاں مرہ  
 جو خود میں ہوں خدا جانی کہ ہو کیا مالِ وقت  
 اور کعبہ ہی ای زائدِ محبت میں بھی ہوں کن  
 تو ای شیریں ہن بتلا بدن کیوں تیرا بھیگا ہی  
 ہنسی مت جان یہ رونایہ رونائیں نہی کا ہی  
 تمہیں احوال بھی معلوم ہوتا یہاں کسی کا ہی  
 کرو خارج اس پر خارجی تو خارجی کا ہی  
 تجھی ہی بس یہ نہی ہے تری مانگی پیکر ہی  
 خدا یا خود بخود مجھ پر کریم یہ خودی کا ہی  
 اور صرِ چنچ ہی دل محکو نہ رستہ اس گلی کا ہی

نثارِ خاکِ پای شاہِ جیلاں کیوں نہ ہوا حساں  
 نو اساوہ بنی کا اور پوتا وہ عسلی کا ہی

الامان اے شیخ اس آزار سے رشتہ ہے تسبیح کو زنا سے



ناک میں آیا ہے دم کفار سے  
 کثرت گبران اگر منظور ہے  
 زائد زلف بیتاں ہے اور تم  
 آگ کو بالوں سے باندھے کوئی کیا  
 اے تیرے بت کو ہے رسا بہمن  
 لن تنالہرحتی تنفعو.....  
 جب فیری پر میاں باندھے مگر  
 سراگرہ نگار ہا کیا ہم کو ننگ  
 یوسفان ہے یہ دل تو مست نکل  
 سم ہے میری فارسی بہر عدو  
 غافل صید ہمارے عشق کر  
 زائد اسبج و چیلہ کیا ضرور  
 عاشقانہ سی غزل احسان تو پڑھ  
 بھکو تھا مو عشق کے ہیں آثار سے  
 پھٹی سی منہ اور مل اغیار سے  
 بھر میں زلفوں کی تیسل کھا گیا  
 الامان دوزخ کہتا الحفیظ  
 چوک میں چوکا کر چوٹکا یا اُسے  
 بالی کو بالا بتایا اے کے دل  
 ایک محلہ کو جگایا کھانسنس کر

نکلویا سلطان غازی غار سے  
 ایک کو دو کیجئے رتلوار سے  
 اب بچا بچے خدا کی مار سے  
 دل بندھا اعجاز زلف یار سے  
 بھکو دھمکتا ہے تونار سے  
 ہاتھ اوٹھا و شیخ جی دستار سے  
 کیوں ڈرے پھر طعن دنیا دار سے  
 پاؤں میں جوتی نہیں پیزار سے  
 اے زلیخا ایسے یوسف زار سے  
 موشں مرجاتا ہے سم النار سے  
 باز آ اس جبہ و دستار سے  
 شل مرغے اینڈی ست زہنار سے  
 فائدہ بے فائدہ گفتار سے  
 کس نے جھانکا رخسہ دیوار سے  
 رنگ منہ کا اڑ گیا پھٹکار سے  
 ہاتھ دھو بیٹھا دل بیمار سے  
 الحذر اس آتش بار سے  
 خالی نہیں آیا بھرے بازار سے  
 بار بیٹھا موتیوں کے ہار سے  
 جب بلایا میں نے شب کھنکار سے

آج زیر غرقہ پردہ نشیں  
 جو نہ دکھلائے ہمیں دیدارِیاں  
 یہ صد انکلی دل بیمار سے  
 وہ رہی محسوس وہاں دیدار سے  
 رخ دکھایا یوں کیوں دیتے نہیں  
 نادہندی ایسی خدمت گار سے  
 ہے یہی معمول تنخواہ از قدیم  
 چاند دیکھے مٹی ہے سرکار سے  
 خسر و اثیر الفت پر ہوں غش  
 سر پٹک غیرت سے تو دیوار سے  
 کوہکن رویا تھا اشک تلخ لیک  
 آب شیریں ہیں رواں کہار سے  
 قدر داں شعر احساں اب کہاں  
 پھر گیا دل موبہ مو اشعار سے

تم سا کوئی تم ہے تیرا پناہ تیری  
 طرقتی پر جو نہیں تو ہے وہ نہ میرے ساتھ  
 پڑی ہے چار طرف ایک ترازو تری  
 دلا تو عشق میں ہر لحظہ اشک خویش رو  
 وہ راہ میری ہے ای جان بے راہ تیری  
 میں اتنا بازی الفت میں کیوں نہ ہوں شذر  
 کہ سرخ روی اسی سے ہے رویاہ تو  
 غزل جو سنت ہوا احساں تو داہ واہ نہ کر  
 جو مانگو پانچ دو پڑے ہیں خواہ خواہ تیری  
 کہیں گے خلق کو واہ ہے داہ واہ تیری

عشق کی دولت سے جب غش سا بچے آج ہے  
 گر محض الفت سے آنسو چشم تر برسائے ہے  
 آپ وہ روئے ہے اور تلوے میرے ملائے ہے  
 پہلی گرمانی ہے پیچھے جھڑی مینائی ہے



آج ہفتہ اور کل اتوار پر رسولِ بیدار ہے  
 کچھ خدا کا خوف بھی تھکوت ہے پیر ہے  
 یہاں تو احسان کا ہے کوڑا اور زنجیر ہے  
 ہر وقت مینہ کا ہونا یہ رحمتِ خدا ہے  
 جو کہ تھے اہل کمال انکا کمال افسوس ہے  
 مسیحا ہے مصروفِ انجیل خوانی  
 تابِ یلیم نہیں قوتِ تعظیم نہیں  
 کیوں خط کو ہینہ لگایا زلفوں کو سرِ خضیا  
 گھر ہے تو ایسی گھر ہے در ہے تو ہی در ہے  
 تیغِ نگہیہ بارِ سیاہ تاب ہوئی ہے  
 ہر وقت مینہ کا ہونا یہ رحمتِ خدا ہے

کیا ٹھکانا تیرے وعدہ کابت پہ پیر ہے  
 جب کہا میں نے کہ مجھ سے فوجواں پر یہ تم  
 شازِ عویان و کامل کو دکھا کر یہ کہسا  
 الفت میں تیرا رونا احسانِ بہت بید  
 دوست کیا کیا مر گئے صاحبِ کمال افسوس ہے  
 نہیں لب پر تیرے خطاے یارِ جانی  
 یار آتا ہے مجھے اسکی سوا یاد نہیں  
 دونوں نے ایک ہو کر بے وجہ ہر اٹھایا  
 اس در سے کہاں جاؤں کیا میرا نہیں گھر ہے  
 کورم سے نہیں آنکھ وہ بے آب ہوئی ہے  
 الفت میں تیری رونا احسانِ بہت بجا ہے

پھر نہ باں میری لڑکھڑانے لگی  
 دل لگی آگ پھر لگانے لگی

چشمِ مت اس کی یاد آنے لگی  
 ہگ اس دل لگی کو لگ جائے

دل کو راحت ہے مرے کس کی صدائے پنا  
 تو نے باندھی ہے کمر ظلم پر بے سچ جہاں  
 بوسہ مانگوں تو نہ دے اور جو برہم ہو گئے  
 منہ سے بوائیگی اے غنچہ دہن جھوٹ بول  
 بیٹھ مت راہ گزریں نہ لگ جائے نظر  
 میں رہوں تیرے تیرے ستم سے لیکن  
 کیوں نہ ہوں داغ سیاہ پوش کراہینا  
 بعد تدفین یہ توقیر ہے یعنی دامن  
 کعبہ گو بکویکا ہے خسارم مجنوں  
 دم نہ تو مارے ہو اور سانس نہ لیجھو آسما

کون اس وقت کرم آج ادھر کرنا ہے  
 ع تجکو بچین میں درد کر کرتا ہے  
 غصہ کھانے خفائی کو ضرر کرتا ہے  
 تلخ کہنا ترا گوکار شکر کرتا ہے  
 کہ ادھر غیر نظر اور گزر کرتا ہے  
 دل کے قربان کہ یہ اتنا جگر کرتا ہے  
 مجھ سے سر دفتر عشاق مفر کرتا ہے  
 مع فرما قدم بوجی سحر کرتا ہے  
 سد مجنوں سر تربت پر چنور کرتا ہے  
 آیت شیر تباں سر سے گزیر کرتا ہے

کیوں خفا تو ہے کیا کہا میں نے  
 کیوں صراحی مے کو دے چکا  
 ناتوانی میں یہ تو انائی  
 دیکھے یہ تھکویہ لیا کہ دیا  
 کیوں خم مے کو محتب توڑا

مر کہا تو نے مرجا میں نے  
 تو نے توڑا یا بیوفا میں نے  
 دل کو تجھ سے اٹھا دیا میں نے  
 گوہر سے بے بہا لیا میں نے  
 کیا کیا میں نے کیا کیا میں نے



کیوں نہ لک لک کے آئے دم میرا تھکو دیکھا رک رکا میں نے  
گل ہزاروں میں شمع عیش احسان  
جیسے اس گل کو دل دیا میں نے

## قطعہ

دیکھ کر چاک جیب عاشق کو یہ لگے کہنے وہ بہ عیاری  
ان دنوں میں ہوئی ہے پھر احسان جیب کتروں کی گرم بازاری

## قطعہ ..... الہی بخش سال المتخلص بہ معروف

تکون زود رنجی بد مزاجی یہ خوتیری مجھے احسان بھائی  
نہ ہوتا کھرا الفت کا شناسا جو تیرا تو ڈوپے آشنائی  
جہاں میں وہ تو ہوا ہے تو بھی معرّف جہاں جاو لگا با ایں ہے بے دنائی  
کہے گی غلطی یہ دیکھو وہ آیا الہی بخش صاحب کا بھائی  
الہی بخش جو مجھ کو ہے کہ غیبت زباں پر میری نادانی سے آئی  
الہی بخش سے ہے کس کو نسبت تثار فخر حیر بادشاہی

## قطعہ

شاہ جیلاں کے غلاموں میں ہم ہیں رتبہ اپنا ہے بلند اور ولی ہمت پست  
ہمت پست سے کچھ اپنی ہیں سدھ نہ رہی رہی میخانہ عصیاں میں دلام اپنی نشست

کیفیت تو یہی ہے سمجھو نہ ہیں خوار و ذلیل  
ہم ہوں دو چار عدد آج ہوں دس میں ہزار  
بابر جا کہ نہادیم قدح ختم شد  
دعا کیو ہوا خواہی سے اتنا پئے یار و نکو  
محرم نہ اپنی اسے مہ تاباں دکھائیں گے  
نہیں یہ اشک خونیں رات عشرت کی جوائی ہے  
گو قدح خوار و خراب اور میں  
ہم میں غالب رہیں اغلب کم نہ ہو گاہ شکست  
غالباً صاحب نظری یا ماہست  
کہ مٹی بعد مردوں دیو یں ہم سے خاکسار و نکو  
چسپاں دو ماہ نویتہ داماں دکھائیے  
سرا انگشت شرہ چشم نے ہندی لگائی ہے

ولہ

دیا آئینہ میں ابرو دکھائی

طلب میں یار نے مسجد بنائی

ولہ

شانہ و موبانہ کاکل کو اٹھا کر یہ کہا  
اذیت میں ہیں جو کہ اہل رقم ہیں  
یاں تو احسان کاٹ ہے کوڑا ہے اور زنجیر ہے  
ولہ سدا سینہ چاک کی نصیب قلم ہے

ولہ

اداکسی کی جو دیکھی تو پھر ادا نہ ہوئی  
نماز اپنی اگرچہ کبھی تضا نہ ہوئی

ولہ

گریباں چاک ہے ہاتھوں میں ظالم تیرا دانا ہے  
کہ اس دامن ملک ہی منزل چاک گریباں ہے  
قطعہ

غم شر میں کوہ کن نے کہا  
دل کی بستی میری اجاڑ نہ ہوئی

Book 4  
Page 31



بے ستوں نوکڑا پہ یہ کٹی  
 جب زرہ تنہا پر بھی ہاتھوں پہ دستانے لگے  
 شب پیئے وہ شراب نکلا ہے  
 کون ثانی شہر میں اس میرے ماہ پارے کی ہے  
 آج کی رات کیا پاڑ ہوئی  
 دیکھ کر یاران کی سچ غیروں کو دست آئے لگے  
 رات کو آفتاب نکلا ہے  
 چاند سی صورت ڈو پر پڑے بیکتدے کا ہے  
 قطعہ

سن کے وصف اس کی چشم کا نرگس  
 پھر لگی کہنے چشم باغ ہوں میں  
 ہیں بخیہ مثل نرگس کی  
 دو دن سے خطاب اس کو بہادر کا ہوا ہے  
 پیچیدہ دروں اسکی میں یا دیگر  
 مزے کی بات تو یہ ہے کہ بے خواب ہوہل  
 با این میا دستگر گولے لگ جائے  
 ہمارے خانہ دل پہ کڑی کی ہے تجویر  
 سنے جو قصہ بے خوابی دل مضطر  
 لگتی گر گرمی من بت پر فن کو لگے گی  
 رشک سے بولی میں نہ بولی تھی  
 ختم مجھ پر ہے جو نکوئی تھی  
 سب تو بولے تھے میں نہ بولی تھی  
 ہر ایک کو دھمکاتے ہے ہر روز بہادر  
 روی ہے کہ نام اس کا رکھے گوز بہادر  
 تمہاری بے مزگی کا جسے مزہ نہ لگے  
 ستم ستم نہ لگے پھر جفا جفا نہ لگے  
 کڑا اگر ہو غم عشق پھر کڑا نہ لگے  
 جنون عشق زلیخا تجھے خانہ لگے  
 باہنی کا ہے عرض چشم برہمن کو لگے

خاک قتل سے جب غریب ہی بھاگ گئے  
 شیر بکری کا سانقشہ کروں کیوں کر منع  
 بھاگ تری اے میرے قاتل میری گردن کو لگے  
 کھیلے غیر سے جدم وہ اترن کو لگے

بہت ہے ٹھکڑا خط جانا نہ سے  
آشنا ہوں سبزہ بیگانہ سے  
بسکہ یاد سر زلف بت ترسانی ہے  
اتو کار دم عاشق بھی چلی پانی ہے

قلیانِ نقرہ شب کو نہیں شیش یا رہے  
نزدیک مہ ستارہ دنیا دار ہے  
زاہد ہے بہت پاس ادب کا تجھے کم پاس  
اس ضعفِ حرم میں تو حرم میں ہے حرم پاک  
نہیں وہ برق جہاں سوزِ ابرو باراں ہے  
ریاب ہو تو بجائے کہ رعدِ نالاں ہے

میں خریداران کا ہوں جکایہ مجھ پر وہ ہے  
اسکو میں داروں کہ جو میری خریداری کرے  
مر گیا ہوں عشق میں پردہ نشیں کے ہم نشیں  
گردِ تربت جا بیٹے پردہ کی تیاری کرے  
ذکر جوئے شیر ہر دم اسلئے عاشق سے ہے  
نادہ غیرت سے ہمیشہ گریہ و زاری کرے

### قطعہ

ایک محلہ کو جگایا کھانسی کر  
جب بلایا میں نے شب کھنکار کے  
آج زیرِ غسروں پر پردہ نشیں  
یہ صد انگلی دلِ بیمار سے  
جونہ دکھلا دے ہیں دیداریاں  
وہ رہے محروم کل دیدار سے

دل میں تیری مانگ کے نالاں چونکہ یار  
نالہ نصف شبِ البتہ اثر کرتا ہے



ولہ

رحم کھا دل بائے خواں پر خدا کے واسطے گھنڈیاں انکی تباہد قبا کے واسطے  
یہ خدا نے دن دکھا یا شب وصل اے تم تو خدا کے واسطے مت دے خدا کے واسطے

ولہ

میل کیا اب اوسے دلکی اوسے تلاش اس کی معاش ہے ہی ایک وہ بد معاش ہے

ولہ

میری غزلیں مت لکھا دیرے یا تہذوے سر غزل میں لکھا وہ دیرے لہو سے

ولہ

سوراخ ہوا دل میں اور چشم بھی موس ہے یہ رشتہ مریم ہے وہ سوزن عیسیٰ ہے

ولہ

میری بات چیت اس سے احساں کہاں نہ اس کا وہاں ہے نہ مری کہاں ہے  
وہ تیرا کشتی مے جس نے یاں ڈبوئی ہے کہ سرخ روئی دنیا سیاہ روی ہے

بھی تو عشق میں ان کی ہی خواہش پہانی کی  
یہ خوبی ان کی دیکھو کہتی ہیں آنسو پہانی کی

## رباعی

درگاہ تیری ہی عید گاہ عالم      عالم یہ کمی ہی ای پناہ عالم  
عالم میں ہی رسم عید جنگ تب تک      شاہ عالم ہی رہو ی شاہ عالم

تاریخ تذکرہ ریختہ میر محمد خاں سرور برادر زادہ نواب محمد الدولہ بک

سخن پرور اخلصا سرور      پڑھا آپ کا میں فی سب تذکرہ

بے شیرینی جاتی خوش کلام      کہ جہنم احسان ہی دہ نیکنام

بہ کیفیت جام پیر مغاں      با معیت ملک عشق بتاں

نہیں تذکرہ ہی یہ بستان ہند      پسند دل میرزایاں ہند

معطر ہوا اس سی ہندوستان      یہ ہی بوستان لایق دوستاں

جدھر دیکھو وہاں یاسمین سخن      خیاباں خیاباں چمن در چمن

عجب بہ ہیں گل اور تماشا ہیں گل      خزاں کا نہیں اس گلستاں میں گل

ہر اک صفحہ از بسکہ ہی دل کشا      طرب اتنا دُسر ت فزا

یہ تاریخ اس کی ہی ای ہر باں      سرور دل شاعران زماں



## قطعه

دکھایا زلف کا عالم تو بس میرا یہ علم ہے      اساس صبر برہم ہے بنائے عقل درہم ہے  
نہیں ہے خرمی زیر نگین تاج داراں ہے      اگر شاہ جہاں یاں ہے برائے نام خرم ہے

## قطعه

بہنو ایک جو دشمن ہزار بار بکے      خدا یکے و محبت یکے و یار کے  
عنان صبر نہ دے کف ہے بحر الفت میں      سمند ہمت عالی نہ رہنہار کے  
نہ دو جو بوسہ رخسار دو اجازت آہ      کہ آہ راہ یہ کب تک امیدوار کے  
ہزار بار آئے مشب کو ہم تیرے در پر      نہ نیم غیر سے لیکن تجھے پکار کے

## قطعه

عشق کی دولت سے جب غش سا مجھے آبلے ہے      آپ وہ دُھ ہے اور تھکے یہ پہلے آبلے ہے  
گر نبی الفت سے آنسو چشم تر برسائے ہے      پہلے گر مائی ہے چھپے جی طرح میں آئے ہے  
محب بھی پانی کے مئے لوٹے ہے خیلے میں آج      ہاتھ لایر مغاں یہ لوٹنے کی جائے ہے  
آہ پہچان اپنی ایسی ہے کہ جسکے ترچ کو      پیچواں نیچا بھی تیرا دیکھ کر خم کھلے ہے

فرد

بے ستوں سے سر ٹکتا کو کمن ہر چند ہے خندہ اس کے حال پر تا کوہ خندہ خندہ ہے

قطعہ

اس در سے کہاں جاؤں کیا میرا کس گھر ہے گھر ہے تو یہی گھر ہے در ہے تو یہی در ہے

فرد

بلائے جاں ہے شب وصل میں نظارہ صبح یہ عمر قیامت ہے یہ سنارہ صبح

فرد

نہ پایا گاہ قابو آہ میں نے ہاتھ جب ڈالا نکالا بیرغیستہ تیرے پستان کا نہ کالا

فرد

الفت میں تیرا ونا احساں بہت بجا ہے ہر وقت مینہ کا ہونا یہ رحمت خدا ہے

فرد

ایک بوسہ سے مراد دل ناشاد تو دو کچھ نہ دو ہاتھ سے پرہیز سے مری دانا تو دو

فرد

کوری سے نہیں آنکھ وہ بے آب ہوئی ہے تیغ نگہ بار سیاہ تاب ہوئی ہے



## قطعہ

ہوں فضل حق سے وہ دریکٹائے فضل  
 ایسا ہوں میں یگانہ آفاق ہاں نہیں  
 طوطی ہند کہوے ہے جگ جگ توجی یہاں  
 احسان نہ ملک محسن طبع رسا ہوں میں  
 اب تو نسب کو سن کہ میرا جد ہے بالا یقین  
 لیکن ہوں میرے سامنے بے قدر اسقدر  
 جرم من است پیش تو گر قدر من کم است  
 افضل سمجھ کے ہیں میرے طالب شہ و گدا  
 مجھ سا تو اس سرے نیچی میں دوسرا  
 کہتی ہے اوج بلبل آمل کہ مر حبا  
 بڑا ہوں نار سائی طالع سے نار سا  
 عم رسول حضرت عباس یا خدا  
 تیرا نہیں قصور میری ہے یہی سزا  
 خود کردہ ام پسند خریدار خوش را

### مقطعات ایضاً بخدمت حضور اقدس و شاہزادگان مقدس

اے ملک اے پناہ جملہ ملوک  
 تجھ سے آباد ہے جہاں آباد  
 گر تو مہر فلک سے منہ موڑے  
 جو تخلص کو تیرے ورد رکھے  
 میری طبع غمور کچھ مطلب  
 عرض احوال بادشاہوں سے  
 فلک مرتبت ملک کر داد  
 اے جہاں گرم جہاں وقار  
 تیرے پاؤں پہ وہ رکھے دستار  
 نہ شکست اسکو ہو کھو زہار  
 نہ کسی سے کہے کم و بسیار  
 بادشاہا نہیں ہے لیکن عار

قطب صاحب تھے قبل ازیں جو حضور  
 یاں شکار اپنی ہو گئی تنخواہ  
 کہا جس لالہ سے لا تنخواہ  
 لالہ جوان سے ہو گئی یہ لوٹ  
 بلکہ دہکائیں اٹے وہ مجھ کو  
 سردی اہل علم ہے یکسر  
 اور مختار کا تھا یہ احوال  
 اب تو اس کا پتہ نہیں ملتا  
 بادشاہ پناہ ملت و ملک  
 میری تنخواہ کم بہت ہے مجھے  
 جب دربارہ ہی لٹ گیا میرا  
 صبح کو میں کہوں کہ آنا تم  
 آتے ہی کہو میں کیچڑ دلو او  
 جب کہ پنیں کو یکے چلتے ہیں  
 ان کا معمول ہے کہ دوڑتے وقت  
 اپنی ہوں ہوں تو ساری بھول گئی  
 وقتاً بہت عذاب الجوع  
 جب یہ صورت بنی تو پیٹ سے  
 کہ غریبوں کو بانٹ دوں تنخواہ

بہ زیارت برائے سیر و شکار  
 سیر یہ ہے یہ گل کھلا ایک بار  
 وہی لالہ ہوا گلے کا ہار  
 پوست کی پیچیں تو وہ نہ دیں زہار  
 کہ رہیلہ ہے بان کا اب مختار  
 لوٹ کی اب ہے گرمی بازار  
 نہ تو افسر ار تھا نہ کچھ انکار  
 اب کی تنخواہ کا کیا تھا اقرار  
 باعث مقصد حضار و کبار  
 آج دس بیس اور کل ہیں ہزار  
 میرے نوکر ہی مجھ سے ہیں بیزار  
 شام کو او دے گھر سے خدنگار  
 بھوک کے مارے نکلتے ہے آچار  
 میں جو زر غل سے پار یا پنج کبار  
 منہ سے بھرتے ہیں اپنی کچھ  
 یہی کہتے ہیں وہ پکار پکار  
 وقتاً بہت عذاب النار  
 قرض کے واسطے کہا ناچار  
 بنیا راضی ہوا بصد تکرار



کیوں گنوا تا ہے اپنا تو گھر بار  
 قرض دینے کو تو ہوا تیار  
 اسے پھرتے اسے نہ دے تو ادھار  
 بار بحر اور دولت دیدار  
 سو کہا روں بغیر ہے دشوار  
 آپ جب اس طرح کا ہوں ناچار  
 دل احسان ہے تیرا شکر گزار  
 ان بخیلوں کو ہو خدا کی مار  
 چاہتے ہیں کئی یہ بد اطوار  
 میں غریب اور یہ غریب نوار  
 اب غزل کے پڑھوں کئی اشعار  
 تجھ کو خو ہے میرے کڑھانے کی  
 واں پڑی اس کو پان کھانے کی  
 لیک ٹھہرے نہ منہ بنانے کی  
 نہ قبا پہن چار خانے کی  
 ہے یہی بات مار کھانے کی  
 روز دہشت ہے روٹھ جانے کی  
 جان من فاتحہ دلانے کی  
 جس سے ہم نے کی یہاں سدا کی

اتنے میں بول اٹھی بنیں یہ  
 مکھن مورک ہے تیری عقل گئی  
 اس کی تنخواہ ہے حویلی میں  
 میرے شاہ ہے تجھ سے دو مطلب  
 سو کہا روں بغیر ہے مشکل  
 ان کی تنخواہ دوں کہاں سے ہیں  
 ویسے احسان سے ہے تجھے رنجت  
 تیرے احسان کو جو نہ دیکھ سکیں  
 نام احسان رہے نہ دفتر میں  
 اور میں کیا کہوں غریب نوار  
 بحر یہ اور ردیف و قافیہ اور  
 آتے ہی بس سنائی جانے کی  
 یاں ہماری تو جان سوکھے ہے  
 شوق سے مجھ سے یوں بگڑ بیٹھو  
 نام رکھو نہ اپنا ہر جانی  
 زلف کو چھیڑتے ہی کہنے لگے  
 زندگی میں باایں تپاک افلاص  
 بعد مرگ آہ تجھ سے کس کو امید  
 مستعد بدی ہوا وہ ہے

نیکیاں کرتے ہو بدی حاصل  
 یاد مسجد میں آئے گی احسان  
 کھو لوں دروازہ دعا کو میں  
 جب تلک محسوس ماہ چرخ پر ہوں  
 جب تلک ہیں یہ آسمان و زمین  
 جب تلک فصل گل ہے سال بسال  
 گل مقصد بہار پر ہو تیسرا  
 ابرنیاں کی طرح دنیا میں  
 یعنی دنیا ہو اور بہادر شاہ  
 تیرے تیرے آخری زمانے کی  
 کیفیت اس شراب خانے کی  
 قافیہ پہلے پھر ہوئے درکار  
 جب تلک ہو جہان میں پل و تہا  
 جب تلک دشت ہو میں اور بہار  
 جب تلک ہے جہاں میں نام بہار  
 اور نخل مراد لاوے بار  
 تیرا دربار ہو سدا دربار  
 یہ طفیل محمد مختار

### قطعه ہدائی البیدہ برائے بہادر شاہ بادشاہ غازی

وہ خورشید چرخ شہی تو ہے شاہا  
 بہت بار احسان نے شاہ دعا کی  
 تو بار و لخت دعا میں لگا بار  
 سوا سو برس تک تو جیوے الٰہی  
 کہ تیرے سبب سے ہے گھر گھر آلا  
 کہ باری کی تپ کھودے باری تعالیٰ  
 کہ یک بار اس بار غم سے نکلا  
 تیرا حکم جاری تیسرا بول بالا  
 قطعہ فارسی

برائے بہادر شاہ بادشاہ غازی فرمودہ



نوید و فسخ مبارک شاہ ترا می دہ سوئے احسان مگر  
یکے فسخ دنیا دیگر فسخ دیں دلیل است پیش فسخ ظفر

قطعه عریضہ ہذا بخد مت اکیسر خاصیت مرزا صاحب الم محمد عالی بخت بہادر

حاکم اللہ نسیم صبح گاہی جزاک اللہ ہو سوئے قلعہ راہی  
نسیم وزر سے تجھ کو گر کیا شاد نہیں جانے کی نیکی میری برباد  
ہوا خواہی اپنی تو نظر کر سوئے خانہ عالی گذر کر  
یہ کہہ عالی سے عالی بخت کو ہے کہ الوندہ و فایک لخت تو ہے  
کف ہمت در دریا مے احسان کرم گستر کرم فرما مے احسان  
سراسر تو وفا سے ہے کرشتہ سرشت نیک سے مثل فرشتہ  
وہ عالی رتبہ تو ہے شاعری میں دری سے تیری دم کیک دری میں  
طبیعت دی خدا نے تجھ کو عالی ثنا خواں تیرا نعمت خاں عالی  
لکھوں کیا حال میں حشمت آبا معالی منزلت عالی جتا با  
تیری خدمت سے ہوں ناچار مجبور کہ رنجوری سے ہاتھوں میں ہوں مجبور  
ولی تجھ کو سدا ہے خیال میرا جزاک اللہ فی الدارین خیرا  
زیادہ کیا کہوں اپنی کہانی قوی سستی قوی ہے نا تو اتانی  
چلوں کیوں کر سوئے بزم عالی بدل ہے آرزوئے بزم عالی  
سنوں تیرے دہن سے شعر تیرا الہی غنچہ امید بکشا

جو اس خم سے میرے پاگل ہیں اگرچہ خسار ہا سو گرد دل میں  
نہیں دولت سے تیری دل خراشی الہی تاجہاں تو زندہ باشی

قطعہ تاریخ مصنفہ در جواب قطعہ مصنفہ شاگرد رشید صاحب عالم  
مرزا محمد قادر بخش التخلص صابر

یہ کہو میری طرف سے کہ اے بلند مقام	حبابہ صابر سے رشک صبور ی و صبر
پڑھا ہے اس تیرے غلصہ صرف عرف	وہ قطع قاطع صغریٰ غم جو پہونچا تھا
کہ تو سلیم طبیعت ہے اور کلیم کلام	پسند خاطر احسان نہ کیوں ہوا تیرا سخن
یہ خوب سمجھو کہ ہے خوب کا تو خوب انجام	حقیقتاً ہے کہ اصلاح رو برو ہے خوب
شفیق و خیر طلب باعث نکوئی نام	نہیں ہے شب کہ استاد بھی ہے مثل پدر
سعید تجھ کو یہ غیب انضیٰ علیک السلام	نصیب تجھ کو ہو یارب سعادت ابدی

قطعہ درایا میکہ الہی بخش خان معروف از اعتراضات مفید اعظم ترک شعر گفتن کر

یہ اس سے کہو کہ اے عزیز بخت آہنگ	صبا تو کیجیو آہنگ خدمت معروف
نہ کیجیو ترک ترنم کا یک شب آہنگ	تو رنج شواش ز اغاں سے ہے گلستاں
مقر میں اہل حفا ہاں دروہ ہند و خنگ	وہ شہ شواہ ہے تو عرصہ فصاحت کا



عنانِ اشہبِ صفیٰ ہے تیرے کف میں سدا سداے سگ میں نہ ہونا تو زہار بہ تنگ  
ہر آن کہ خاطر تو بے سبب بہرِ انجانہ ز قہرِ بختِ زمیں تابہ اورجِ بختِ ازنگ  
ز ترکِ تازہ درخانہ تناسل او شکستہ یاد بہ گو پالِ قاضی کینگ

در تاریخ انتقال مولوی محمد مرتضیٰ ریاضی داں کہ استادِ مصنف است گوید

بیرِ چراغِ دل کا ستگر بھٹا دیا داغِ فراقِ مولوی مرتضیٰ دیا  
ای چراغِ فتنہ گزیدہ ستم تو نے کیا کیا رنج و غم و الم کا مجھے مبتلا کیا  
وہ یادگارِ دورہ ماضی کہاں گیا طاووسِ باغِ علمِ ریاضی کہاں گیا  
وہ عالم و محدث و حافظ کدھر ہے آہ کس طرح کھینچوں آہ پھٹا جگر ہے آہ  
قہرِ خدا میں تو ہو گرفتار ای اجل اٹھ حاوی یوں جہاں سے وہ فاضل اجل  
ای تم ہماری درد کی درماں کدھر گئی احسان کو چھوڑ قبلہ احساں کدھر گئی  
ماہِ صفر میں گرہِ سفر سے حذر کیا آخر صفر ہوا تو پھر آخر سفر کیا  
جس ماہ میں گئی تھی محمد خدا کے پاس پہنچی اسی جہنم میں یہ مصطفیٰ کے پاس

تاریخ میں نے یہ کبھی احساں وفات کی

یومِ الوفات ان کا ہے پہلی وفات کی

قطعہ ہذا دریا جو شوقِ شلق

فکر میرا ہے آسماں پر داز لا مکان یہ ولا مکاں پر داز

مجھ سے اڑ کر عدو کہاں جاوے جس جگہ جاوے جوتیاں کھائے  
 شہرہ اپنا عدو کو ہے منظور چل قلم نام اس کا کر مشہور  
 آپ خیال میں پڑا وہ پلید برائے خود تابید  
 بھو میری زبان پہ آنے لگی روح سودا کی تھر تھرانے لگی  
 قلق ابن قلندر نامی ایک بوگرہ ہے ایک گڈامی  
 ایک چھندر ہے شہر کے اندر ہے قلندر کے گھر میں وہ بندر  
 نام بندو ہے اسم زن ہندی وہ تو خندہ ہے اور یہ خندی  
 میر خاں کا ہے شیریں بازار جوتیاں گانٹھتا ہے دان و چار  
 کون خسر گا وریش ہے وہ سگ خوک بھی رہوے ایسے سگ سے الگ

قطعہ

حکم انگریز ہے کہ سگ ہیں پلید ایک رہوے نہ مثل نسل یزید  
 کنجروں کو عجب دیا بتا شہر میں رہ گیا ہے یہ اک کتا  
 کیا قلم ہاتھ سے ابے ڈالوں تیرے استاد کو بھی لے ڈالوں  
 بھو کیا کہہ کے میں اُسے دوں گل پا بہ گل ہے وہ آپ ہی پاگل

قطعہ ہذا بہ بھو محمد بیگ کہ خدمت لاوارثی داشت

کسی نے پوچھا شیطان سے ہاں ہے یا نہیں کہہ جو تو مر جاوے شاید کون ہے تیرا تادارت  
 لگا کہنے کچھری میں دیوانی کی ہے دلی میں میرا سالا میرا وارث محمد بیگ لاوارث



## قطعہ ہذا بہ ہجو قرض خواہاں

نہیں ہے نقد قدم نقد ادائے قرض ہے قرض ہزار رنگ بدلو بہ رنگ حربہ رنگ  
ادعا رہی پہ گدازا ہے مجھ سے مفلس کا جو نقد چاہو تو لون نقد قاضی کی رنگ

”قطعہ ہذا بہ ہجو شاعری کہ در بزم سخن و ران فرمائش اشعار ہندی کردہ  
ناپسندید۔ یہ ایں وجہ ہو وہ“

کسی بزم میں شاعر سادہ رو لگا کہنے مجھ سے وہ ماہ رو  
با ایں تکنت شعر ہندی کھو کہو فارسی و رنہ خاموس رہو  
پڑھی میں نے شکل سے اشعار جب خجل ہو کے مجھ سے لگا کہنے تب  
رویت یہ شوکت کا بھاتا نہیں ہیں شعر ایسا خوش آتا نہیں  
کوئی شعر سعدی بھی ہے تم کو یاد کہا میں نے اسے دخت ہندی نثر اد  
چو دانی تکبر چسرا می سکنی خطا می کئی و خطا می کئی  
تو ہندی ہے احسان کیا کرد ام کہ اب فارسی کی ہے ترک تمام  
قطعہ

جواہل تنیں پر آوازہ کے ناحق شاگرد ہے شیطان کا ایلیس مقرب  
مردو ہے ملعون ہے ملعون غلامی مسلم نہیں مشرک ہے مومن نہیں کافر ہے

## قطعہ ہذا درجہ شخص پنجاب بہ فرمائش دوتے فرمودہ

ایک جوان ساکن پنجاب تھا	شدت شہوت سے وہ بیاب تھا
ایک ہی تھا پانچزاروں میں ایک	اپنی ہی گون کا تھا گوروں میں ایک
باکرہ ایک شخص کی دختر تھیں پانچ	ایسا اتران کی نکالے ہے کالج
ان کا پدر بارخ پردرد و سوز	پیٹ کر سنا اپنا ہر فرد
گبرو مسلمان ایک آبی اند	والے برآن قوم کہ پنجابی اند
سن کے ہوئے جمع مسلمان وہاں	باپ کو ان کے یہ کیا تظنیان
کف بہ رخ وایش زباں را بہ بند	گبرو مسلمان ایک آبی اند
خلقت گبرہ ست زآپ پلید	اے تو یزید سے و پدرت ہم یزید
کفر جو بول است گلاب است دیں	سوی ابو جہل و پیمبر بہ میں
جب نہ وہ اس رمز سے ماہر ہوا	اتنے ہی میں حجام بھی حاضر ہوا
ریش کو اس بوڑھے کی مونڈا کیا	اس کا بھی اس نے وہی کونڈا کیا

## قطعہ ہذا برائے نواب ظفر الدولہ اصغر علی خان بہادر

صبا یہ کہیو ظفر الدولہ سے بصدغراذ	کہ امر خیر میں تیری رہے قلم جاری
خلاف وعدہ احسان زبون ہے اشفاق	زبان سے اپنی کہا تھا مجھے کمی باری
کہ جب کہ آئے گی تنخواہ حسب حکم حضور	دو ماہیہ وہ بھی یہ تنخواہ لیجئے باری



وہ شکر ہو نہ میدل شکایتوں سے کہیں بدل ہو وی وہ دلداری بادل آزاری  
 آئینہ آئین اپنا رکھتا ہوں میں صاف گو ہوں نہیں آتی جھکو بکارتی  
 تو گل ہے گلشن دریا ر بادشاہی میں ولی چو غنچ زبان در ہستہ زبان داری

### قطعہ

کو زبان گلا کیا شکوہ قلم سے کہوں یک قلم خط جو نہ لکھے مجھے کیا میری خطا  
 از زبان قلم نیست بروں نام کے کز زبان قلمش گر چہ بروں نام مرا

قطعہ ہذا بصادق علی خان خسر نواب اعتماد الدولہ میر فضل علی خان در لکھنؤ

### برائے ملاقات

کیونو اب سے اے غلص صادق میر شہر میں تیرے عجب طرح کا دیکھا ہے رواج  
 نام احسان سے یہاں تنگ ہے آنا سبکو تنگ ہوں میری ملاقات نہ کل ہوئی نہ آج  
 فرض کردم کہ بیاد توالم خرسند است لیکن ایں دیدہ دیدار طلب ہے اچھے علاج

قطعہ ہذا بہ نواب مذکور بہ بے مزگی نوشتہ

صبا یہ کیونو تو فضل علی سے اے نواب کہ قدر نعمت احسان نہ تم نے سمجھی جیف  
 جو اپنی فیصل سواری کا آپ کو ہے گھمنڈ شروع کرتا ہے بندہ بھی اہم تر کیف

## قصیدہ درشن حضرت عالم پادشاغازی

عروس طرب فی مجسکو دکھا کی جمال  
 جمال دیکھ کی میں محو ہو گیا اس کا  
 کبھی جو غم گلشن پہ وہ خراماں ہو  
 وہ رخ کہ جس کا ہو پروانہ ماہ پھر ویسا  
 جبین شل سہیل بمن درخشنده  
 وفی منی جس کی کہ خود بینی بھول جای الف  
 یہ بولاد لمر اس وقت ان ہوؤ نکو دیکھ  
 وہ چشم یا کہ پیالی ہیں نرم عشرت کی  
 پلک کو دیکھ نہ اک پل پلک سی لگی  
 وہ خال اس لبان بخش عیوی دم کا  
 نہ مجھ سی ایچھند اں سی دہن کی ہوں ویشا  
 نہ ہووی گوہر دندان کی مجھ سی وصف رقم  
 زقن نہ سیب سی کوئی بھی فقط لے جائی  
 وہ گردن اس کی کہوں یا کہ شمع محفل نور  
 وہ چنچہ پنچہ خورشید جس سی شرمندہ  
 جو پنچہ دست ثنا اس پری کی پنچہ تک  
 وہ ساق ہمیں تھی یا ایک تنوں خانہ  
 خوشی سی ہو متبسم کہا کہ اٹھ فی الحال  
 وہ قد تھا یا کہ گلستان غلہ کا تھا نہال  
 نہال قامت دلجو سی اسکی ہووین نہال  
 چراغ لکی جوڑھو نڈی نپاوی بد رکھال  
 سہیل و مشتری وز ہرہ جس سی ہوں شحال  
 ہزار راست ہو پاوی اسکی آگ مجال  
 نظر پڑی ہیں کسی کو بھی ایک جائو ہلال  
 شراب عیش و نشاط و طرب سے مالا مال  
 وہ خال جس کا ہی خواب میں بھی دکھو خیال  
 بجائے گر کہوں کوثر یہ ہی مقیم ہلال  
 بعد زمان ہو جسی دیکھ فتنہ و گل لال  
 کہ جس کا عکس ثریا ہی اس منجستہ خصال  
 صفای سینہ بھی رنشنده آئینہ کی مثال  
 وہ دست دست پہنچتا ہو جس تلک نکھال  
 کری جو ہمہ سی ناخن سی کیا مجال ہلال  
 یہ سخت امر ہے دشوار اور بہت مشکل  
 غرضیکہ زور تھا حسن اور عجب پری تمثال



عجب شکوہ عجب شان عجب انداز  
 بصد نیاز کہا میں فی ای سراپا ناز  
 کہا کہ نام ہے میرا خوشی شہی ہو تو  
 یہ شردہ ہی کہ توی شرد و تہنیت اب لکھ  
 یہ سنی شردہ جان بخش میں روانہ ہوا  
 بحق احمد مختار ایزد متعال  
 شہان دہر کی شان و شکوہ تجھی کہا  
 صلاح کار نہ پوچھی زمانہ کیوں تجھ سی  
 ہر ایک کیونکہ نہ اقبال ترا امر کری  
 صبا سی سنی چین میں نوید جشن شہا  
 بہار گاتی ہی طلی بجاتی میں غنچہ  
 نسیم دی ہی گل اشرفی کا جب انعام  
 کھی ہی ہر گل و بلبل شہا گلستان میں  
 جہاں پناہ تمہاری سوا نہیں ہی کوئی  
 مثال کل جو اہر سمجھ کی..... دیتی ہیں  
 نہ ٹھہری فرط سخاوت سی تیری ہاتھوں نہ  
 شتاب درج دہن سی درد دعا احساں  
 مدام کو کب اقبال رہوی تابندہ  
 تمام ملک خدا دیوی تیری قبضہ میں

تمام عشوہ ناز و کرشمہ غنچ و دلال  
 تو کون ہی مجھی بتلایا بسکود و جلال  
 کہ میری نام سی بھاگی ہی در در رخ و لال  
 برای جشن شرف خوش خصال و نیک افعال  
 طرف حضور کی مطلع ہی لکھانی الحال  
 رہی معین ترا بالغد و الّا مال  
 کہیں بھی ہووی ہی ہوزن کوہ سی شقا  
 طیب سی رکھی مخفی سقیم کیوں کرحال  
 تری کینہ ہی شمت ترا غلام اقبال  
 ہر ایک بوٹی سی قد سی ہی گرم قصہ نال  
 عجب بہار سی برگ و شجر ہی دی تال  
 گل سی دیتی ہی چینی لگی کو تب کجیاں  
 یہ سال تنگو مبارک ہو اور ہزاروں سال  
 پناہ جان خلایق جہاں عز و جلال  
 تمہاری خاک کف پا کو آنکھ میں کچال  
 نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال  
 بی نیاز شہنشاہ کا نگار..... نکال  
 ہمیشہ ہووی درخشندہ نیر اجملال  
 سدا خالف بیدین ہوں تیغ غم سی ٹھال

شمال حضرت تیمور تیری حکم میں ہو  
لگا کی شرق سی تا غرب ہم جنوب شمال

مسدس در صحت پادشاہ جم جاہ شاہ عالم پادشاہ غازی گفتہ

تمام شہر میں ہے جا بجا مبارک باد    صدا اگر ہے یہی صدا مبارک باد  
بجای عرض کروں گر شہا مبارک باد    یہ صحت اور یہ فضل خدا مبارک باد

کشائش گروہ دعا مبارک باد

ثمر فشان غل دعا مبارک باد

زبان پہ میری ہی شکر خدای غوثِ قل    کہ تیری طبع مقدس کا سب کیا نخل  
یہ غم سی میرا ہی پیغام شہری تو نکل    ہوئی ہی جھکو تو کل رات سی نہایت کل

برید باد صباد و شمع آگنی آورد

کہ روز محنت و غم رو بہ کو تہی آورد

ہمیشہ باب شفا تیری رخ پہ رہوی ناز    کہ تیری ذات ہی شاہا عجیب غیب نواز  
الہی عمر تیر ہو وی شل خضر..... دراز    دعا یہ دی ہی تجھی روح حافظ شیراز

تنت نبار طیبیاں نیاز مند مباد

وجود نازکت آزرده گزند مباد

دیا ہی کام دل اس شاہ مر و کا فی آج    دکھا یا منہ کی تن عیس بی حساب فی آج



سزد کہ رقص کند آسمان بروی ہوا

کہ شد مراد مہ و کام آفتاب ہوا

خدا کا حفظ ہے تیری جسم اور جاں کو کہ تجھی فیض ہی شاہا ہر ایک انسان کو

خدا رکھی تیری خست اور ایساں کو تو جانی یا کہ نہ جانی یہ تیری احسان کو

بجز دعائی بقای تو نیست کار دگر

خدا کند کہ نہ کردی مریض بار دگر

مسند منقبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و در منقبت محمد مرتضیٰ

علی صلی اللہ علیہ کوید۔

مصطفیٰ و مرتضیٰ کی فرض ہی مجھ پر ثنا وہ مرا حاجت روا اور یہ مرا حل اس

جان و تن سی جگڑی ہوئی لگی یار جدا دم بدم نکلی مری منہ سی ہی اسدم صدا

یا محمد یا بنی یا مجتبیٰ یا مصطفیٰ

یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا مرتضیٰ

کفر سے بیماری سی اور فقر سی رکھا ہوں ہم صحت و خست ہو یہاں جنت میں ہاں میں تیگ

ہر دعا مقبول میری یا غفور و یا رحیم یا قریب و یا مجیب و یا سمیع و یا علیم

یا محمد یا بنی یا مجتبیٰ یا مصطفیٰ

یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا مرتضیٰ

آل اور اولاد میری صاحب ایمان ہو ناصر اسلام ہو ہم حافظ قرآن ہو

اور مجھ پر مشکل جاں کسندی آسان ہو ہم عذاب قبر سے محفوظ یا احسان ہو

یا محمد یا بنی یا مجتبیٰ یا مصطفیٰ

یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا مرتضیٰ

# محس در منقبت حضرت محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

میں اپنی قطب بانی کے صدقی میں اپنی غوث لاثانی کے صدقی  
میں اپنی مونس جانی کے صدقی میں اس محبوب سبحانی کے صدقی  
محی الدین جیلانی کے صدقی

دہی ہر ہر عجم ماہ عرب ہی دہی مقبول حق محبوب رب ہی  
محی الدین یہاں حسب کلقب ہی وہ عبد القادر عالی نسب ہی

## محی الدین جیلانی کے صدقی

تصدق ہول ہر اک کو شاؤں طواف کعبہ بس یہ ہی کہ جاؤں  
شاد بار میں میں یار پاؤں تمہاری پاؤں آنکھوں نی لگاؤں  
محی الدین جیلانی کے صدقی

برای میری دل کی سب تمنا ہوئی حاصل مراد دین و دنیا  
بصدق دل ہی ہکتا ہوں ہر جا مجھی جو کچھ ملا سو اس کا صدقا  
محی الدین جیلانی کے صدقی

مجھی روی مبارک کو دکھایا مجھی آتش دوزخ  
مرامقصور دل مجھ کو دلایا مجھی اس شاہ جیلاں نی جلایا

## محی الدین جیلانی کے صدقی

محی الدین ہی بیشک قطب عالم محی الدین ہی بیشک غوث اعظم  
محی الدین ہی نخل نسل آدم محی الدین ہی حمد ہی میلہ ہر دم  
محی الدین جیلانی کے صدقی



مرید اس کا ہوں مجھ کو خوف کیا ہی      مریدی لا تخف اس فی کہا ہی  
 وہ نور دیدہ مشکل کشا ہی      سرور سینہ خیر النساء ہی  
 محی الدین جیلانی کی صدیقی  
 نوید ہی مریدوں کا مقصد      غلام اس کی ہمیشہ ہی مظفر  
 وہی ہی محن اسکان مضطر      وہی ہی دستگیر روز محشر  
 محی الدین جیلانی کی صدیقی

### ”محسن دد منقبت گوید“

گو تیرہ روز گار سدا شل شام ہوں      بد اختر ی میں شہرہ خاص و عوام ہوں  
 گر ہوتا ہاری ہر نو ماہ تمام ہوں      امیدوار لطف کا تم سے مدام ہوں  
 یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں  
 یہ دقت دستگیری ہی یا پیر دستگیر      کوئی سوا تمہاری نہیں میرا دستگیر  
 زندان در دور نجس ہوں لات دینا      اس قیدی چھڑاؤ مجھی جلد میری پیر  
 یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں  
 ہر شب جو فکر ہی تو یہ فکر معاش ہی      ہر روز روزی کی مجھی شاہ تلاش ہی  
 سب غم تو ہیں ولی یہ غم دلخوش ہی      سنگ الم سی سینہ دل پاس پاس ہی  
 یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں

تم ہی ساری پاتی شاہ و گدا مراد دروازی سی تمہاری پھر اکون نامراد  
جکوبھی حکم کر دو کہ تو بھی لی آ مراد بانگوں سوا تمہاری بھلا کس سی جلمراد

یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں

مغس ہوں اندنوں میں غایت ہوندر بھی ہوں تلخ کام دی بھئی تنک شکر بھی  
تخلج کبھی گانہ بار دگر... بھی درکار ہی تمہاری کرم کی نظر بھی

یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں

دی بھئی بشارت آ کہ بھی یہ کہ تو نہ رو خداں و شاد دل ہی سدا جکوب تم رکھو  
دونوں جہاں میں رکھو شہا میری آبرو میں تم بغیر عرض کردن کس سی حال کو

یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں

پا مال مدعی ہوں فقط یہ نہیں دعا حرمت سی آبرو سی رہوں یہ ہی مدعا  
جو میری سی دغا کری خود پای وہ دغا جو رکھی خوش بھی اسی تم رکھو خوش سدا

یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں

جس جا ملی گاحشر میں ای شہ تمہیں مقام جکوب بھی پاس اپنی وہیں رکھو تم مدام  
تم بن جو خلد زیر نگین ہو تولوں نہ نام غلمان سی اور حور سی جکوب نہیں ہی کام

یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں

کیا ہی عجب جو سب سی وہ عالی مقام ہی دنیا میں آبرو سی ہی اور نیک نام ہی  
یار و بجا ہی گروہ خوشی سی مدام ہی احسان کہ رات ہی اس کی کلام ہی

یا پیر دستگیر تمہارا غلام ہوں



# رباعیات

تعلیم بزبان اولیا ایمان ہے      ہے منظر حق وہی جہاں نملان ہے  
کر سجدہ تعلیم بزرگوں کو ضرور      آدم کو جو سجدہ نہ کرے شیطان کے

عابد ملی پھلکیت چمکتی تو کا استاد      وہ نزع میں فرشتوں کے بھی سامنے ہوا  
نہ جب اصل سے بھی اور اپنی جان کی      تیار خ وہ ہیں میں نے کہے رحمت خدا

احسان جو اصل سے کام نہ لے گا بگڑے      اس وقت نہ ہو دل میں جہل کے جھگڑے  
یوں تو کلہ پڑے طوطا بھی دلے      ٹیس ٹیس کرتا ہے جب بلی پکڑے

درگاہ تیری ہے عید گاہ عالم      عالم یہ کہے ہے اے پناہ عالم  
عالم میں ہے رسم عید جنگ کب تک      شاہ عالم ہی رہوے شاہ عالم

صوفی ہوں نہ اعط ہوں شمس ہوں ملا      بیل نہیں اے گل جو کہوں میں گلا  
وہ زند ہوں لی سیکدہ دیہریں میں      ملا سے بھی کہتا ہوں کہ ملا مل لا

ہیں ایک حکیم جی یہ شکل طاعون      ہے رقص نقیبہ منحل ان کا قانون  
پڑھتے ہیں نقیبہ اور خود میں ٹوکھٹ      نسخے ہیں عجیب اور طرفہ سجون

مخمس بر غزل حضور موقور السردور ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی

ولا تو خوش ہے کہ آہ رسا نکلتی ہے اگر چہ سرد ہے گرمی بھلا نکلتی ہے  
وہ سرد سرد ہوا خاک کیا نکلتی ہے کب آہ سرد دل مبتلا نکلتی ہے  
بدن سے روح بھی ہو کر ہوا نکلتی ہے

بہ شکل ساغر پر خون ہے مرا لالہ دل قضا سے سنگ مصیبت نہ ہوا حوالہ دل  
جوستہ شکست ہوا پیالہ دل شکست دل سے خبر دے نہ کیونکر نالہ دل

کر شیشہ ٹوٹا ہے تو صدا نکلتی ہے

فراق زلف پریشاں بن دل پریشاں ہے یہ حال درہم و برہم ہے دیدہ گریاں ہے  
سرسک و لخت جگر نخت دل کا طغیاں ہے و فور رشک ہے گویا کہ جوش طوفاں ہے  
الہی چشم سے یہ کیا بلا نکلتی ہے

نہ نام خوشی کا لو کہہ دو یہ نگساروں کو سناؤ تم نہ عیش ہم سے دوستی کو  
ریا سے ننگ رہا عمر بھر ہے یاروں کو بساط خاک ہی کافی ہے خاکساروں کو  
کہ بوریہ سے بھی بوئے ریا نکلتی ہے

بھر دیں آہ دیکھیں ادھر تو کیجئے نگاہ نہ کیجئے گاشکایت میرا معاف گناہ  
دقیب رو نگا سر کو پکڑ بڑاں تباہ کہاں ہے تاب تو اے یہ کہ دل سے نکلتے آہ  
نکلتی ہے تو وہ لیسکر عضا نکلتی ہے

بس اب تو باندھا کو ہے دعویٰ اعجاز کہ نہ خستے ہیں وہ زلف بتاں کو عمر و داز  
دداز کیا کروں قصہ کہ ہے غریب نواز نسیم قلند سے کرتی ہے کس طرح سے ناز



تیری لگی سے جو ہو کر صبا نکلتی ہے

نہ ایک دم شمشیر مجھ سے ہے غافل کہ زخم تشنہ جگر آب کار سے سائل  
کسی میں اتنا توجہ نہیں ہے الحاصل کہوں میں کیا تیرا احسان تیغ لے قاتل  
کہ زخم زخم کے منہ سے دعا نکلتی ہے

عجب ہے لطف ہے بجلی کرا سکے بالوں میں وہ خوبیاں کو نہیں ماہ کے بھی بالوں میں  
غرض وہ آئینہ روتو ہے بے مثالوں میں وہ مانگ جب کہ نکالے ہے سر کے بالوں سے  
کمان ابر میں کیا خوشنما نکلتی ہے

لڑا دے جام کو مٹاتی نہیں جو صورت وصل شراب ناب سے اولیٰ مدام الفت وصل  
یہ کیفیت سے تو غالی نہیں محبت وصل بھری ہے دل میں کسی کے جو اسکے صحت وصل  
نہ جیتے جی نہ وہ بعد از فنا نکلتی ہے

لگی یہ آگ ہے دل میں کہ جل گئے مضمون بھجائے کیوں کر یہ احسان ناتوان زبان  
ہاں نہیں ہے عیاں ہے کہوں اگر کہوں ظفر چھپائے سے کیوں کر چھپے ہے موزوں  
کہ زخم سینہ سے آتش سد نکلتی ہے

### ایضا مخمس بہ حضور والا

ہر زخم دل یاں ہے گلستاں نئے نئے اے وای کس کو چاہیے ایواں نئے نئے  
داغ جنوں کی رنگ ہیں کچھ یاں نئے نئے وحشت کی اپنی ڈینگ ہیں کچھ یاں نئے نئے  
دل چاہیے تھا روزیاں نئے نئے

لکھتا ہے عشق پھر مجھے فرماں نہئے کرتا ہے ظلم یہ دل بیاں نہئے  
 لاتا ہے سانگ دیدہ گریاں نہئے ہیں روزِ دامنِ سیہ سوزِ لہن نہئے  
 یہ گل کھلائے اے غم نہیاں نہئے

مجنوں وغیرہ یار دے عشق کو ہیں بھوک کیوں کر رکھے نہ انکا دل سوگوار سوگ  
 خلقتِ نئی نئی ہے لگا دل کو غم کا روگ اگلی کہاں وہ جھٹیں اگلے کہاں وہ لوگ  
 جلسے نہئے نہئے ہیں اور انسان نہئے

یہ سوزِ عشق ہے مرا سینہ سرا ہے اوٹھے جو تیس دل میں کیونکر کر ایسے  
 ان ناصحوں کی بات کو کب تک نہہائے سلوان چاک جیب میں کب تک چاہیے  
 دست جنوں کو روزِ گریبان نہئے

خون جگر ہیں بیٹھے جہان یاں سبھی جہاں توازیوں پہ ہوں غش اسکی ہر گھڑی  
 اس کا رواں سرے میں یاں تک ہے دلگی دنیا نہیں یہ منزلِ حسرت ہے اس پہ بھی  
 یاں آتے جاتے روز ہیں جہاں نہئے

ہے باغِ باغِ باغ میں ہر جانور سدا انگور سبز گوندِ نیاں سرخ جا بجا  
 درخ چمن کہے ہیں گھنگنیاں کھلا سہم کہاں ہے غنچہ شگفتہ میں صبا  
 اس طفل نے نکالے ہیں دلدل نہئے

کل دیکھ خارِ نسے میں مجھے اس نے یہ کہا دشمنِ سرے بزمِ نئی پیش من میا  
 تو ہے پرانا دوست نہیں ہر دم سا سا ہوتا ہے اور لطفِ نئی بات میں سوا  
 گرچہ ستم بھی ہوں تو مری جاں نہئے



انہیں کہ میرے دل میں سدا آپ کا ہے ڈر آیا نہ اس گلی میں کبھی میں یہ چشم تر  
بیٹھے بٹھائے مجھ پہ یہ بہستان سوسر میں کب تھا رہے کوچہ میں رویا تھا بیٹھ کر  
لو اور مجھ پہ اٹھتے ہیں طوفان نئے نئے

مرمر کی انکھڑیوں میں عجب ہیں گھلاؤں کس کس لگا دے ہیں لگا دین  
رنگ و رنج میں تیری زور بھرے ہیں کچلاؤں خالی نہیں ہیں آپ کی ہر دم بناؤں  
میری خرابیوں کے ہیں سالان نئے نئے

میں مولوی روم کی پڑھتا ہوں شنوی غم کو رتی سے آگ جگر میں ہے بھر رہی  
ہے طفل نے نواز سے الفت نئی نئی یہ سوز عشق ہے کہ نئی استخوان سے ہے

نکلے ہیں نالے لے دل تالاں نئے نئے

حق میں تیری دعا ہے یہ احسان کی ہر حجر تخت شہی پہ ختم تک تو ہو جلود گر  
دیوانے وہ ہیں جو کہیں فکر سخن نہ کر فکر سخن میں تیری کوئی دن میں لے ظفر  
ہوینگے جمع اور بھی دیوان نئے نئے

### مخمس فارسی بر غزل ریختہ الہی بخش معروفت

بر دہندی بستے زجا مارا کشت آن شوخ دل ربامارا  
گفت در ہندی از ادا مارا آہ وہ کون تھا خدا مارا  
جس نے اس سے مجھے لگا مارا

## مستزید مطلع فارسی ابو ظفر سراج الدین محمد بہا شاہ یاد شاہ غازی

گل و دل کا ہے گرچہ جوش و خروش عسرم تو بہ تھا مجھ کو لیکن دوش  
سُن کے بولایہ پیر بادہ فروش مطلع تازہ سُن تو اے مدہوش  
اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش

موسم تو بہ نیست بادہ بنوش  
گل ہیں سے ہے کیا خدا مجھ کو بل نہیں ز اہدوں کا ڈر مجھ کو  
ہے شکست ان کو اور ظفر مجھ کو یاد ہے مطلع ظفر مجھ کو

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش  
موسم تو بہ نیست بادہ بنوش  
اگرچہ تو بہ ہوئی گلی کا ہار ہار تے اس ہم نہیں ز بہار  
باتھ تو لاؤ سانی سرشار آج تو بہ سے بڑھئے استقار

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش  
موسم تو بہ نیست بادہ بنوش  
غم نے دوڑای گرچہ دل میں رنگ رنگ جان و جگر ہے رنگ برنگ  
نوش دارو ہے یہ مئے گل رنگ نوش کرنے میں رکھ نہ اسکے رنگ

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش  
موسم تو بہ نیست بادہ بنوش



۲۰۱  
مئے کشوں کا ہے ان دنوں میں راج سے تائب ہوں یہ بر ہے رواج  
توبہ تو بہ کرو کہ صر ہے مزاج جوش ہی جوش ہے بہار کا آج  
اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش

موسم توبہ نیست بادہ بہ نوش  
ہے بہار اور ہے بہار ظفر ساغر بادہ پی بہار ظفر  
دل کو توبہ سے ہاں نہ ہار ظفر موسم توبہ اور بہار ظفر  
اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش  
موسم توبہ نیست بادہ بہ نوش

اللہ اللہ کیا بہار ہے واہ مئے سے توبہ ہے اب تو سخت گناہ  
نظر بد سے ہے خدا کی پتا ہ مئے بھی پتا ہوں مئے کو بسم اللہ  
اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش  
موسم توبہ نیست بادہ بہ نوش

صحیح ہے لاؤ مے کا بوے سبو لائی مے سے ہی اب روا ہے وضو  
چھتر زاہد کو مطرب خوش گو چھتر اس بیت کو ستار میں تو  
اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش  
موسم توبہ نیست بادہ بہ نوش

کون ہے مئے کشو نظر مغاں کہ ہے پیرِ مغاں امیرِ مغاں  
درد صہبا سے ہے خمیرِ مغاں گردِ خم یہ وردِ پیرِ مغاں

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش

موسم تو بہ نیست بادہ بہ نوش

کیفیت یہ ہے سہلے احسان بادہ عشق حق مراد ہے یاں  
یعنی پھر پھر بہار عمر کہاں آخر مش ہوئی یہ بہار خزان

اے ظفر آمدہ بہار بہ جوش

موسم تو بہ نیست بادہ بہ نوش

### خاتمہ دیوان ہذا تصنیف مولوی امام علی مقتول سلمہ اللہ تعالیٰ

ہر نعمہ سرایان قافون اسرار و خطبہ خوانان منابر سطور استار کہ تفصیل  
نوائف الواح و صدوزِ جمہور کیا ہوا الحق در صدر فیض مصدر شان صدویافتہ  
و فہرست حقایق صفا کج نوا صبی خلایق بر مشارق ضمائر شان چوں دانش و انصافی  
جلوہ گر گشتہ محتجب نیست کہ این شکر ف باغی است کہ بلبل شیریں کام شیراز  
از کشف کیفیاتش باین ترانہ مترنم گشتہ :-

فرد

روضۂ ماء ہر ہا سال دوحۂ سحیح طیر ہا موزون

آں پر از لالہ ہای رنگارنگ ویں پر از میوہ ہای گوناگون

و نادرجہنی است کہ طوطی شکرین مقال ہندوستان از الہام حقایقش باین نغمہ

تر زبان شدہ :-



## فرد

جرى البدر افعى بذه المرسلات لما تبخرت الحور بين روضات  
 حدائق كفر اوليس فى غضافتها كائنات سقيت من عيون جنات  
 وشكفته گلزاريست كه طوبای بهشت بيا دوش طوبى لك مى گوید. و فردوس برين  
 حلقه لبیک برده ش مى گوید، سر بزی ايس روضه رضوان سرشت مینو سواد، و سواد  
 سبلستان ايس بوستان رشك ارم هندي نزار، فيفش بن زوال، و زوالش خيال  
 تكلف بر طرف اگر چمن طرازان بلاغت عرب قد مى سير ايس حديقۀ غلبا رنج فرمايند  
 خلی نيز دارند كه بخود پنداند، انصاف بالای طاعت اگر گلشن آريان فصاحت  
 هجر بويش دمی آساييد کامي نيابند كه گامي برداند، سودا سودا زده بوی  
 گلهاي ايس باغت، و دلی آشفته دماغ نشه باده ايس اياغ، يعنى ايس محاضرات  
 ذهن عالی طبعی كه نيز سر ريع السیر فلک محاذی طبع روانش بطی السیر است، و  
 آب و تاب نيز اعظم مقابل سرچشمه قریحه و قادش اسود از رنگ تیر، عقول عشره  
 همچو نه فلک در شش جهت ايس سه سچی سرای دو در كه ديك يك گل چار باغ رای  
 حسرت افزای هشت بهشت هفت کرات می گردد، و خشک جوی با عناصر و جوام از  
 فیض احسانش سیراب می شوند: -

## فرد

گو ظالمون كه با همه سبقت تيكند ز انوی سبق خوانی  
 حواس خمسۀ برونی از مشاهده آب و تاب پر نزاکت رنگینی غزلهای دیوانش  
 خمسۀ میختره، و حواس خمسۀ درونی از لعلات مقطع و مطلعش در جوف دماغ شبیه